مریم عزیز

مریم عزیز

عین

مکمل ناول

اس کے مستقبل کی بات آئی تو اتنے افراد کی موجودگی کے باوجود کمرے میں سناٹا چھا گیا اور دیوار کے ساتھ لگا اس کا معصوم سا وجود سہم کر رہ گیا۔

"پھر کیا سوچا تم لوگوں نے؟" اس نے نجمہ پھپھو کی آواز سنی۔

جواباً ایک بار پھر ہولناک چپ۔

"اصغر! تم بولو کچھ۔" نجمہ پھپھو نے اپنے بھائی یعنی اس کے تایا کو مخاطب کیا۔ وہ سر جھکائے زمین کو دیکھ رہے تھے۔ بہن کے پوچھنے پر ان کا چہرہ دیکھنے لگے پھر سب کی منتظر نظروں کو محسوس کرکے انہیں بولنا پڑا۔

"آپا! تعبیر مجھے بہت عزیز ہے۔ وہ عاصم کی بیٹی ہے مگر..."

"مگر کیا اصغر صاحب!" قاسم پھوپھا طنزیہ انداز میں

بولے تو شوہر کو بے بس دیکھ کر زرینہ تائی کو میدان میں اترنا پڑا۔

"مگر یہ کہ ہماری اپنی چار بیٹیاں ہیں اور آپ سب کو اچھی طرح معلوم ہے آج کل مہنگائی آسمان —— کو چھو رہی ہے۔ اس پر ایک اور لڑکی کا اضافی بوجھ۔ اس کے اسکول اور پھر کالج کے اخراجات' اس کے کپڑے' کھانا اور کل جب وہ جوان ہوگی' اس کی شادی اور اصغر کی قلیل آمدنی۔ ہماری تو سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اپنی بیٹیوں کے لیے کیسے انتظام کریں' کجا کہ ایک اور یتیم لڑکی —— نہ بھئی ہمیں تو آپ لوگ معاف رکھیں ہم اتنی بڑی ذمہ داری نہیں لے سکتے۔" جہاں زرینہ تائی کی تقریر ختم ہوئی' وہیں اصغر صاحب کے تنے ہوئے اعصاب کچھ ڈھیلے پڑے۔

"اور باجی! آپ ہمیں نصیحتیں کر رہی ہیں۔ آپ خود کیوں نہیں رکھ لیتیں تعبیر کو۔ آخر وہ آپ کے بھی بھائی کی بیٹی ہے۔"

اب کے زرینہ تائی نے تیکھے چتون سے انہیں دیکھا پہلے تو وہ گڑبڑا کر رہ گئیں پھر اپنے شوہر کو ایک نظر دیکھا۔ جہاں واضح ناگواری تھی اور وہ انہیں گھر سے ہی کہہ کر آئے تھے وہ کسی کی اولاد کا ٹھیکہ نہیں لے سکتے۔

"ہاں' وہ میرے بھائی کی بھی بیٹی ہے لیکن تم اس کے تایا تائی ہو جبکہ میں بھری پری سسرال میں رہتی ہوں۔ میرے جیٹھ اور دیور کے جوان بیٹے ہیں اور خود میرے اپنے بیٹے بھی بڑے ہو رہے ہیں۔ کھانے کا مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔ وہ بے چاری بچی کتنا کھالے گی لیکن ایک جوان بچی کی میں کتنی نگرانی کر سکتی ہوں۔ خدانخواستہ کل کو کوئی اونچ نیچ ہوگئی تو میں اپنے اللہ اور اپنے مرے ہوئے بھائی بھابھی کو کیا جواب دوں گی۔" یہ کہتے ہوئے وہ رو پڑی تھیں۔ کمرے میں پھر ایک دم خاموشی چھا گئی تھی۔ تعبیر دیوار سے ہٹ کر دروازے کے قریب آکر کھڑی ہوگئی۔

"بات سنیں اصغر بھائی!" قاسم پھوپھا کی پھر طنزیہ آواز گونجی۔ "تعبیر کا حق ہے کہ وہ اس گھر میں رہے۔ آخر اس گھر میں عاصم کا بھی اتنا حق تھا جتنا آپ کا ہے اور اکلوتی بیٹی ہونے کے ناتے اب تعبیر اس کی حق دار ہے۔" اصغر تایا اور زرینہ تائی کو جیسے کرنٹ لگا۔

"حق ...کون سا حق؟" زرینہ تائی ہاتھ نچا کر بولیں۔ "جتنا عاصم کا حق تھا اس سے زیادہ ہم اس کی بیماری پر خرچ کر چکے ہیں اور اس کے بعد جو تین سال اس کی بیوہ اور بیٹی کو پالا۔ اس کو کس کھاتے میں ڈالیں گے آپ۔"

"توبہ توبہ! اب کھانے کا حساب کتاب بھی رکھیں گے آپ لوگ؟" قاسم پھوپھا نے باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"بھائی صاحب! آپ کو اتنا درد اٹھ رہا ہے نا تعبیر کا تو آپ لے جائیں اسے۔"

"کیوں ...میں کیوں لے کر جاؤں۔" وہ ایک دم بھڑک کر بولے۔ تب ہی خاموش تماشائی بنے تنویر صاحب کی نظر دروازے کے ساتھ لگی تعبیر پر پڑی اور پھر کتنی ہی دیر وہ اس پر سے نظریں نہیں ہٹا سکے۔ وہ آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں' جو بالکل ان کی بہن جیسی تھیں۔ انہیں لگا ان کی بہن انہیں دیکھ رہی ہو بے بسی سے التجا کرتی ہوئی نظروں سے —— اور وہ جو

اتنی دیر سے کشمکش کی کیفیت میں بیٹھے تھے فیصلہ کن آواز میں انہوں نے اسے پکارا تھا۔

"تعبیر! یہاں آؤ بیٹا!" سب کی نظریں بے ساختہ دروازے کی طرف گھومیں۔ سب کی نظریں خود پر محسوس کر کے وہ اور گھبرا گئی تھی۔

"تعبیر!" تنویر ماموں نے دوبارہ اسے پکارا۔ وہ مرے مرے قدموں سے چلتی ہوئی ان کے پاس آئی۔

"میرے ساتھ چلوگی... اپنے ماموں کے گھر؟" انہوں نے اسے سامنے کھڑا کر کے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا اور اس نے ایک لمحے کا توقف کیے

بغیر سر اثبات میں ہلادیا۔

تنویر ماموں نے اس کی پیشانی چوم کر اسے اپنے پہلو میں بٹھایا اور سامنے بیٹھے لوگوں پر نظر ڈالی۔

"تعبیر میرے ساتھ جائے گی۔" ان کے فیصلہ کن انداز پر سب کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ کمرے میں داخل ہوئے تو شاہدہ پیکنگ کرنے میں مصروف تھیں۔ چونکہ ان کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ اس لیے وہ تنویر صاحب کی آمد سے بے خبر تھیں۔ تنویر صاحب ان کی جھنجلاہٹ اور بڑبڑاہٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی بیٹی ثمرین اور تعبیر کی طرف بڑھے۔

"ثمرین! آپ اور تعبیر گاڑی میں جا کر بیٹھو۔ میں اور تمہاری امی آرہے ہیں۔"

"جی!" تعبیر نے نکلنے سے پہلے اپنی ممانی کا ناراضی بھرا چہرہ دیکھا اور سر جھکا کر باہر نکل گئی۔

"شاہدہ!" تین دفعہ پکارنے پر بھی جب انہوں نے جواب نہ دیا تو چوتھی دفعہ وہ غصے سے بولے۔ جواباً شاہدہ نے ہاتھ میں پکڑا ثمرین کا دوپٹا بیڈ پر پٹخ دیا۔

"آج آپ نے میری عزت دو کوڑی کی کردی تنویر! اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے آپ نے ایک دفعہ بھی ضروری نہیں سمجھا کہ مجھ سے پوچھ لیں۔"

تنویر صاحب کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ "تم سے کیا اجازت لیتا کہ میں تعبیر کو اپنے گھر میں رکھ سکتا ہوں یا نہیں؟ انہوں نے "اپنے" پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اور بالفرض تم سے پوچھتا تو کیا تم منع کر دیتیں۔"

ان کے سوال پر ایک پل کے لیے وہ گڑبڑا گئیں۔

"نہیں میں کیوں منع کرتی۔"

"تو پھر جب تم بھی یہی کرتیں تو اس بحث اور ناراضی کا مقصد۔"

"لیکن تنویر!" "بس شاہدہ! یہ ساری بحث یہیں پر ختم آج کے بعد اس موضوع پر کوئی بات نہیں ہوگی اور

تم یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اب ہماری دو بیٹیاں ہیں ثمرین اور تعبیر اور ان میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔"

یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئے جبکہ وہ وہیں کھڑی خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہیں۔

☼ ☼ ☼
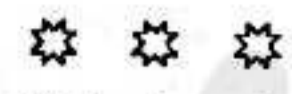
"خالہ... خالہ!" پکارتا ہوا فہد گھر کے اندر داخل ہوا اور کچن میں کام کرتی شاہدہ مسکراتی ہوئی باہر نکل آئیں۔ اس کے قریب آنے پر انہوں نے اسے گلے لگا لیا۔

"اتنے دن لگا دیے خالہ! تین دن کا کہہ کر گئی تھیں۔"

"بس بیٹا! وہاں حالات ہی کچھ ایسے ہوگئے تھے۔"

"ثمرین کہاں ہے؟" پوچھ کر وہ متلاشی نظروں سے لاؤنج کی طرف دیکھنے لگا۔

"اپنے کمرے میں ہوگی۔"

"او کے میں مل کر آتا ہوں۔" بہت آہستگی سے دروازہ کھول کر وہ کمرے میں داخل ہوا۔ سامنے کمبل کے اندر گھسے وجود کو دیکھ کر وہ مسکرایا اور بیڈ کے قریب جا کر جھٹکے سے کمبل کھینچا۔ کمبل کے ہٹتے ہی نہ صرف اس میں لپٹا وجود چیخا تھا بلکہ وہ چہرہ دیکھ بے ساختہ اس کی چیخ بھی نکل گئی تھی۔

"کیا ہوا؟" ان کی چیخیں سن کر حیران پریشان چہرہ لیے ثمرین باتھ روم سے نکلی۔ تعبیر اور فہد نے ایک ساتھ ثمرین کو دیکھا۔

"کیا ہوا؟" اس نے ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔
"میں سمجھا تم ہو تو میں نے کمبل کھینچ ڈالا۔" فہد نے بتانے کے ساتھ تعبیر کی طرف دیکھا۔
"میں ڈر گئی تھی۔" تعبیر نے شرمندگی سے بتایا تو ثمرین نے افسوس سے سر ہلایا۔
"عجیب ہو تم دونوں۔" وہ کہتی ہوئی الماری کی طرف بڑھ گئی۔
"ویسے یہ ہیں کون؟" فہد نے تعبیر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"یہ میری پھپھو کی بیٹی تعبیر ہے۔ تعبیر اب ہمارے ساتھ رہے گی اور تعبیر! یہ میری خالہ کا بیٹا ہے اس روڈ پر جو تیسرا گھر ہے۔ وہ ان کا ہے اور یہ بھی کہ یہ میرا بیسٹ فرینڈ ہے۔"
ثمرین کے کہنے پر وہ مسکرا دیا اور دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔
"تعبیر! کون سی کلاس میں پڑھتی ہو؟"
"نائنتھ میں۔"
"گڈ! تو تم ثمرین سے چھوٹی ہو۔ چلو اچھا ہے ثمرین! تمہیں کمپنی مل جائے گی اور مجھے تھوڑا سکون۔"
"زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری جان تو میں کبھی نہیں چھوڑنے والی۔" جواباً فہد نے مصنوعی آہ بھری تھی۔
"اچھا اب زیادہ ایکٹنگ کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بتاؤ آئے کیوں ہو؟"
"یہ کیا سوال ہوا! پہلے کسی وجہ سے آتا تھا؟"
"تمہارا اپنا تھوڑی ہے۔" وہ بے نیازی سے بولی۔
"اچھا تو ٹھیک ہے۔ میں چلتا ہوں۔" وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا باہر نکل گیا۔
"فہد!" اگلے ہی لمحے ثمرین چیختی ہوئی اس کے پیچھے بھاگی جبکہ تعبیر ابھی تک حیران بیٹھی تھی۔

☆ ☆ ☆

دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر وہ اندر داخل ہوئی تو سامنے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے تنویر صاحب کتاب پڑھنے میں مصروف تھے۔ اسے دیکھ کر انہوں نے مسکرا کر کتاب بند کر دی۔
"آؤ تعبیر!" انہوں نے ہاتھ سے اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔
"آپ نے بلایا تھا ماموں؟" وہ قدرے پریشانی سے ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ تنویر صاحب نے بے ساختہ گہرا سانس لیا۔ اسے یہاں آئے ایک سال سے بھی زیادہ کا عرصہ گزر گیا تھا لیکن جو ڈر انہوں نے ایک سال پہلے اس کی نظروں میں دیکھا تھا وہ آج بھی ویسے ہی برقرار تھا۔
"بیٹا! ویسے ہی بلایا تھا۔ کل رات میں آیا تو تم سو رہی تھیں۔ صبح تم اسکول' اتنے دن گزر گئے تھے میں نے نہ اپنی بیٹی کو دیکھا اور نہ اس کی آواز سنی۔ وہاں سے فون کرتا تو تمہاری ممانی کہتی تھیں۔ تعبیر سو رہی ہے۔" تعبیر نے ایک نظر انہیں دیکھا اور مسکرا کر سر جھکا لیا۔
"میری بیٹی ٹھیک ہے؟"
"جی ماموں!"
"پڑھائی کیسی جا رہی ہے۔ کوئی پرابلم تو نہیں؟"
"نہیں ماموں!"
"ہوں!" اس کے مختصر جوابات پر وہ خاموش ہو گئے۔
"یہ لو۔" تعبیر نے ان کے ہاتھ کی طرف دیکھا۔ جس میں ہزار ہزار کے کئی نوٹ تھے اس نے حیرت سے تنویر صاحب کی طرف دیکھا۔ "یہ تمہاری پاکٹ منی ہے۔"
"نہیں ماموں! مجھے ضرورت نہیں۔"
"میں جانتا ہوں۔ تمہیں ضرورت نہیں پھر بھی رکھ لو۔" انہوں نے اس کا ہاتھ تھام کر وہ نوٹ اس کی مٹھی میں دبا دیے۔
"تمہیں پتا ہے ثمرین اپنی پاکٹ منی کیسے لیتی ہے۔ میں انتظار ہی کرتا رہا۔ کبھی تعبیر بھی آکر یونہی رعب سے اپنی پاکٹ منی مانگے گی لیکن میرا یہ انتظار ہی انتظار ہی رہا شاید میری تعبیر مجھے اب تک اپنے باپ کی

طرح نہیں سمجھ سکی۔"
وہ جو سر جھکائے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے آنسو روکنے کی کوشش میں تھی۔ بات کے اختتام پر ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔
"تعبیر!" انہوں نے اس کا بازو تھام کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ "میں نے کچھ غلط کہا بیٹا!"
اس نے سر نفی میں ہلایا اور کچھ دیر یونہی ان کے سینے سے لگی آنسو بہاتی رہی۔ انہوں نے بھی نہیں روکا پھر کچھ دیر بعد اس نے آنسو صاف کر کے چہرہ ان کے سینے سے ہٹایا۔
"ماموں! میں نے آپ کو ہمیشہ پاپا سمجھا ہے شاید پاپا سے بھی زیادہ' کیونکہ پاپا تو مجھے یاد بھی نہیں۔ میں نے ہوش سنبھالتے ہی جو دو رشتے اپنے بہت قریب دیکھے' وہ آپ اور ماما تھے اب تو آپ ہی میرے پاپا ہیں اور آپ ہی میری ماما ہیں۔"
اب کے تنویر صاحب کی آنکھیں جھلملا اٹھیں۔
"ماموں! یہاں میری ہر ضرورت پوری ہوتی ہے۔ کھانا' رہنا' پڑھنا' پہننا اس کے علاوہ اور مجھے کیا چاہیے۔"
"میں جانتا ہوں لیکن مجھے لگتا ہے کہ یہ تمہارا حق ہے۔ اگر تم اپنی پاکٹ منی نہیں لوگی تو میں ثمرین کی بھی بند کر دوں گا۔"
"نہیں ماموں!" وہ بے ساختہ بولی تو وہ مسکرا دیے۔
"چلو شاباش! اگر خرچ نہیں کرنا چاہتیں تو جمع کرتی جاؤ اور ایک بات سنو۔" ان کے رازدارانہ انداز پر وہ حیران ہوتی ہوئی ان کے مزید قریب آگئی۔
"اپنی ممانی کو نہ بتانا۔" ان کے انداز پر اس کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔
"جیتی رہو۔" انہوں نے مسکرا کر اس کی پیشانی چومی تو اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

دو گھنٹے بعد وہ کپڑے دھو کر فارغ ہوئی تھی۔ فارغ ہوتے ہی وہ گیلے کپڑوں کی پروا کیے بغیر یونہی کتاب لے کر بیٹھ گئی۔ اس کے فائنل ایئر ایگزامز تھے۔ وہ اچھے نمبروں کے حصول کے لیے دن رات محنت کر رہی تھی کیونکہ ماموں نے اسے شہر کے بہترین اسکول میں داخل کروایا تھا اور اس پر جتنی فیس جاتی تھی' وہ اسے ممانی کے ماتھے پر پڑے بلوں سے اندازہ ہو جاتا تھا۔ اسے پڑھنے کا شوق تھا اور دوسرا' وہ ماموں کی امیدوں کو توڑنا نہیں چاہتی تھی۔ ثمرین اس سے دو سال بڑی تھی وہ ایف ایس سی کر رہی تھی۔ جہاں تک ممکن ہوتا تھا۔ اس کی مدد کر دیتی تھی۔ اس کا ٹیسٹ تھا۔ ثمرین کالج گئی تھی۔ کام والی ماسی نہیں آئی تھی تو ممانی نے صفائی کرنے کے بعد کپڑے دھونے کا بھی اسے کہہ دیا تھا اور یہ آج کی بات نہیں تھی ممانی اس سے ایسے ہی کام کرواتی تھیں ماموں کی جاب ایسی تھی۔ وہ ہفتوں شہر سے باہر رہتے تھے۔ ایسے میں ممانی کو مکمل چھوٹ مل جاتی تھی۔ وہ تو اس پر ہاتھ اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتی تھیں لیکن اس نے کبھی ان کے آگے اف تک نہیں کی تھی نہ اس نے کبھی ماموں سے شکایت کی تھی۔ خاموش طبع تو وہ شروع سے تھی لیکن کبھی کبھی وہ خود اپنے صبر پر حیران ہو جاتی۔
ماموں جب گھر پہ ہوتے۔ سکون کے دن ہوتے۔ جب کبھی ماموں اسے اپنے پاس بٹھاتے تو ممانی بہانے بہانے سے ان کے گرد چکر لگاتی رہتیں لیکن وہ کبھی ممانی کے خلاف کچھ نہیں کہتی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہ اس کا آخری ٹھکانہ ہے۔ یہ گھر ممانی کا ہے اور اس گھر میں دوسرا سہارا اس کی بہن' اس کی بہترین دوست ثمرین تھی جو ممانی کے سامنے اس کے لیے ڈھال بن جاتی تھی۔
"تعبیر!" وہ پوری طرح کتاب میں محو تھی' جب شاہدہ کی آواز پر تیزی سے کتاب بند کر کے باہر کی طرف بھاگی تھی۔
"جی ممانی!"
"کپڑے دھل گئے؟"
"جی!" اس نے جواب دیتے ہوئے بغور ان کا جائزہ لیا جو کہیں جانے کے لیے تیار تھیں۔

"ہوں۔ میں ذرا آپا کی طرف جارہی ہوں۔ دیر ہو جائے گی۔ تم کھانا بنالینا ثمرین کے آنے سے پہلے۔"
آخر میں ان کا لہجہ تنبیہی ہوگیا تھا۔ گیٹ بند کر کے جب وہ اندر آئی تو اس کی آنکھوں میں آئے آنسو گالوں پہ پھسل گئے۔

☼ ☼ ☼

"اٹھ جاؤ نا تعبیر کتنا سوؤ گی۔" ثمرین نے تیسری دفعہ اسے جگایا تھا۔ لیکن اس نے کسمسا کر پھر آنکھیں بند کرلیں۔
"تعبیر پلیز! میں بور ہو رہی ہوں اٹھ جاؤ۔" اب کے اس نے اسے شانے سے پکڑ کر زور سے ہلایا تو اس نے بمشکل آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور اس کی لال انگارہ آنکھیں دیکھ کر ثمرین حیران رہ گئی۔
"کیا تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں؟" کہنے کے ساتھ اس نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔
"میں ٹھیک ہوں۔" اس کے پریشان ہونے پر وہ بمشکل مسکرا کر بولی۔
"خاک ٹھیک ہو۔ بخار ہو رہا ہے تمہیں۔"
"نہیں بخار نہیں ہے۔" بولتے ہوئے اس کا گلا رندھ گیا۔ اس کے رونے پر وہ مزید پریشان ہوگئی۔
"ممی نے پھر کچھ کہا ہے؟" اس نے سر نفی میں ہلایا لیکن آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔
"مجھے سچ سچ بتاؤ تعبیر! ضرور ممی نے تمہیں کچھ کہا ہے۔"
"نہیں۔" اس کے انکار پر ثمرین نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے صاف لگ رہا تھا وہ کافی دیر سے رو رہی ہے۔
"پھر کیا ہوا ہے؟"
"آج میرا ٹیسٹ تھا۔ بہت خراب ہوا ہے۔" کہتے ہوئے اس کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔
ثمرین نے افسوس سے سر ہلایا۔ "تعبیر! کیا تم بچی ہو اتنی چھوٹی سی بات پر اتنا رو رہی ہو۔"
"ثمرین! یہ چھوٹی سی بات نہیں۔ ٹیسٹ خراب ہونے سے میری پرسنٹیج خراب ہو سکتی ہے اور پوزیشن لینا میرے لیے کیا اہمیت رکھتا ہے۔ تم جانتی ہو۔"
"اچھا یہ بتاؤ ٹیسٹ اچھا کیوں نہیں ہوا؟"
"میں تیاری نہیں کرسکی۔" ثمرین کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔
"تو پھر تیاری کرنی تھی نا۔ کچن میں کیا کر رہی تھیں۔"
تعبیر خاموش رہی۔ ثمرین تھوڑی دیر تک اسے دیکھتی رہی پھر اپنے بیڈ پر جا کر بیٹھ گئی۔
"ہیلو فہد! میں ٹھیک ہوں۔ تم کیسے ہو؟" فہد کے نام پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ "مجھے تم سے بہت ضروری کام ہے۔ ہاں ابھی گھر آجاؤ۔" کہہ کر اس نے فون بند کردیا۔
تعبیر حیرت سے ثمرین کو دیکھ رہی تھی۔
"جاؤ منہ دھو کر آؤ چہرے سے بیمار لگ رہی ہو۔"
ثمرین کے ڈانٹنے پر وہ کھڑی ہوگئی۔ جب وہ باتھ روم سے منہ دھو کر نکلی۔ فہد وہاں پہلے سے موجود تھا۔
" فہد نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے یوں دیکھنے پر وہ شرمندہ ہو کر اپنی کتابیں ٹھیک کرنے لگی۔ اس کا یوں اپنے ٹیسٹ کے خراب ہونے پر رونا ان کے لیے ایک بچکانہ ردعمل تھا۔ اس کا اندازہ اسے ان دونوں کے ہونٹوں پر دبی دبی مسکراہٹ سے ہو رہا تھا۔
"تعبیر! میں نے فہد سے بات کی ہے۔ وہ تمہاری ہیلپ کردے گا۔"
"نہیں۔ میں خود کرلوں گی۔" وہ کچھ روٹھے انداز میں بولی۔
"ارے!" ثمرین نے حیرت سے اس کی ناراضی دیکھی۔
"تم رہنے دو ثمرین! میں خود اسے ٹھیک کرلوں گا۔ چلو تعبیر! کتابیں لے کر آؤ۔" اسے منہ کھولتا دیکھ کر فہد نے ٹوک دیا "مجھے بحث بالکل پسند نہیں۔ میں ایک گھنٹہ روزانہ تمہیں پڑھاؤں گا اور اس دوران میں تمہارا کزن نہیں سخت قسم کا استاد ہوں گا۔"

اس کے سخت انداز پر وہ سچ مچ سہم کر ثمرین کو دیکھنے لگی۔

"فہد!"

"تم بھی چپ رہو۔" فہد نے ثمرین کو بھی ڈپٹ دیا "جاؤ میرے لیے چائے بنا کر لاؤ اور تم ابھی تک کھڑی ہو' جلدی سے بکس لے کر آؤ۔" ثمرین کو آرڈر دینے کے بعد وہ تعبیر سے بولا تو وہ جلدی سے اپنی کتابیں لے کر بیٹھ گئی۔

"تمہاری طبیعت تو میں بعد میں صاف کرتی ہوں اور یہ چائے میں صرف اپنی بہن کی وجہ سے تمہیں پلا رہی ہوں۔" ثمرین کے باہر نکلتے ہی وہ مسکرا دیا۔

☼ ☼ ☼

"کہاں جا رہے ہو؟" جوگرز کے تسمے بند کرتے ہوئے اس نے سامنے کھڑی اپنی ماں کو دیکھا۔

"خالہ کی طرف۔"

"کیوں۔"

اب کے اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔ "میں روزانہ جاتا ہوں وہاں۔ پہلے تو آپ نے کبھی نہیں پوچھا۔"

"پہلے کی بات اور تھی۔ اب تمہارا بی اے کا لاسٹ سمسٹر ہے۔ تمہارے پاپا بھی کل غصہ کر رہے تھے۔ تم اتنی اتنی دیر تک گھر سے باہر رہتے ہو۔"

"پہلی بات تو یہ کہ میں اتنی دیر گھر سے باہر نہیں رہتا اور پاپا کو پتا ہے کہ میں نے اپنی اسٹڈی کے معاملے میں کبھی ان کو نا امید نہیں کیا اور ان کو یہ بھی پتا ہے کہ میں روزانہ خالہ کی طرف جاتا ہوں اور جہاں تک پاپا کے اعتراض کی بات ہے تو میری اور پاپا کی اتنی فرینکنیس ہے کہ وہ مجھے خود منع کر سکتے ہیں۔" خالدہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"فہد! تم بحث کر رہے ہو مجھ سے۔"

"میں بحث نہیں کر رہا امی! کلیئر کر رہا ہوں اور اب آپ سیدھا سیدھا بتائیں کہ آپ کیوں منع کر رہی ہیں؟" خالدہ نے گہرا سانس لیا۔

"شاہدہ کو پسند نہیں کہ تم وہاں تعبیر کو پڑھانے جاتے ہو اور مجھے بھی پسند نہیں۔ تم کیا اس کے نوکر ہو جو گھر جا کر اس نواب زادی کو پڑھاتے ہو۔"

فہد ہونٹ بھینچے کچھ دیر خاموش رہا۔

"جب میں ثمرین کو پڑھانے جاتا تھا تب آپ کو کیوں برا نہیں لگا۔ میں تو اس کا بھی نوکر نہیں ہوں۔"

"وہ تمہاری کزن ہے۔" خالدہ کو برا لگا۔

"تعبیر بھی میری کزن ہے اور اگر میں ایک گھنٹہ اس کو لیکچر دے دیتا ہوں تو اس کا نوکر نہیں بن جاتا اور آج جس طرح آپ نے بات کی نا' مجھے بالکل اچھا نہیں لگا۔"

وہ جس طرح گیا تھا خالدہ کو اندازہ ہو گیا تھا اسے واقعی برا لگا ہے۔ وہ کتنی دیر وہاں کھڑی غصے سے بڑبڑاتی رہیں۔

☼ ☼ ☼

اس کا رزلٹ آ گیا تھا۔ شان دار نمبروں کے ساتھ اس نے اپنے اسکول میں ٹاپ کیا تھا۔ وہ اتنی خوش تھی کہ پچھلی ساری تکلیفیں اس خوشی کے آگے ہیچ لگ رہی تھیں۔ اسے آج ممانی کا غصہ بھی برا نہیں لگ رہا تھا۔ ثمرین خوش تھی۔ ماموں بھی چھٹی لے کر آ گئے تھے اس کی خوشی میں شامل ہونے لیکن اس کی یہ خوشی پھیکی پڑ گئی۔ جب اسے پتا چلا فہد شہر میں نہیں ہے۔ وہ یہ خوشی اس کے ساتھ شیئر کرنا چاہتی تھی اور وہ خود نہیں جانتی تھی وہ یہ کیوں چاہتی ہے۔

وہ ماموں کے کپڑے استری کر رہی تھی' جب اسے باہر سے آنے والی آواز پر فہد کی آواز کا گمان ہوا۔ وہ ایک دم ہاتھ روک کر غور سے سننے لگی وہ آواز واقعی فہد کی تھی۔ اس نے تیزی سے سوئچ آف کیا اور باہر کی طرف بھاگی۔ فہد سامنے صوفے پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔

"فہد بھائی!" اس نے آگے بڑھتے ہوئے بے تابی سے اس کا نام لیا۔ فہد نے چونک کر سامنے دیکھا۔ "فہد بھائی! میں نے اسکول میں ٹاپ کیا ہے۔" فہد

مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"ہاں' مجھے ثمرین نے کال کی تھی۔" تعبیر کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔

"آپ کو پتا تھا لیکن پھر بھی آپ نے مجھے وش نہیں کیا میں خوامخواہ آپ کا انتظار کرتی رہی۔" اس کی آنکھیں یکایک پانی سے بھر گئیں۔ فہد کو پہلے تو بہت ہنسی آئی لیکن پھر اس کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو دیکھ کر وہ تیزی سے اس کے قریب آیا۔

"سوری تعبیر! مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ تم اس بات کو اتنا محسوس کرو گی۔" تعبیر نے شکایتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"فہد بھائی! مجھے اتنی بڑی خوشی آپ کی وجہ سے ملی ہے اور میں یہ خوشی سب سے پہلے آپ کے ساتھ شیئر کرنا چاہتی تھی۔"

وہ سر جھکائے بول رہی تھی۔ جبکہ پاس کھڑا فہد اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ کسی نئی تعبیر سے متعارف ہو رہا ہو۔ اس کے مسلسل خاموش رہنے پر تعبیر نے دوبارہ سر اٹھایا تو فہد نے پہلے سر کو ہلکا سا جھٹکا دیا پھر مسکرا کر دونوں کان پکڑ لیے۔

"دیکھو' میں کان پکڑ کر سوری کر رہا ہوں۔ معاف کر دو میں مرغا بننے کو بھی تیار ہوں۔"

وہ ایک دم ہنس پڑی۔

"شکر ہے تم نے مجھے معاف کر دیا۔ ورنہ میں تو خودکشی کرنے والا تھا۔" اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر گہرا سانس لیا۔

تب ہی ثمرین کچن سے نکل آئی۔

"فہد! تعبیر نے تمہیں بہت۔"

"ہاں وہ تو میں دیکھ رہا ہوں۔" وہ ثمرین سے چائے کا کپ لے کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اور تم نے مس تمہیں کیا؟" وہ اب ثمرین کو دیکھ رہا تھا۔

"کیوں کیا پاگل ہوں جو تمہیں یاد کروں اور تم اسلام آباد گئے تھے وہ بھی چار دنوں کے لیے۔ کوہ قاف پر نہیں جہاں سے واپس ہی نہ آتے۔" فہد اس کا اتنا

تفصیلاً" جواب سن کر اچھا خاصا بدمزا ہوا تھا۔

"چھوڑو! اسے۔ تم بتاؤ تعبیر! کون سے کالج میں ایڈمیشن لینے کا سوچا ہے؟"

"ابھی تو میں نے کچھ نہیں سوچا فہد بھائی!"

"میرے ذہن میں تین چار کالجز ہیں لیکن پہلے تم بتاؤ۔ وہ تو سیکنڈ آپشنز ہیں۔"

نہیں فہد بھائی جو آپ نے سوچا ہے' وہ ہی صحیح ہو گا۔" تعبیر کی اتنی "تابع داری" پر فہد نے ابرو اچکا کر ثمرین کو جتاتی نظروں سے دیکھا۔

"دیکھو! کتنی اچھی لڑکی ہے فرماں بردار اور معصوم۔ اس کی کمپنی میں رہ کر بھی تم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔"

"فار یور کائنڈ انفارمیشن۔ یہ فرماں بردار' سلیقہ شعار اور معصوم لڑکی میری کمپنی میں رہتی ہے اس لیے ایسی ہے۔ یہ کوالٹیز میں نے اس کو سکھائی ہیں۔"

"ہونہہ! یہ منہ اور مسور کی دال۔" فہد طنزیہ ہنسا۔

"ظاہر ہے تمہارے گھر میں صرف مسور کی دال ہی پکتی ہے تو اسی کی مثال دو گے۔"

فہد نے گھور کر اسے دیکھا "تمہیں تو میں دیکھ لوں گا۔"

"مزا آیا!" ثمرین قہقہہ لگا کر بولی۔

وہ دونوں ایک بار پھر شروع ہو چکے تھے' تعبیر مسکراتی ہوئی واپس اندر چلی گئی۔

اسے ممانی کے آنے سے پہلے سارے کپڑے استری کرنے تھے۔

☼ ☼ ☼

"السلام علیکم پاپا!" تنویر صاحب کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ مسکراتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔

"وعلیکم السلام! کیا کر رہی تھی میری بیٹی۔" وہ ثمرین کو ساتھ لے کر صوفے پر بیٹھ گئے۔

"بور ہو رہی تھی تو ٹی وی لگا لیا۔"

"تمہاری ماں کہاں ہے؟" انہوں نے سر گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔

"ممی اپنے کمرے میں سو رہی ہیں۔ اور تعبیر کچن میں ہے۔"

"میں جب بھی تعبیر کا پوچھتا ہوں۔ وہ یا تو کچن میں ہوتی ہے یا کوئی کام کر رہی ہوتی ہے۔ کیا وہ اس گھر کی نوکر ہے؟"

"نہیں پاپا! ایسے کیوں کہا آپ نے۔ یہ گھر جتنا میرا ہے اتنا ہی تعبیر کا ہے۔"

"تو پھر صرف وہ ہی کام کیوں کرتی ہے۔"

"پاپا! وہ اپنی مرضی سے کرتی ہے۔ اسے گھر کا کام کرنا اچھا لگتا ہے۔" ثمرین کی بات سن کر انہوں نے طنزیہ انداز میں سر کو جھٹکا دیا تھا۔

"تم بھی لڑکی ہو۔ تمہیں کیوں نہیں گھر کے کام کرنے کا شوق۔ تم برتن دھوؤ گی تو تمہارے ناخن ٹوٹ جائیں گے۔ ہاتھ خراب ہو جائیں گے۔ چولہے کے آگے کھڑی ہو گی تو اسکن رف ہو جائے گی۔ تمہاری ممی کے بقول عمر پڑی ہے گھرداری کے لیے۔ ابھی تو وہ پڑھ رہی ہے۔ یہی کہتی ہیں نا وہ؟" انہوں نے ہونٹ چباتی ثمرین سے پوچھا۔

"تو بیٹا! اسی طرح وہ بھی لڑکی ہے اور تم سے بھی دو سال چھوٹی ہے۔ کیا اس کی اسکن خراب نہیں ہوتی؟ کیا اس کے ناخن نہیں ٹوٹتے؟ بات صرف اتنی کہ وہ یتیم ہے۔ اس کی پروا کرنے کے لیے اس کے ماں باپ نہیں ہیں۔ تمہاری ماں نے اسے بیٹی سمجھنا تو دور کی بات میری بھانجی سمجھ کر بھی کبھی شفقت آمیز رویہ اختیار نہیں کیا۔"

"پاپا! میں تعبیر سے بہت پیار کرتی ہوں۔ میں نے کبھی اس کو بہن سے کم نہیں سمجھا۔"

"میں جانتا ہوں۔ بیٹا! تم تعبیر سے پیار کرتی ہو لیکن تمہاری ماں میرے سامنے اتنا روڈلی بی ہیو کرتی ہے تو جب میں یہاں نہیں ہوتا تب کیا کرتی ہوگی۔"

اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتے' شاہدہ لاؤنج میں داخل ہوئیں۔ "آپ کہاں چلے گئے تھے۔ بتایا بھی نہیں اور موبائل بھی آف تھا۔"

"ضروری کام سے گیا تھا۔" وہ مختصر جواب دے کر تعبیر کو آواز دینے لگے۔ شاہدہ بیگم نے کچھ ناگواری سے تنویر صاحب کی طرف دیکھا۔

"جی ماموں!" تعبیر تقریباً" بھاگتی ہوئی لاؤنج میں آئی۔

"یہاں آؤ۔" ان کے بلانے پر وہ ان کے دائیں طرف آ کر بیٹھ گئی انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دو ڈبیاں نکالیں اور ایک تعبیر اور دوسری ثمرین کی طرف بڑھائیں۔

"یہ تم دونوں کا گفٹ ہے' تعبیر کا گفٹ لیٹ ہے۔ اب تو اسے کالج جوائن کیے ہوئے عرصہ ہو گیا لیکن میں نے سوچا جب ثمرین کا ایف اے کا رزلٹ آئے گا تو دونوں کو ایک جیسا گفٹ دوں گا۔"

شاہدہ نے ناراضی سے اپنے شوہر کو دیکھا دونوں ڈبیوں میں خوب صورت ٹاپس تھے اور دونوں ایک جیسے تھے۔

"واؤ پاپا! یو آر گریٹ۔ بہت خوب صورت ہیں۔" ثمرین ایک دم جوش سے بولتی ان سے لپٹ گئی تو اسے پیار کر کے انہوں نے خاموش بیٹھی تعبیر کو دیکھا۔

"کیوں بیٹا! تمہیں پسند نہیں آئے؟"

تعبیر نے تیزی سے پلکیں جھپک کر آنکھوں میں آئے آنسو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی "بہت اچھے ہیں ماموں!" وہ بھنچی ہوئی آواز میں بولی۔

"تو تم رو کیوں رہی ہو؟" ثمرین نے حیرت سے اس کی نم آنکھیں دیکھیں۔

"یہ خوشی کے آنسو ہیں۔" اس کے نروٹھے انداز پر ثمرین اور تنویر صاحب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ جبکہ شاہدہ بیگم کے ماتھے کے بل گہرے ہو گئے۔

☆ ☆ ☆

کانوں میں آویزے پہننے کے بعد اس نے ذرا ہٹ کر قد آور آئینے میں اپنا بغور جائزہ لیا اور مطمئن ہو کر بیڈ کی طرف مڑی جہاں اس کے سینڈل رکھے تھے۔ سینڈل پہن کر وہ سیدھی ہوئی تو اس نے حیرانی سے گھر والے کپڑوں میں ملبوس تعبیر کو دیکھا۔ "تم ابھی تیار نہیں ہوئیں۔"

تعبیر سر نفی میں ہلاتی ہوئی بیڈ پر بیٹھ گئی۔ "نہیں میں نہیں جا رہی۔"

"کیوں؟" ثمرین حیران ہوتی ہوئی اس کے قریب آ گئی۔

"کل میرا ٹیسٹ ہے ثمرین! اگر میں وہاں گئی تو تیاری نہیں کر سکوں گی۔" وہ اس کے سامنے بیٹھ کر غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"کل تک تو تمہارا ایسا کوئی ٹیسٹ نہیں تھا۔ تم جانے کے لیے بھی کافی ایکسائٹڈ تھیں پھر اچانک۔" اس کے مشکوک انداز پر وہ نظریں چرانے لگی۔

"سچ سچ بتاؤ' کیا بات ہے؟" اب کی بار ثمرین نے کافی سنجیدگی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں ثمرین! بتایا تو ہے کہ ٹیسٹ ہے۔" وہ کچھ دیر تو تعبیر کو دیکھتی رہی پھر کھڑی ہو گئی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اسے یوں کھڑے ہوتا دیکھ کر تعبیر نے تیزی سے پوچھا تھا۔

"دس منٹ میں تیار ہو جاؤ۔ میں آتی ہوں۔" وہ تعبیر کو مزید بات کرنے کا موقع دیے بغیر باہر نکل گئی۔

"واہ! میری بیٹی تو بہت خوب صورت لگ رہی ہے۔" ثمرین کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر شاہدہ نے بے ساختہ اس کی نظر اتاری تھی۔ "چلیں پھر؟"

"نہیں۔ ابھی تعبیر تیار ہو رہی ہے۔"

وہ جو الماری سے اپنا پرس نکال رہی تھیں' حیرت سے اسے دیکھنے لگیں "تعبیر کا کیا ذکر یہاں۔ میں نے اسے منع کیا تھا پھر بھی وہ جا رہی ہے۔"

انہوں نے بے اختیار کہا اور ثمرین نے اپنا شک صحیح ثابت ہونے پر بے اختیار گہرا سانس لیا تھا۔

"خالہ نے ہم سب کو انوائیٹ کیا ہے اور ہم سب میں تعبیر بھی شامل ہے کیونکہ وہ ہماری فیملی کا حصہ ہے۔"

"بحث نہ کرو ثمرین!" انہوں نے غصے سے اسے دیکھا۔

"بحث نہیں کر رہی ممی! بتا رہی ہوں پاپا۔ اسے بیٹی بنا کر لائے ہیں اور میری پھپھو کی بیٹی ہے۔ اس کا حق ہے اس گھر پر لیکن آپ ہمیشہ اس سے ڈفرینسس رکھتی ہیں۔ اس کے ساتھ سوتیلوں والا سلوک رکھتی ہیں۔"

"بس ثمرین!" شاہدہ کو اچھا خاصا برا لگا تھا" یہ اچانک تمہیں سارے فرق کیوں نظر آنے لگے۔ پہلے بھی میرا رویہ اس کے ساتھ ایسا ہی تھا۔ ضرور تمہارے پاپا کی چہیتی نے مظلومیت دکھائی ہوگی۔"

"او پلیز ممی" ثمرین چڑ گئی" وہ تو سدا کی بدھو ہے۔ اتنا کام کرتی ہے پھر بھی ایک شکن اس کے ماتھے پر نہیں آتی۔ اس نے کبھی شکایت نہیں کی اور مجھے پتا ہے وہ کرے گی بھی نہیں۔ وہ آپ کی اتنی عزت کرتی ہے اور آپ یہ سلوک کرتی ہیں اس سے۔"

شاہدہ نے غصے سے پرس بیڈ پر پٹخ دیا" یہ ساری باتیں کر کے تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہو کہ میں ایک ظالم عورت ہوں۔ اس دو کوڑی کی لڑکی کے لیے تم اپنی ماں سے بدتمیزی کر رہی ہو۔ یہ شہہ بھی تمہیں تمہارے باپ نے دی ہوگی۔"

"پلیز ممی! نہ تو تعبیر نے مجھ سے کوئی شکایت کی ہے نہ پاپا نے کچھ کہا ہے۔ میری اپنی بھی آنکھیں ہیں۔ نظر آتا ہے مجھے۔ اینی وے! میں کوئی بحث نہیں کرنا چاہتی۔ تعبیر ہمارے ساتھ جائے گی اور آپ پلیز اپنا موڈ اس کے سامنے ٹھیک رکھیے گا۔" کہہ وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

اندر داخل ہوتے ہی اس کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔ وہ تعبیر کو جیسے چھوڑ کر گئی تھی وہ بالکل ویسے بیٹھی تھی۔ "تم نے ابھی تک کپڑے چینج نہیں کیے؟"

تعبیر نے بے بسی سے ثمرین کی طرف دیکھا۔

"ثمرین!"

"تعبیر پلیز۔" ثمرین نے ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوک دیا "تمہارے سارے بہانے فضول ہیں۔ مجھے پتا ہے۔ تمہیں ممی نے منع کیا تھا۔ میں ان کو بتا دیا ہے تعبیر ہمارے ساتھ جا رہی ہے"۔

تعبیر اسے ایسے دیکھنے لگی جیسے اسے یقین نہ آرہا ہو۔

پلیز! اپنی ان خوب صورت آنکھوں کا جادو کہیں اور چلانا۔ فی الحال ٹائم نہیں ہے۔ جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

"ممانی نے اجازت دے دی ہے نا؟" وہ اب بھی مشکوک تھی۔

"ہاں بابا! اب اٹھ جاؤ۔" ثمرین زچ ہو کر بولی۔ "میں باہر انتظار کر رہی ہوں۔"

ثمرین کے باہر نکلتے ہی اس نے جلدی سے الماری کھولی اور کچھ دیر کے لیے اس کی سمجھ میں ہی نہیں آیا وہ کیا پہنے کیونکہ اس کے پاس کوئی اچھا سوٹ نہیں تھا پھر جلدی سے ایک سوٹ نکال کر وہ واش روم میں گھس گئی جب وہ باہر آئی ثمرین اس کے انتظار میں کھڑی تھی۔ اس کے کپڑے دیکھ کر ثمرین نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ اس کا موبائل بج اٹھا۔ فہد کا فون تھا' جو ان کے لیٹ ہونے کی وجہ پوچھ رہا تھا۔ وہ اسے پانچ منٹ کا کہہ کر گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ تعبیر اس کے پیچھے بھاگی۔

فہد کے گھر پہنچ کر تعبیر کو جھٹکا لگا تھا۔ فہد کا بی اے کا رزلٹ آیا تھا۔ اس کے پاس ہونے کی خوشی میں یہ پارٹی دی گئی تھی۔ اس کا خیال میں اس تقریب میں صرف گھر کے لوگ ہوں گے لیکن یہاں تو بہت مہمان تھے۔ اجنبی چہرے جن میں اس کے یونیورسٹی فیلوز بھی تھے' وہ ہمیشہ کی طرح کنفیوز ہو گئی تھی۔ ان سب کے کپڑے اور انداز دیکھنے کے لائق تھے۔ اسے ایک دم اپنے سادہ بلکہ غریبانہ حلیے کا احساس ہوا تھا۔ اس کا دل چاہا۔ وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر یہاں سے غائب ہو جائے۔ اس سے پہلے کہ وہ اس خیال پر عمل کرتی' فہد کی نظر ان پر پڑ گئی تھی۔ وہ سب سے معذرت کرتا ہوا ان کی طرف آیا۔

"واؤ! لکنگ پریٹی۔" اس نے ثمرین کو دیکھ کر کہا۔

"مجھے پتا ہے۔" اس کے اترا کر کہنے پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"اور تم کیا سوتے سے اٹھ کر آئی ہو؟" وہ جو پہلے ہی نروس ہو رہی تھی' روہانسی ہو کر ثمرین کو دیکھنے لگی۔

"شکر کرو یہ آگئی ہے اور کیا ہوا اسے۔ اتنی تو اچھی لگ رہی ہے۔"

"آ کیوں نہیں رہی تھیں؟" فہد نے پوری آنکھیں کھول کر اسے گھورا۔

"وہ ایک لمبی کہانی ہے۔ بعد میں بتاؤں گی۔"

"ہوں۔" فہد نے ایک نظر تعبیر کو دیکھا اور دوبارہ ثمرین کی طرف مڑا۔ "چلو' تمہیں اپنے فرینڈز سے ملواتا ہوں۔"

وہ ثمرین کا ہاتھ پکڑ کر بولا وہ جانا نہیں چاہتی تھی لیکن ثمرین نے اس کا بھی ہاتھ تھام لیا تھا۔ مجبوراً اسے بھی ان کے ساتھ جانا پڑا۔

☆ ☆ ☆

شاہدہ! کھانا کھالو۔"

"آپا! بھوک نہیں ہے۔"

"کیا بات ہے۔ جب سے آئی ہو۔ اپ سیٹ لگ رہی ہو۔ کیا کوئی بات ہوئی ہے؟" خالدہ نے بغور ان کا چہرہ دیکھا۔

"کچھ نہیں آپا!" وہ بیزاری سے بولتی ہوئی دائیں طرف دیکھنے لگیں۔ جہاں ثمرین اور فہد کے ساتھ تعبیر بیٹھی ہنس رہی تھی۔ ان کے ہونٹ بھنچ گئے اور پارہ پھر چڑھ گیا۔

"آپا! میں تنگ آگئی ہوں۔ تنویر کی زندگی میں دو رشتے تھے اور وہی میرے گلے کا عذاب بن گئے ہیں۔ پہلے ان کی بہن تھی بس ہر وقت اس کی فکر کلثوم کو یہ ہو گیا' کلثوم کو ایسا نہ ہو جائے۔ اس کو یہ دے دو' اس کی شادی ہوئی تو میں نے شکر کیا لیکن میری زندگی میں تو تنویر کی محبت پر بلا شرکت غیر کبھی حق نہیں رہا۔ کلثوم کے شوہر کو کینسر ہو گیا۔ تنویر نے پیسہ پانی کی طرح بہا دیا۔ ان کو ہوش ہی نہیں تھا کہ میں بھی ہوں' ثمرین بھی ہے۔ میں پریگننٹ تھی۔ کوئی نہیں تھا میرے پاس۔ ڈاکٹر نے بھی انہیں بتا دیا تھا کہ میری کنڈیشن سیریس ہے پھر بھی یہ نہیں رکے اور میں سیڑھیوں سے گر گئی تھی۔ اکیلے گھر میں درد سے چیختی رہی۔ کوئی نہیں تھا مجھے پکڑنے والا۔ پتا نہیں کب میں بے ہوش ہو گئی تھی۔ آپ کو یاد ہو گا آپا! تب آپ یہاں نہیں رہتی تھیں۔ میری وجہ سے آپ نے یہاں گھر لیا تھا۔"

"چھوڑو پرانی باتیں شاہدہ؟" ان کو پریشان دیکھ کر خالدہ نے ٹوک دیا۔

نہیں آپا! یہ باتیں کبھی پرانی نہیں ہو سکتیں۔ درد تو میرا ہی ہے نا۔ میرا مس کیرج ہو گیا تھا اور ڈاکٹر نے کہا تھا میں اب کبھی ماں نہیں بن سکتی۔" یہ کہتے ہوئے ان کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ "اس بات کے لیے میں آج تک کلثوم کو معاف نہیں کر سکی۔ پھر وہ بیوہ ہو گئی تو تنویر اسے یہیں لے آئے۔ میں نے جس سے نجات چاہی تھی۔ وہ پھر میرے سر پر سوار کر دی گئی میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اسے کہاں پھینکوں۔ وہ تو اچھا ہوا تنویر کی پوسٹنگ اسلام آباد میں ہو گئی۔ اور مجھے موقع مل گیا۔ میں نے اسے اتنا تنگ کیا کہ وہ خود چلی گئی۔"

"تو کیا کلثوم نے تنویر کو نہیں بتایا؟" خالدہ جو بہت غور سے سن رہی تھیں بے اختیار سوال کیا۔ شاہدہ مسکرا دیں۔

"مجھے پتا تھا وہ بہت سیدھی تھی۔ وہ سرے اپنے بھائی سے وہ بہت پیار کرتی تھی۔ مجھے یقین تھا وہ کبھی نہیں بتائے گی کہ تنویر کا گھر خراب نہ ہو۔ تنویر تو اسے جانے نہیں دے رہے تھے لیکن کلثوم مجھ سے شاید زیادہ تنگ آگئی تھی۔ یہ تعبیر تو ہر وقت تنویر کی گود میں سوار رہتی تھی میں تنویر کے جانے کے بعد کلثوم کے سامنے تعبیر کو دھنک کے رکھ دیتی تھی اور کلثوم کی آنکھوں کے آنسو اور چہرے کی اذیت مجھے بہت تسکین دیتے تھے آپا! میں اپنے بچے کا بدلہ لے لیتی تھی۔" ان کا چہرہ نفرت کے مارے سیاہ پڑ گیا تھا۔

"چھوڑو پرانی باتیں' وہ تو اب اس دنیا میں بھی نہیں رہی۔" خالدہ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر انہیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"آپا! میں نے تو چھوڑ دیا تھا لیکن اب اس کی بیٹی... وہ تو میرے سر پر عذاب کی طرح مسلط ہے۔ چار سال ہو گئے اسے برداشت کرتے ہوئے اس کے چچا' پھپھو کوئی اس کی ذمہ داری لینے کو تیار نہیں تھے۔ سالوں گزر گئے' مڑ کے کسی نے خبر نہیں لی لیکن وہی تنویر کی ازلی محبت۔ انہوں نے لے لی اس کی ذمہ داری' لیکن اب میری برداشت جواب دے گئی ہے۔ انہیں تعبیر کے علاوہ کوئی نظر ہی نہیں آتا۔ پرسوں کی بات لے لیں۔ ثمرین کا رزلٹ آیا تھا۔ اس کے لیے گولڈ کے ٹاپس لے کر آئے ساتھ میں تعبیر کے لیے بھی۔ اسے کچھ دینا ہی تھا تو ہزار دو ہزار دے دیتے۔ سونے کے ٹاپس دینے کی کیا ضرورت تھی۔ اپنی بیٹی کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔ کم از کم مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہوتا اور آج تو حد ہی ہو گئی۔ آپا! ثمرین نے کبھی مجھ سے بحث نہیں کی لیکن آج اس لڑکی کی وجہ سے وہ مجھ سے الجھ پڑی۔" وہ رو پڑی۔

"تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ کچھ بھی ہو جائے ثمرین کو جو تم سے محبت ہے۔ وہ کسی اور سے نہیں ہو سکتی' اور تنویر جتنا بھی تعبیر سے پیار کرے' ثمرین ہمیشہ اس کے لیے پہلے رہے گی۔ کیونکہ اپنا خون اپنا ہوتا ہے۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ بے شک آزما کے دیکھ لینا۔ تم اتنی سی بات پر دل چھوٹا مت کیا کرو۔ تمہارے آنسو مجھے تکلیف دیتے ہیں۔" کہنے کے ساتھ خالدہ نے مڑ کے پیچھے دیکھا' جہاں وہ تینوں کھڑے تھے۔ تعبیر کو دیکھتے ہی ان کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

☆ ☆ ☆

"ثمرین! چلیں۔" یہ پانچویں دفعہ تھی جب تعبیر ثمرین کے کان کے پاس منمنائی تھی۔

"چلتے ہیں یار! انہیں قریب ہی تو جانا ہے۔" وہ تسلی دے کر دوبارہ فہد کی طرف مڑ گئی۔ تعبیر نے دزدیدہ نظروں سے کچن کی طرف دیکھا جہاں خالدہ بیگم گئی

تھیں۔ وہ کتنی دیر سے ان کی چبھتی ہوئی نظریں محسوس کر رہی تھی۔ اسے اندازہ تھا شاہدہ ممانی کی طرح وہ بھی اسے پسند نہیں کرتیں تب ہی ہمیشہ ان کے گھر آنے سے حتیٰ کہ ان کے سامنے آنے سے بھی گریز کرتی تھی لیکن آج فہد کی زندگی کا بہت بڑا موقع تھا وہ اس کی بہت عزت کرتی تھی۔ اس لیے اس کی خوشی میں شریک ہوگئی لیکن یہاں فہد اور ثمرین کے علاوہ سب کا رویہ اتنا غیروں والا تھا کہ وہ تھوڑی دیر میں ہی پریشان ہوگئی تھی۔ وہ اپنے دھیان میں اپنے ناخن چبا رہی تھی اور اسے نہیں پتا تھا۔ فہد کب سے اسے دیکھ رہا ہے۔

"چلو ثمرین! تمہیں اور تعبیر کو گھر چھوڑ آؤں ورنہ کچھ پتا نہیں تعبیر رونا ہی شروع کردے۔" فہد نے زیر لب مسکراتے ہوئے تعبیر کو دیکھا تو ثمرین بھی تعبیر کا پریشان چہرہ دیکھ کر ہنس پڑی۔

"چلو چلتے ہیں۔" ثمرین کے اٹھتے ہی وہ تیزی سے کھڑی ہوئی۔

"میں ذرا خالہ سے مل لوں۔"

"ہاں مل آؤ۔" فہد کہہ کر اپنا موبائل دیکھنے لگا۔

"آؤ تعبیر!" ثمرین نے اسے بھی ساتھ چلنے کو کہا۔

"نہیں، تم جاؤ۔" ثمرین تو کندھے اچکا کر چلی گئی فہد نے بڑے غور سے اسے دیکھا۔ "تم امی سے ملنے نہیں گئیں۔"

"مجھے آنٹی سے ڈر لگتا ہے۔"

پہلے وہ حیران ہوا پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"کیوں؟"

"مجھے لگتا ہے۔ آنٹی کو میں اچھی نہیں لگتی۔ ابھی ابھی وہ بہت غصے سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔"

فہد پھر ہنس پڑا۔ وہ جانتا تھا واقعی وہ تعبیر کو پسند نہیں کرتیں لیکن وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ تعبیر نے جو محسوس کیا وہ اسے یقین میں بدل دے۔

"ضروری تو نہیں وہ غصے سے دیکھ رہی ہوں ہو سکتا ہے پیار سے دیکھ رہی ہوں کیونکہ تم اتنی پیاری جو ہو۔"

"کوئی نہیں۔" وہ جھینپ کر باہر نکل گئی۔ گیٹ کے پاس پہنچی تھی کہ فہد کے پکارنے پر رک گئی۔

"جی!" وہ مڑ کر حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم میرا گفٹ نہیں لائیں؟"

"سوری فہد بھائی! مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ اتنا بڑا فنکشن ہوگا اور ثمرین نے بھی مجھے بتایا نہیں کہ وہ گفٹ لے کر جا رہی ہے۔ میں ایک دو دن میں آپ کو گفٹ دے دوں گی۔" اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ ورنہ اس کی اپنی ہنسی بھی نکل جاتی کیونکہ ہنسی ضبط کرنے کے چکر میں فہد کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"نہیں۔ پارٹی آج تھی تو مجھے گفٹ بھی آج چاہیے۔ اگر آج تم نہیں دے سکتیں تو پھر بعد میں بھی نہیں چاہیے۔" تعبیر نے پریشان ہو کر فہد کی ناراضی دیکھی۔

"فہد بھائی! میں کہہ رہی ہوں نا میں آپ کو ایک دو دن میں دے دوں گی۔"

"سیدھی طرح کہو تم نہیں دو گی نا۔"

"فہد بھائی!" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر فہد کو اپنا مذاق ختم کرنا پڑا۔

"کیا ہو گیا تعبیر! میں مذاق کر رہا تھا۔ پاگل ہو تم بھی۔" اس نے ہلکے سے اس کے سر پر چپت لگائی۔ ثمرین کے آنے پر وہ گیٹ کھول کر باہر نکل گیا جبکہ وہ بھی آنکھیں صاف کرتی ہوئی ثمرین کے پیچھے ہولی۔

☼ ☼ ☼

اس نے بمشکل آنکھیں کھول کر گھڑی کی طرف دیکھا۔ دوپہر کے تین بج رہے تھے۔ اس نے سیدھے لیٹتے ہوئے دوبارہ آنکھیں بند کرلیں کیونکہ تھوڑا سا اٹھنے سے اسے چکر آنے لگے تھے۔ کل وہ کالج سے آئی۔ تب ہی سے اس کے سر میں ہلکا ہلکا درد تھا۔ آتے ہی وہ سر درد کی پروا کیے بغیر کام میں جت گئی تھی۔ نتیجتاً صبح تک وہ بخار میں پھنک رہی تھی۔ ثمرین نے اسے زبردستی ناشتا کروا کر میڈیسن دی تو اب اٹھی تھی۔

طبیعت پہلے سے بہت بہتر تھی لیکن سر ابھی بھی بھاری بھاری سا تھا اور اب جو جاگی تھی تو اس کی وجہ پیاس کا احساس تھا۔ وہ پوری ہمت لگا کر اٹھی۔ کچن کی طرف جاتے ہوئے اسے دور سے ہی برتنوں کے پٹخنے کی آواز آ رہی تھی۔ جب وہ کچن میں داخل ہوئی تو ممانی برتن دھو رہی تھیں۔ آہٹ پر انہوں نے مڑ کر دیکھا اور اس پر نظر پڑتے ہی ان کے بگڑے ہوئے زاویے مزید بگڑ گئے ساتھ ہی بڑبڑاہٹ شروع ہو گئی تھی۔

"ایک تو پہلے ہی مفت کی روٹیاں توڑ رہی ہے اب مزید بیماری کے بہانے۔" بڑبڑاہٹ اتنی واضح تھی کہ اس نے واضح طور پر سنی تھی۔ وہ چکراتے سر کے ساتھ ان کے قریب آئی تھی۔

"لائیں ممانی میں دھو دیتی ہوں۔"

"کیوں میرے کیا ہاتھ ٹوٹے ہوئے ہیں جو میں برتن نہیں دھو سکتی یا تمہیں لگتا ہے۔ کام کرنا صرف تمہیں ہی آتا ہے۔ باقی یہاں سب پھوہڑ ہیں۔ تم کام نہیں کرو گی تو اس گھر میں کسی کو کھانا نہیں ملے گا۔" ان کے اتنے غصیلے لہجے پر وہ ہکا بکا ان کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔

"جاؤ' جا کر بستر توڑو ابھی تمہارے ماموں آنے والے ہیں۔ ان کے سامنے مظلوم بن جاؤ گی اور میں ظالم کہ بھانجی کو بخار ہے اور ممانی برتن دھلوا رہی ہیں۔" تعبیر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"نہیں ممانی پلیز! آپ ناراض نہ ہوں میں دھو دیتی ہوں۔" اس نے ان کے ہاتھ سے دیگچی لینی چاہی لیکن انہوں نے اس کا ہاتھ اس بری طرح سے جھٹکا کہ وہ جو پہلے ہی چکراتے سر کے ساتھ بمشکل کھڑی تھی' لڑکھڑا کر نیچے گر پڑی۔ درد کی لہر اس کے پورے جسم میں دوڑ گئی۔ اس کا رنگ پہلے سرخ اور پھر ایک دم سفید پڑ گیا۔ ایک پل کے لیے تو شاہدہ بیگم بھی گھبرا گئیں لیکن انہوں نے اسے پھر بھی سہارا نہیں دیا۔ اپنی گھبراہٹ چھپانے کے لیے وہ مزید غصہ کرنے لگیں۔

"اٹھ جاؤ اب۔ یہ ڈراما اپنے ماموں کے سامنے کرنا۔ مجھ پر اس کا اثر نہیں ہونے والا اور سنو! ثمرین کے سامنے ——— رونے مت بیٹھ جانا' ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

وہ چولہا بند کر کے کچن سے باہر نکل گئیں۔ ان کے جاتے ہی اس کے منہ سے کراہ نکلی اور ساتھ ہی آنسوؤں پر اس کا اختیار نہیں رہا۔ وہ پانی پینے آئی تھی لیکن درد جیسے ہر احساس پر غالب آ گیا تھا۔ وہ بمشکل اٹھی اور کمرے تک آتے آتے اس کی ہمت جواب دے گئی۔ بیڈ پر لیٹتے ہی وہ درد سے دوہری ہو گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' چوٹ کہاں لگی ہے کیونکہ درد سارے جسم میں ہو رہا تھا۔

پتا نہیں وہ بے ہوش ہو گئی تھی یا سو گئی تھی لیکن دوبارہ اس کی آنکھ ثمرین کے جھنجوڑنے پر کھلی تھی۔ ساتھ اسے ماموں کی آواز بھی سنائی دی تھی۔ اس نے زبردستی آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا۔ اس کے قریب کھڑے ماموں اور ثمرین کے چہرے سے پریشانی عیاں تھی۔

"جب دوپہر کو میں گئی تھی تب تو یہ کافی بہتر تھی' پھر پتا نہیں کیسے اچانک اسے اتنا تیز بخار ہو گیا؟" وہ تنویر صاحب سے اپنی حیرت کا اظہار کر رہی تھی۔ تنویر صاحب نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو انہیں اچھا خاصا جھٹکا لگا تھا۔ اس کا ماتھا بری طرح جل رہا تھا۔

"چلو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔" وہ منع کرنا چاہتی تھی لیکن اس وقت اس میں بولنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔ تنویر صاحب اور ثمرین کے سہارے چل کر وہ گاڑی تک آئی تھی۔ جبکہ گیٹ بند کرتی شاہدہ پریشان ہو گئی تھیں۔ اگر تعبیر نے بتا دیا کہ دھکا انہوں نے دیا ہے تو……

جب وہ تینوں اندر داخل ہوئے تو وہ تیزی سے کھڑی ہوئیں اور جانچتی نظروں سے تینوں کا جائزہ لینے لگیں۔

"ثمرین! میں تعبیر کو اندر لے کر جاتا ہوں تم اس کے لیے کھچڑی بنا کر لے آؤ۔"

"جی پاپا!" اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"کیوں؟ اس میں حیرت والی کیا بات ہے؟"

"پاپا! مجھے کھچڑی بنانی نہیں آتی۔" وہ بے حد شرمندگی کے ساتھ بولی۔

وہ پہلے تو افسوس سے اس کا چہرہ دیکھتے رہے پھر ان کی ہنسی نکل گئی اور اتنی تکلیف میں بھی تعبیر انہیں ہنستے دیکھ کر مسکرا دی تھی۔

"میں بنا دیتی ہوں۔" شاہدہ جلدی سے بولیں اور مزید انتظار کیے بغیر کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

"چوٹ کیسے لگی تمہیں؟" وہ دروازے کے قریب پہنچی تھیں' جب انہوں نے تنویر صاحب کی آواز سنی۔ وہ غیر ارادی طور پر دروازے کی اوٹ میں ہو گئیں۔

"میں پانی پینے کچن میں گئی تھی۔ وہاں چکر آ گیا تھا۔"

"تمہاری ممانی کہاں تھیں؟"

"ماموں! انہوں نے مجھے کہا تھا کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے آواز دینا لیکن میں خود چلی گئی تھی پانی پینے۔"

شاہدہ بے اختیار گہرا سانس لے کر مسکرا دیں۔ اس کی اچھائی کو وہ اپنی دہشت سمجھی تھیں اور ان کے دل میں جو ذرا بھر خوف تھا۔ وہ بھی ختم ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

"ہاؤ!" اس کے قریب پہنچتے ہی وہ زور سے بولا اور وہ جو اپنے دھیان بیٹھی تھی۔ ڈر کے مارے اچھل پڑی۔ اس کے ڈرنے پر وہ زور سے ہنس پڑا۔

"کیا کر رہی تھیں"۔ فہد اسی طرح مسکراتا ہوا اس کے سامنے بیٹھ گیا اور سامنے رکھی کتابوں میں سے ایک کتاب اٹھا کر پوچھنے لگا۔

"آنکھوں کی جگہ بٹنے فٹ کروا رکھے ہیں۔ نظر نہیں آ رہا۔"

"اوہ تو اس کا مطلب ہے۔ تم پڑھ رہی تھیں۔ اسٹرینج مس ثمرین اور پڑھائی؟"

"زیادہ مسخرہ بننے کی ضرورت نہیں۔ بی اے میں پاس ہونے کے لیے تھوڑا بہت پڑھنا پڑتا ہے۔"

"اچھا!" اس نے ایسے سر ہلایا جیسے بہت متاثر ہوا ہو۔ "ویسے بائی دا وے! جو اصل پڑھاکو ہیں وہ کہاں ہے اور اسے میرا گفٹ پسند آیا؟" "یہ تم خود اس سے پوچھ لو کیونکہ وہ تم سے ناراض ہے۔"

وہ کچھ سنجیدگی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا پھر اندر کی طرف بڑھ گیا۔

وہ سامنے صوفے پر بیٹھی اپنے نوٹ پیڈ پر کچھ لکھ رہی تھی اس کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی پھر ناراضی سے سر جھکا لیا۔ فہد اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ثمرین نے کہا تم مجھ سے ناراض ہو۔" وہ خاموش رہی تھی۔

"کیا سوٹ پسند نہیں آیا؟" اب کی بار وہ اٹھ کر الماری کی طرف بڑھ گئی اور اس کا بھیجا ہوا سوٹ لا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

"یہ آپ واپس لے جائیں۔" "مجھے آپ کی ہمدردی یا ترس کی ضرورت نہیں؟" یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ کھل کر کہو۔"

"کیا آپ کو پتا نہیں کہ آپ نے مجھے یہ سوٹ کیوں دیا؟"

"ویری گڈ! اب مجھے بھی بتا دو۔"

"اس دن آپ کی پارٹی میں میں نے اچھے کپڑے نہیں پہنے تھے۔ میری وجہ سے آپ کو شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔ کل آپ کی برتھ ڈے ہے۔ اس سے پہلے آپ نے ثمرین کے ہاتھوں یہ ڈریس بھیج دیا تاکہ پھر آپ کو میری وجہ سے شرمندگی محسوس نہ ہو تو میں آپ کو بتا دوں۔ کہ میں آپ کی پارٹی میں نہیں آؤں گی۔ مجھے آپ کی اس مہربانی کی ضرورت نہیں۔"

وہ ہاتھ کی مٹھی ٹھوڑی کے نیچے رکھے کتنی دیر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا آنسو تیزی سے ٹپک رہے

تھے۔

"مجھے نہیں پتا تھا تعبیر! تم اتنی بڑی ہو گئی ہو۔"

"اور فہد بھائی! میں نے کم از کم آپ سے یہ امید نہیں کی تھی۔"

"تعبیر! بند کرو یہ رونا"۔

"فہد بھائی میرے لیے دنیا میں تین لوگ اہم اور میرے دل کے قریب ہیں ماموں، ثمرین اور آپ ہیں اور آپ تینوں کے لیے میرا وجود یا میرا کوئی عمل شرمندگی کا باعث بنے میرے لیے مرنے کا مقام ہو گا"۔

"تعبیر!" فہد نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنا دوسرا ہاتھ بھی اس پر رکھ دیا "تم اتنی اچھی ہو کہ کسی کو بھی تمہاری وجہ سے کوئی شرمندگی یا شکایت نہیں ہو سکتی اور خوب صورت بھی اتنی ہو کہ سادگی میں بھی قیامت ڈھاتی ہو۔"

"فہد بھائی! سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ وہ بمشکل بول پائی۔

"مذاق نہیں۔ میں سیریس ہوں پتا ہے اس دن میرے سارے دوست تمہارا پوچھ رہے تھے اور مجھے شدید غصہ آرہا تھا۔ ایک دو سے تو لڑائی ہو گئی میری۔"

"آپ نے لڑائی کی؟" وہ رونا بھول کر حیرت سے فہد کو دیکھنے لگی۔

"ہاں... کیونکہ کوئی تمہیں دیکھے مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

تعبیر سب بھول کر اسے فہد کو یوں دیکھنے لگی جیسے سمجھ نہ پا رہی ہو۔

"تمہیں دیکھنے کا حق صرف میرے پاس ہے"۔ وہ اب تعبیر کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔ تعبیر پلک جھپکائے بغیر اسے دیکھے گئی سامنے بیٹھا فہد وہ فہد تو نہیں لگ رہا تھا، جسے وہ جانتی تھی یہ تو کوئی اور تھا اجنبی سا لیکن دل کے قریب قریب۔

دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور ماحول کا سارا فسوں ٹوٹ گیا۔

"ہو گئی صلح تم دونوں میں؟" وہ اپنی جھونک میں اندر آئی۔ فہد نے گہری نظر تعبیر پر ڈالی جو سر جھکائے گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو مسل رہی تھی۔ وہ جانتا تھا اس نے بہت اچانک اپنے دل کی بات کہہ کر اسے پریشان کر دیا ہے لیکن وہ اپنے دل کی بات ابھی کسی پر بھی عیاں نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چاہے وہ ثمرین جیسی اس کی بیسٹ فرینڈ ہی کیوں نہ ہو۔

"تعبیر! یہ سوٹ صرف میں نے تمہارے لیے ہی نہیں لیا۔ ثمرین کے لیے بھی ایسا ہی لیا ہے۔ اس لیے فضول مت سوچو اور اگر کل تم یہ سوٹ پہن کر آؤ گی تو مجھے اچھا لگے گا۔"

تعبیر نے جھکی نظروں کے ساتھ سر ہلایا تھا کیونکہ اب آنکھیں اٹھا کر دیکھنے کا یارا نہیں رہا تھا۔ اسے خود محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی آنکھیں اس خوشی کو ظاہر کر دیں گی جو ابھی ابھی اس کے دل نے محسوس کی ہے۔

☆ ☆ ☆

"واؤ! یہ تم ہو تعبیر؟" ثمرین اسے دیکھ کر بے ساختہ بولی، جو فہد کے دیے ہوئے لباس میں صرف ہلکی سی لپ اسٹک اور کانوں میں چھوٹے سے ٹاپس پہننے سے کھل اٹھی تھی۔

"تم بھی بہت اچھی لگ رہی ہو۔"

"واقعی یار! لگنا بھی چاہیے۔ کل سے اپنے چہرے کے ساتھ تجربات کر رہی ہوں۔"

"اچھا چلو اور کتنا آئینہ دیکھو گی؟" تعبیر اس کا ہاتھ کھینچ کر باہر لے آئی۔ پہلا سامنا ہی شاہدہ سے ہوا۔ جیسے ہی ان کی نظر تعبیر پر پڑی چونک گئیں۔ ان کو یوں اپنی طرف گھورتے پا کر تعبیر گھبرا کر غیر ارادی طور پر ثمرین کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرنے لگی۔

"امی! ہم فہد کے ساتھ باہر ڈنر پر جا رہے ہیں۔"

"ہم؟" انہوں نے ناگواری سے تعبیر کو دیکھ کر دہرایا۔

"جی میں اور تعبیر۔ ہم دونوں جا رہے ہیں' اللہ حافظ۔" ثمرین کے بات ختم کرتے ہی وہ تیزی سے ثمرین کے پیچھے لپکی۔

فہد باہر گاڑی میں ان کا انتظار کر رہا تھا۔ ثمرین فرنٹ ڈور کھول کر بڑے استحقاق کے ساتھ بیٹھ گئی۔ فہد کو دیکھ کر تعبیر کے چہرے پر جو شرمیلی مسکراہٹ آئی تھی، وہ دھیمی پڑ گئی۔ وہ پچھلا دروازہ کھول کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔

ثمرین تو ہمیشہ سے ایسے ہی فہد کے ساتھ بیٹھتی تھی لیکن اس نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ مگر آج اسے بہت محسوس ہوا تھا شاید فہد کی کل کی باتوں کا اثر تھا۔ اس نے باہر کے نظاروں سے نظر ہٹا کر مرر کی طرف دیکھا تو نظریں فہد کی نظروں سے ٹکرا گئیں۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ نظریں ملنے پر وہ مسکرایا تو ایک شرمیلی سی مسکراہٹ خود بخود اس کے ہونٹوں پر آگئی۔ ثمرین مسلسل فہد سے باتیں کر رہی تھی لیکن فہد کا سارا دھیان پیچھے بیٹھی تعبیر کی طرف تھا۔

میز پر بیٹھتے ہی فہد نے کیک منگوایا۔

"تعبیر"

"ہوں!" اس نے چونک کر ثمرین کو دیکھا۔

"کہاں گم ہو کب سے تم سے پوچھ رہی ہوں کیا منگوائیں؟"

"کوئی بات نہیں۔ تعبیر کا آرڈر میں دے دیتا ہوں۔ مجھے پتا ہے تعبیر کو کیا پسند ہے۔ ویسے تعبیر! آج تم بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔" تعبیر نے جھٹکے سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ہے نا۔ میں بھی اسے یہی کہہ رہی تھی۔" ثمرین نے مسکراتے ہوئے تعبیر کو دیکھا، جس کے چہرے کا رنگ سرخ پڑ گیا تھا۔

"چلو تالیاں بجانا شروع کرو۔ میں کیک کاٹنے لگا ہوں۔" فہد نے بات بدلتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو برتھ ڈے بوائے کتنے سال کا ہو گیا ہے؟" کیک کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے ثمرین نے شرارتی انداز میں فہد کو دیکھا۔

"تم سے دو سال بڑا ہوں۔ لگا لو اندازہ۔" فہد نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔

"اچھا!" ثمرین نے افسوس سے سر ہلایا۔ "پھر تو ابھی تم بہت چھوٹے ہو۔"

"نہیں... شادی کی عمر تو ہو چکی ہے"۔ فہد ہنستے ہوئے بولا۔

واپسی پر وہ دونوں چہک رہے تھے لیکن تعبیر خاموش تھی۔ فہد نے کتنی دفعہ مرر سے اسے دیکھا لیکن اس نے ایک دفعہ بھی فہد کی طرف نہیں دیکھا۔ حالانکہ وہ جانتی تھی۔ وہ بار بار اسے دیکھ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو اس کا موبائل فون بج رہا تھا۔ اسکرین پر فہد کا نام دیکھ کر وہ تذبذب کا شکار ہو گئی تھی۔ اگلے لمحے وہ یس کا بٹن دبا چکی تھی۔

"کیا کر رہی تھیں۔"

"ماموں کو چائے دے کر آئی ہوں۔"

"کل تم بہت خوب صورت لگ رہی تھیں۔" وہ اس کے سامنے نہیں تھا لیکن پھر بھی اس کا چہرہ دہک اٹھا تھا۔

"کچھ کہو گی نہیں۔" اس کی خاموشی محسوس کر کے وہ دوبارہ بولا۔

"کیا کہوں؟" وہ دھیمی آواز میں بولی۔

"کچھ بھی، جس سے مجھے لگے کہ محبت کے اس سفر میں میں اکیلا نہیں۔"

تعبیر گھبرا کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

"مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا فہد بھائی! وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولی تو فہد نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"توبہ ہے لڑکی! تم نے میرے اچھے خاصے رومانٹک موڈ کا بیڑا غرق کر دیا۔ میری نیت دیکھو اور اپنا رشتہ دیکھو۔ بھائی کس کو بولا تم نے؟" اس کی جھنجلاہٹ پر تعبیر کی ہنسی نکل گئی۔

"ہنس لو۔" اس کے چڑ کر کہنے پر تعبیر کی ہنسی اور گہری ہو گئی۔

"اچھا یہ بتاؤ۔ کل واپسی پر تمہارا موڈ آف کیوں تھا؟"

تعبیر کو خوشگوار حیرت ہوئی کہ اس نے اس کی خاموشی کا نوٹس لیا تھا۔

"مجھے بہت عجیب سا لگ رہا تھا۔ اور ثمرین نے آپ کو جو گفٹ دیا۔ وہ بہت قیمتی تھا اور میرا پرفیوم۔"

"ایک منٹ تعبیر!" فہد نے اسے ٹوک دیا۔ "تحفہ دینے والے کی نیت دیکھی جاتی ہے، تحفے کی قیمت نہیں اور ایک بات کلیئر کردوں تمہارا دیا ہوا تحفہ میری زندگی کا بہترین تحفہ ہے، بہت قیمتی اور بہت خاص، کیونکہ جس نے مجھے یہ تحفہ دیا ہے۔ وہ میرے لیے دنیا میں سب سے خاص ہے۔ سن رہی ہو نا۔" اس کی خاموشی محسوس کرکے وہ زور سے بولا۔

"جی!" وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

"لگتا ہے آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے میں نے کچھ اور کہا تو تم بے ہوش ہو جاؤ گی۔"

"بائے۔" اس نے فون بند کردیا لیکن وہ کتنی دیر تک اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکی۔

☼ ☼ ☼

"آؤ، آؤ ینگ مین! اتنے دن بعد چکر لگایا۔" تنویر صاحب جو اخبار پڑھ رہے تھے، فہد کو دیکھ کر بے ساختہ خوش ہو گئے۔

"بس انکل! تھوڑا مصروف رہا۔ فارغ ہوں نا تو پاپا کی کوشش رہتی ہے۔ مجھے قابو کرلیں کسی بھی طرح۔ ان کا دل کرتا ہے میں اسٹور سنبھال لوں اور میرا مائنڈ اس طرف ہے نہیں، پر وہ سمجھتے ہی نہیں۔" آخری بات اس نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہی۔

"بیٹا! تو وہ بھی غلط نہیں نا تم ان کے اکلوتے بیٹے ہو۔ کل کو یہ سب تمہیں ہی سنبھالنا ہے۔"

"لیکن انکل! میں نے بی بی اے اسٹور چلانے کے لیے تو نہیں کیا نا۔"

"اچھا ٹھیک ہے میں خاور سے بات کروں گا۔"

انہوں نے فہد کے والد کا نام لیا۔

"پہلے چائے پیو گے یا کھانا کھاؤ گے۔ آج ہماری بیٹی نے ہمارے لیے بریانی اور چکن قورمہ بنایا ہے۔"

"کھانا اور ثمرین؟" فہد نے مصنوعی انداز میں آنکھیں پھیلا کر انہیں دیکھا۔ تنویر صاحب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

"برخوردار! تم بھول گئے ہماری دو بیٹیاں ہیں اور اتنا ٹف کام ہماری چھوٹی بیٹی کرتی ہے۔" "جب ہی تو۔ میں تو حیران رہ گیا تھا انکل! بے چارہ اس کا شوہر۔ مجھے تو ابھی سے اس پر افسوس ہو رہا ہے۔" وہ ثمرین کو دیکھ کر بولا تھا اور اس کے اندازے کے عین مطابق وہ بھڑک کر اب اس کے سامنے کھڑی تھی۔ جب تعبیر باہر آئی۔ وہ دونوں بری طرح لڑنے میں مصروف تھے اور تنویر صاحب ان کی صلح کروانے کے بجائے ہنس رہے تھے۔

"اس لیے مجھے تعبیر اچھی لگتی ہے۔ تمہاری طرح لڑاکا نہیں ہے۔" اسے آتے دیکھ کر فہد نے ثمرین کو مزید چڑایا۔ اس نے گھبرا کر پہلے تنویر صاحب کو اور پھر ثمرین کو دیکھا لیکن کسی نے دھیان نہیں دیا تھا۔ بہت چاہنے کے باوجود وہ ثمرین کو اب تک نہیں بتا سکی تھی، فہد نے منع کیا تھا۔

وہ ان دونوں کو دیکھ رہی تھی جو اب لڑنے کے بجائے کسی بات پر ہنس رہے تھے۔

"اب آگے تم دونوں نے کیا کرنا ہے؟"

"پاپا! میں تو تھک گئی ہوں پڑھ پڑھ کے۔ اب مجھ سے پڑھا نہیں جاتا۔"

"تم تو شروع سے ہی پڑھائی کی چور ہو۔" فہد فوراً بولا۔

"تم اپنی چونچ بند رکھو۔"

"ثمرین! ایسے بات کرتے ہیں؟" شاہدہ نے ثمرین کو تنبیہی انداز میں گھورا۔

"اور تعبیر تم؟" تنویر صاحب کے پوچھنے پر وہ خاموشی سے ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"پاپا! صاف بات ہے۔ اس نے ایف ایس سی میں اتنے شاندار نمبر لیے ہیں۔ یقیناً میڈیکل میں جانا چاہے گی۔"

اس کی مشکل ثمرین نے آسان کردی تھی۔ تنویر صاحب نے سوالیہ نظروں سے تعبیر کی طرف دیکھا جس نے سر ہلا کر ثمرین کی تائید کی تھی۔ تنویر صاحب نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔ جبکہ شاہدہ نے قہر بھری نظروں سے تعبیر کی طرف دیکھا لیکن وہ اس وقت ان کی نظروں کی تپش سے بے نیاز فہد کی سنگت میں سب بھلائے بیٹھی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ وضو کرکے باتھ روم سے باہر آئے تو شاہدہ بیگم ان کا موبائل ہاتھ میں لیے ان کی منتظر تھیں۔

"کسی فیاض صاحب کا فون ہے۔"

انہوں نے سر ہلا کر فون تھام لیا۔ وہ جتنی دیر بات کرتے رہے شاہدہ بیڈ شیٹ ٹھیک کرنے کے بہانے وہیں رکی رہیں۔ جوں ہی انہوں نے فون بند کیا۔ شاہدہ بیگم سیدھی کھڑی ہو کر ان کو دیکھنے لگیں۔

"کون تھے یہ فیاض صاحب؟"

"میرے کولیگ ہیں۔"

"آپ ان سے سات لاکھ کی کیا بات کر رہے تھے؟"

"میں نے اس سے سات لاکھ قرض بطور قرض مانگے ہیں۔"

"کیوں؟" شاہدہ نے حیرت سے پوچھا۔ تنویر صاحب اب صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔

"تمہیں تو پتا ہے ریٹائرمنٹ کے بعد مجھے جتنی رقم ملی وہ میں نے ڈپازٹ کروادی تھی اور ڈپازٹ کو میں ابھی نہیں تڑوا سکتا تو اس لیے فیاض سے قرض لیا ہے۔"

"لیکن آخر آپ کو اتنی رقم کی کیا ضرورت پڑ گئی۔"

"بھئی، تعبیر کا میڈیکل میں ایڈمیشن ہو رہا ہے اور ایڈمیشن کے لیے ہزاروں نہیں لاکھوں چاہئیں۔"

کتنی دیر تک وہ بول ہی نہیں سکیں۔

"تنویر صاحب! آپ اپنے حواسوں میں تو ہیں۔ کیا آپ کی زندگی میں تعبیر کے علاوہ کوئی رشتہ ہے؟ سب کچھ اسی پر لٹا دیں گے۔ اپنی بیٹی کے لیے کیا سوچا ہے آپ نے۔ کل کو اس کی شادی نہیں کرنی؟"

"جب ثمرین کا وقت آئے گا تب اس کے لیے بھی ہو جائے گا۔"

"کیسے؟" وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر بولیں "ہوائی باتیں کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جس طرح آپ لٹا رہے ہیں اس پر، مجھے پتا ہے ایک وقت آئے گا میں اور میری بیٹی سڑک پر ہوں گے۔" ان کی آواز غصے کے مارے پھٹ سی گئی تھی۔

"آواز نیچی کرکے بات کرو۔ میں کسی پر کچھ نہیں لٹا رہا۔ مجھ پر تعبیر کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا ثمرین کا۔ تعبیر پر خرچ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ میں تمہیں یا ثمرین کو اگنور کر رہا ہوں۔ کیا میں نے کبھی تم دونوں کی حق تلفی کی۔ اگر میں تعبیر کی پڑھائی پر کچھ خرچ کرتا ہوں تو میرا فرض ہے کیونکہ میں نے اس کی کفالت کی ذمہ داری لی ہے اور آگے اس کی شادی کی ذمہ داری بھی میری ہے اور میں اپنی ذمہ داری سے بالکل منہ نہیں موڑ سکتا۔ نہ مجھے کوئی مجبور کرسکتا ہے، نہ روک سکتا ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے نماز کی نیت باندھ لی۔

"جو آپ کا دل کرتا ہے کریں۔ میں چلی جاتی ہوں اپنی بیٹی کو لے کر کسی ایدھی ہوم میں۔ رکھیں اپنی بہن کی نشانی کو اپنے پاس۔"

شاہدہ زور زور سے چیخ رہی تھیں۔ جبکہ تنویر صاحب کی آواز اب نہیں آرہی تھی۔ باہر چائے کی پیالی لیے کھڑی تعبیر کے ساکت وجود میں حرکت ہوئی۔ وہ بڑی مشکل سے اپنے کمرے میں آئی۔ یہ بھی اچھا تھا کہ ثمرین سو چکی تھی، ورنہ اسے یوں دیکھ کر وہ ضرور سوال کرتی اور اس وقت وہ کچھ بھی کہنے کے قابل نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے لیٹ گئی اسی وقت اس کے تکیے کے نیچے رکھا اس کا فون وائبریٹ کرنے لگا۔

اس کے اندازے کے مطابق فہد کی کال تھی مگر اس وقت وہ اتنی پریشان تھی کہ کسی سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے آنکھوں کو زور سے بند کرلیا تھا۔

☼ ☼ ☼

صبح اس کی آنکھ معمول سے لیٹ کھلی تھی۔ جب
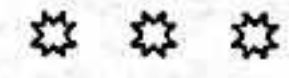
وہ باہر آئی تو ثمرین چائے کا کپ ہاتھ میں لیے مارننگ شو دیکھ رہی تھی۔ جبکہ ممانی لاؤنج میں رکھے تخت پر بیٹھی سبزی کاٹ رہی تھیں۔

"پہلی دفعہ تم چڑیوں کے بعد اٹھی ہو۔ ناشتا کرو گی؟"

"نہیں میں خود بنالوں گی۔" ثمرین کو اٹھتے دیکھ کر اس نے روکا۔

اس نے دزدیدہ نظروں سے ممانی کی طرف دیکھا۔ دور سے ہی ان کے ماتھے کے بل واضح ہو رہے تھے۔ وہ دل کڑا کر ان کے پاس گئی۔

"لائیں ممانی! میں کاٹ دیتی ہوں۔"

یالک کاٹتا ان کا ہاتھ رک گیا۔ انہوں نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میرے ہاتھ سلامت ہیں۔ تمہیں نظر نہیں آرہا کیا؟ اور یہ ایفیشنسی اپنے ماموں کو دکھاؤ۔ جن سے تمہیں مطلب ہے۔" تعبیر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ثمرین ناراضی سے بولی۔

"ایسا کیا کہا ہے ممی! اس نے جو آپ یوں بی ہیو کر رہی ہیں۔"

"ثمرین! میں نے کتنی بار تم سے کہا ہے، میری بات میں مداخلت مت کیا کرو۔" اب کے وہ ثمرین سے بھی غصے سے بولیں۔

"جاؤ تعبیر! تم جا کر ناشتا کرو۔" تعبیر آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو پلکیں جھپک کر پیچھے دھکیلتی تیزی سے کچن کی طرف بڑھی۔

وہ چھری ٹوکری میں پٹخ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ ثمرین نہ سمجھنے والے انداز میں بند دروازے کو دیکھنے لگی۔ پھر سر جھٹک کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا رخ کچن کی طرف تھا لیکن باہر ڈور بیل کی آواز سن کر وہ باہر کی طرف بڑھ گئی۔ جہاں فہد کے ساتھ تنویر صاحب کھڑے تھے۔

"پاپا! آپ صبح صبح کہاں چلے گئے تھے؟"

"فہد کے ساتھ بینک گیا تھا۔"

"تم اتنی صبح کیسے اٹھ گئے؟"

"انکل کا حکم کیسے ٹال سکتا تھا؟"

"ہوں۔۔۔ آئے بڑے انکل کے فرماں بردار۔"

"نہیں ثمرین! فہد واقعی میرے بیٹوں سے بڑھ کر ہے۔" انہوں نے پیار سے فہد کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

ثمرین کی نظریں فہد کے چہرے پر ٹھہر گئیں۔ اس کے یوں غور سے دیکھنے پر فہد نے ابرو اچکا کر استفسار کیا۔ جواباً وہ سر ہلا کر مسکرا دی۔

"تعبیر!" انہوں نے اونچی آواز میں اسے پکارا۔

"جی ماموں!" وہ کچن سے نکل کر آئی۔ اس نے ایک نظر فہد کو دیکھا جو بہت غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ تنویر صاحب کے قریب آکر بیٹھ گئی۔

"میں آج میڈیکل کالج گیا وہاں۔۔۔" وہ ان کی بات کاٹ کر بول پڑی۔

"ماموں! مجھے میڈیکل میں ایڈمیشن نہیں لینا۔"

اس نے جیسے دھماکا کیا وہاں موجود تینوں افراد حیرت کے مارے کچھ دیر کے لیے بول ہی نہیں سکے۔

"وجہ پوچھ سکتے ہیں؟" سب سے پہلے فہد نے سوال کیا تھا۔

"بس اب میرا دل نہیں کرتا پڑھنے کو۔"

"تم پاگل تو نہیں ہو گئیں؟" ثمرین نے غصے سے اسے دیکھا۔

"کسی نے تم سے کچھ کہا ہے؟" تنویر صاحب نے اسے ساتھ لگاتے ہوئے اس کا چہرہ اونچا کر کے سوال کیا۔

"نہیں ماموں! مجھے کسی نے کچھ نہیں کہا۔ بس مجھے لگتا ہے میں اتنی ٹف اسٹڈی نہیں کر سکتی۔"

"ڈاکٹر بننا تمہاری بہت بڑی خواہش تھی۔"

"جی ماموں!" وہ سر جھکائے بس یہی بول سکی۔

"تعبیر! مجھے وجہ بتاؤ۔" تنویر صاحب بے انتہا سنجیدگی سے اس کا جائزہ لے رہے تھے۔

"ماموں! میں سچ کہہ رہی ہوں۔ مجھ سے اتنی اسٹڈی نہیں ہو گی۔ میں نہیں کر سکتی۔" اس کی آنکھوں سے اب آنسو نکل آئے۔ ثمرین اور فہد نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا۔

"تم جانتی ہو نا تعبیر! تمہاری ماں کی بھی یہ خواہش تھی بلکہ آخری خواہش تھی۔" انہوں نے اسے قائل کرنے کی آخری کوشش کی تھی۔

"ماموں پلیز! آپ کو میری قسم۔ آپ مجھے فورس نہیں کریں گے۔" اس نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا لیا۔ اس کو یوں روتے دیکھ کر وہ تینوں پریشان ہو گئے تھے۔

"ٹھیک ہے بیٹا! جیسے تمہاری مرضی۔" تنویر صاحب اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے۔

"ماموں جی!" اس نے ایک دم روتے ہوئے ان کا ہاتھ تھاما "آپ پلیز مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ میں آپ کی ناراضی برداشت نہیں کر سکتی۔"

"نہیں بیٹا! میں تم سے ناراض نہیں اور نہ کبھی ہو سکتا ہوں۔ بس تم روؤ نہیں تمہارا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے ان کی آواز نم ہوئی تو تعبیر نے بے ساختہ اپنے آنسو صاف کیے تھے۔

باپ کو یوں دکھی دیکھ کر ثمرین رونے لگی۔

"ثمرین!" تنویر صاحب تیزی سے اس کی طرف بڑھے تھے۔ "پاگل ہو تم دونوں۔ ایک کو چپ کرواتا ہوں۔ دوسری رونے لگتی ہے۔ میں تم دونوں کی آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔" وہ ثمرین کو ساتھ لگائے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ ان کے جاتے ہی فہد نے سامنے سر جھکائے بیٹھی تعبیر کو دیکھا۔

"تعبیر!" فہد کے پکارنے پر اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اس کی آنکھیں یکایک پھر پانی سے بھر گئیں۔ وہ تیزی سے اٹھی اور بھاگتے ہوئے باہر نکل گئی۔

فہد پریشان ہو کر اس کے پیچھے گیا۔ وہ برآمدے کے پیچھے بنی سیڑھیوں پر سر گھٹنوں میں دیے بیٹھی تھی۔ فہد اس سے دو سیڑھیوں کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ اس کا ہلکے ہلکے لرزتا ہوا وجود بتا رہا تھا کہ وہ رو رہی ہے۔

فہد گہرا سانس لے کر اس کے قریب بیٹھ گیا اور زبردستی اس کا چہرہ اونچا کیا اور اس کا چہرہ دیکھ کر وہ کافی پریشان ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ بے تحاشا سرخ ہو رہا تھا اور وہ ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔

"ایسے کیوں رو رہی ہو۔ مجھے بتاؤ، ہوا کیا ہے۔ کیوں تم نے منع کیا ایڈمشن سے؟" وہ بتانے کے بجائے مسلسل سر نفی میں ہلا رہی تھی۔

"اگر تم اس طرح روتی رہیں تو میں اٹھ کر چلا جاؤں گا۔" تعبیر نے ایک دم اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ اور بڑی مشکلوں سے ہچکیوں کے ساتھ اسے کل تنویر صاحب اور شاہدہ کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا۔ اس کی بات سن کر فہد کتنی دیر تک پُرسوچ انداز میں سامنے دیکھتا رہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا، خالہ کو تم سے کیا پرابلم ہے۔" فہد نے تو یہ بات آج کہی تھی، وہ تو بچپن سے یہی سوچتی آرہی تھی۔

"لیکن بے وقوف تم خود ہو۔ خالہ نے ایسا کہا تھا۔ انکل نے تو اگری نہیں کیا، تمہاری ساری اسٹڈی کا خرچ انکل نے اٹھانا تھا خالہ نے نہیں اور ابھی بھی وقت ہے یہ موقع نہ گنواؤ۔"

"نہیں فہد اگر میں ایسا کرتی ہوں تو ممانی کے دل میں میرے لیے نفرت اور بڑھ جائے گی اور ماموں جو کر رہے ہیں وہ ان کے لیے بھی تو آسان نہیں۔ انہوں نے قرض لیا ہے اور میں نہیں چاہتی۔ میری وجہ سے وہ کسی کے مقروض ہوں اور میری وجہ سے ثمرین کی کوئی خوشی ادھوری رہ جائے۔ ڈاکٹر بننا میری خواہش تھی۔ میری امی کی آخری خواہش تھی لیکن ضروری تو نہیں زندگی میں آپ کی ہر خواہش پوری ہو جائے۔"

"تم ایسا مت سوچو کہ ہر خواہش پوری نہیں ہوتی۔ میں ہوں نا میں تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا۔"

تعبیر خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"میں ابھی تم سے شادی کی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایک تو مجھے پتا تھا کہ تمہاری خواہش کیا ہے اور اس خواہش کی تکمیل تک میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دوسرا میں ابھی خود بے کار ہوں۔ اپنے پیرنٹس پر ڈپینڈ کرتا ہوں لیکن اب کچھ کرنا پڑے گا۔ پہلے تو یہ کہ اپنی جاب کا کچھ کرتا ہوں پھر ممی سے بات کرتا ہوں۔"

"کیا آنٹی مان جائیں گی؟" فہد کے سارے پلان سننے کے بعد اس نے سوال کیا۔ ایک پل کے لیے فہد لا جواب ہوا تھا۔

"تھوڑا مسئلہ ہو سکتا ہے۔ امی تو شاید مان جائیں مگر خالہ کوئی نہ کوئی مسئلہ کری ایٹ کر سکتی ہیں۔" فہد کا تو پتا نہیں لیکن وہ مکمل طور پر مایوس ہو چکی تھی۔

"کیا میں ثمرین کو بتا دوں؟"

"پاگل ہو گئی ہو۔" فہد نے ایک دم اسے ٹوک دیا تھا۔

"پتا ہے کہ جب بعد میں اسے پتا چلے گا تو وہ بہت ناراض ہو گی اور میں ثمرین کو ناراض نہیں کرنا چاہتی۔"

"ثمرین مجھ سے بھی اتنی کلوز ہے جتنے تمہارے۔ شاید تم سے بھی زیادہ۔ لیکن میں اس کی عادت بھی جانتا ہوں۔ وہ پیٹ کی کتنی ہلکی ہے۔ وہ تو بنی بنائی بات خراب کر دے گی۔"

"لیکن آپ جانتے ہیں۔ ہماری سب سے زیادہ مدد بھی وہی کر سکتی ہے۔"

"ہوں!" اب کے فہد پر سوچ انداز میں بولا تھا۔ "ٹھیک ہے سوچتے ہیں کچھ فی الحال تم چپ رہو۔" وہ جینز جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"اب تم بالکل بھی نہیں رونا۔ تم نے یہ فیصلہ جس وجہ سے بھی کیا ہے۔ تمہارا اپنا فیصلہ ہے۔ اس لیے اب اس پر رونے کی وجہ نہیں بنتی۔ اپنا موڈ رات تک ٹھیک کر لینا۔ فون کروں گا۔ اٹینڈ کر لینا۔"

وہ کہہ کر چلا گیا تھا جبکہ وہ کتنی دیر ویسے ہی بیٹھی رہی۔ اس نے اپنا سارا دکھ اپنے دل کی بات اسے بتا دی اور وہ سرسری انداز میں تسلی دے کر چلا گیا۔ اس کا کتنا بڑا نقصان ہو گیا لیکن اس کو اس کا موڈ رات تک ٹھیک چاہیے تھا کیونکہ وہ اس کی وجہ سے اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

☆ ☆ ☆

وقت رکتا نہیں کٹ ہی جاتا ہے۔ کسی نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ اس نے بی ایس سی میں ایڈمیشن لے لیا تھا۔ شروع شروع میں اسے بہت مشکل لگتا تھا۔ میڈیکل کی لڑکیوں کو دیکھتی تو ایک ہُوک سی دل میں اٹھتی تھی لیکن پھر صبر آجاتا۔ زندگی میں ایک امید تھی۔ اچھی امید اور وہ تھی فہد کی صورت اسے اب انتظار تھا اس گھڑی کا جب وہ دلہن بن کر فہد کے گھر جائے گی جو اس کا اپنا گھر ہو گا۔ اس کا اپنا لیکن شاید اس کی آزمائش ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ فہد کو ان دو سالوں میں جاب تو نہیں ملی تھی لیکن آسٹریلیا کا ویزا لگ گیا تھا۔

وہ آسٹریلیا جا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ثمرین کو بھی غصہ تھا۔ اس کی اب تک فہد سے ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن ثمرین تو جا کر باقاعدہ اس سے لڑ آئی تھی۔ وہ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا تو ان کا بھی بہت چہیتا تھا کوئی نہیں چاہتا تھا۔ وہ جائے لیکن وہ جانے پر بضد تھا۔

وہ تینوں بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے جب شاہدہ بیگم لاؤنج میں داخل ہوئیں۔

"بیگم! اس وقت کہاں کی تیاری ہے؟" رات کے سات بجے انہیں تیار دیکھ کر وہ حیران ہوئے تھے۔

"آپا کی طرف جا رہی ہوں۔ خاور بھائی کا فون تھا آپا کی طبیعت ٹھیک نہیں۔"

"کیوں کیا ہوا انہیں؟" وہ پریشانی سے بولے۔

"بی پی کافی ہائی ہو گیا ہے ان کا۔ اور یہ سب اس نالائق فہد کی وجہ سے ہے۔ جانتا ہے ماں کی جان ہے اس کے اندر پھر بھی ستاتا ہے۔ ایک ہی ضد پکڑے بیٹھا ہے۔ آسٹریلیا جانا ہے۔"

تعبیر نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر ثمرین کا چہرہ دیکھا جس کے ہر وقت مسکراتے چہرے پر غصہ چھایا تھا اور یہ آج سے نہیں جب سے اسے پتا چلا تھا کہ فہد آسٹریلیا جا رہا ہے برا تو اسے بھی لگا تھا لیکن وہ اظہار نہیں کر سکتی تھی جبکہ ثمرین پر ایسی کوئی پابندی نہیں تھی۔

"چلو بیگم! میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

تنویر صاحب بھی کھڑے ہو گئے۔

"میں بھی چلتی ہوں۔" ثمرین بھی کھڑی ہو گئی۔

"تم چلو گی؟" ثمرین نے تعبیر سے پوچھا۔ اس نے ایک نظر شاہدہ بیگم کو دیکھ کر سر نفی میں ہلا دیا۔

وہ جانتی تھی وہ فہد کو دیکھ کر کمزور پڑ جائے گی اور وہ کسی کو بھی خود پر انگلی اٹھانے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔ ثمرین کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن تنویر صاحب نے اسے ٹوک دیا تھا۔

"ٹھیک ہے، تعبیر کو گھر رہنے دو اور بیٹا! تم دروازہ اچھی طرح بند کر لو ہم تھوڑی دیر میں آجاتے ہیں۔"

ان کے جانے کے بعد وہ دوبارہ ٹی وی کے آگے آکر بیٹھ گئی۔ وہ دیکھ تو اسکرین کی طرف رہی تھی لیکن ذہنی طور پر وہاں موجود نہیں تھی۔

ڈور بیل پر وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔ اس کی نظر گھڑی کی طرف اٹھی۔ ابھی تو ماموں وغیرہ کو گئے پانچ منٹ ہی ہوئے تھے۔ وہ حیران ہوتی ہوئی دروازے تک آئی تھی۔

"کون؟"

"فہد!" وہ ایک پل کے لیے حیران ہوئی پھر دروازہ کھول دیا۔

"سب آپ کی طرف گئے ہیں۔"

"جانتا ہوں اسی لیے آیا ہوں۔" وہ اندر آگیا۔

"کیا پرابلم ہے تمہارے ساتھ تعبیر! کیوں اتنے دن سے مجھ سے بات نہیں کر رہیں؟" وہ ایک دم بھڑک کر بولا اور کتنے دن کا اس کا ضبط ٹوٹ گیا۔ فہد نے گہرا سانس لیا۔

"آخر تم سب لوگوں کے ساتھ مسئلہ کیا ہے۔ گھر میں بھی ہر وقت یہی رونا دھونا مچا رہتا ہے اور اب یہاں آیا ہوں تو تم شروع ہو گئی ہو۔ میں آسٹریلیا جا رہا ہوں جنگ پر نہیں ساری دنیا کے لوگ جاتے ہیں۔ ایسا تو نہیں کیا جاتا۔" اب کے وہ جھنجلا کر وہیں صوفے پر بیٹھ گیا۔

"آپ نہ جائیں پلیز۔" وہ اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"میں تمہارے پاس آیا تھا تعبیر! کہ تم۔ تو مجھے سمجھو گی میں یہ سب تمہارے لیے کر رہا ہوں کیونکہ مجھے پتا ہے کہ جب بھی میں تمہارا نام لوں گا ایک طوفان ضرور آئے گا۔ خالہ کو جو پرابلم تمہارے ساتھ ہے۔ سب کو پتا ہے اور میری امی کا دنیا میں ایک ہی رشتہ ہے بہن کا۔ وہ کبھی ان کے اگینسٹ نہیں جا سکتیں اور پاپا ان کے اگینسٹ نہیں جا سکتے۔ صورت حال تمہارے سامنے ہے۔ دو سال سے مجھے اچھی ملازمت نہیں مل رہی اگر میں مالی طور پر مضبوط نہ ہوا تو مشکل کس کو ہو گی مجھے اور تمہیں۔"

اس کی تفصیل پر بھی اس کے آنسوؤں کی روانی میں کمی نہیں آئی تھی۔

"تم نہیں چاہتیں کہ میں جاؤں؟" اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"یعنی جو میں اتنی دیر سے بکواس کر رہا ہوں۔ وہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔"

اس نے دوبارہ سر جھکا لیا۔

"دیکھو میرا جانا ضروری ہے اگر تمہیں یہ ڈر ہے کہ وہاں جا کر میں کسی حسینہ کی زلفوں کا اسیر نہ ہو جاؤں تو یہ ڈر اپنے دل سے نکال دو۔ کیونکہ میں تمہارا اسیر ہوں' تمہارے لیے جا رہا ہوں اور تمہارے لیے آؤں گا۔"

تعبیر نے دوبارہ اس کا چہرہ دیکھا لیکن اب کی بار اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں آئے تھے۔ وہ کھڑا ہو گیا تھا۔

"چلتا ہوں اور اب میں تمہیں روتا نہ دیکھوں میرا انتظار کرنا۔" وہ اس کے قریب آکر بولا۔ اس سے پہلے وہ اس کی طرف دیکھتی یا کچھ کہتی' وہ چلا گیا۔

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

"لگتا ہے کچھ خاص بات ہے۔"

"یہ آپ کو کیوں لگا؟" شاہدہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بھئی آج خاص خاطر تواضع کی جا رہی ہے۔ اوپر

سے ہماری بیگم مسلسل مسکرا بھی رہی ہیں۔" تنویر صاحب نے چائے کے ساتھ اپنی پسند کا گاجر کا حلوہ دیکھ کر کہا۔

شاہدہ کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

"کیونکہ آج میں بہت خوش ہوں۔ اتنی خوش کہ میری خوشی مجھ سے کنٹرول نہیں ہو رہی۔"

"اب تو میرا تجسس اور بڑھ گیا ہے بیگم! جلدی بتائیں۔"

"آپ کو پتا ہے نا آج میں آپا کی طرف گئی تھی۔"

"ہاں تو یہ کون سی نئی بات ہے وہ تو تم روز جاتی ہو۔"

"اچھا پوری بات تو سن لیں۔" وہ جتنا جوش میں بول رہی تھیں ان کے ٹوکنے پر بدمزہ ہو کر رہ گئیں۔

"اچھا بولو۔" انہوں نے مسکرا کر چائے کی پیالی ہونٹوں سے لگالی۔

"آپا نے فہد کے لیے ہماری ثمرین کا رشتہ مانگا ہے۔" وہ جگمگاتے چہرے کے ساتھ انہیں دیکھنے لگیں۔

"کیا ہوا آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟" انہیں سنجیدہ دیکھ کر ان کی مسکراہٹ پھیکی پڑ گئی۔

"نہیں۔۔۔ مجھے بہت اچھا لگا۔ فہد مجھے بھی بہت پسند ہے لیکن کیا تم نے ثمرین سے پوچھا؟"

"پوچھا تو نہیں لیکن مجھے پتا ہے اُسے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

تنویر صاحب نے سر نفی میں ہلایا۔ "کوئی بھی فیصلہ لینے سے پہلے ثمرین کی رضامندی لے لینا۔"

"مجھے پتا تھا۔ آپ یہی کہیں گے۔ اسی لیے میں نے اسے بلوایا ہے۔ آپ خود اس سے۔" دستک پر ان کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔

ثمرین اندر آکر تنویر صاحب کے قریب بیٹھ گئی۔

"میں نے ایک بہت ضروری بات کرنے کے لیے تمہیں بلایا ہے۔"

"جی!" وہ حلوہ لے کر کھانے لگی۔

"تمہارا ایک رشتہ آیا ہے۔"

حلوہ کھاتا اس کا ہاتھ رک گیا تھا اس نے چور نظروں سے ساتھ بیٹھے اپنے باپ کو دیکھا۔

"ممی! میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ مجھ سے ابھی شادی کی بات نہ کریں۔ پاپا! آپ کیوں نہیں امی کو سمجھاتے۔" اس کا موڈ ایک دم آف ہو گیا۔

"لیکن بیٹا! اگر رشتہ اچھا ہے تو پھر حرج کیا ہے آخر کل نہیں تو پرسوں شادی کرنی تو ہے نا۔ بیٹیاں جتنی جلدی اپنے گھر کی ہو جائیں اتنا ہی اچھا ہے۔"

"تو پاپا! آپ کی ایک بیٹی اور بھی تو ہے۔ آپ تعبیر کے بارے میں کیوں نہیں سوچتے؟" شاہدہ نے ناگواری سے اپنی بیٹی کو دیکھا جو پھر تعبیر کو بیچ میں لے آئی۔

"اچھا بس بحث بعد میں کر لینا پہلے سن تو لو کون ہے۔" وہ ناراضی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"فہد۔ آپا نے فہد کے لیے تمہیں مانگا ہے۔" وہ ان کی طرف ایسے دیکھنے لگی جیسے اسے سننے میں غلطی ہوئی ہو۔ اس کی مسلسل خاموشی پر تنویر صاحب بولے۔

"شاہدہ! اس معاملے میں میں زبردستی کا قائل نہیں۔ ضروری نہیں فہد ہمیں پسند ہے تو ثمرین کو بھی پسند ہو۔ تم آپا سے معذرت کر لو۔"

"نہیں پاپا!" وہ بے ساختہ بولی تو ان دونوں نے ایک ساتھ اسے دیکھا۔ وہ اپنی بے ساختگی پر شرمندہ ہو کر سر جھکا گئی۔ "میرا مطلب ہے پاپا! اگر آپ کو پسند ہے تو ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" تنویر صاحب نے مسکرا کر شاہدہ کو دیکھا جن کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

"نہیں اتنی جلدی نہیں تم سوچ لو۔" تنویر صاحب نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا تو وہ جلدی سے بولی۔

"نہیں پاپا! میں نے سوچ لیا ہے جو آپ کی مرضی۔"

"یہ بات تعبیر سے مت کرنا۔"

"لیکن امی کیوں؟" وہ الجھ کر انہیں دیکھنے لگی۔ کیونکہ وہ یہ بات تعبیر کو ہی بتانے جا رہی تھی۔

"مجھے پتا ہے وہ تمہاری دوست ہے۔ تم اس سے ہر بات شیئر کرتی ہو لیکن جب تک باقاعدہ رشتہ طے

نہیں ہو جاتا کسی سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ نظر لگ جاتی ہے۔ سمجھ رہی ہو نا؟"

اسے تعبیر کا پتا تھا کہ اس کی عادت حسد کرنے والی نہیں۔ لیکن پھر بھی اس نے اپنی ماں کی بات مان لی تھی کیونکہ وہ کوئی رسک نہیں لینا چاہتی تھی۔ اس کے اس خواب کی تکمیل ہونے جا رہی تھی جس کو بچپن سے دیکھتے دیکھتے وہ جوان ہوئی تھی۔ وہ فہد کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔ کسی بھی قیمت پر نہیں۔

☆ ☆ ☆

گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔ تینوں افراد ایک دوسرے کے بارے میں سوچ رہے تھے اور تینوں ہی ایک دوسرے سے چھپا رہے تھے۔

"اب تم دونوں اپنے منہ کے زاویے ٹھیک کرو میں روز فون کروں گا اور بہت جلد واپس آؤں گا۔" وہ تعبیر کو دیکھ کر بولا تھا۔

اناؤنسمنٹ پر اس نے غور سے تعبیر کا چہرہ دیکھا جو ضبط کے مارے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ خود بھی کافی اداس تھا۔ پہلی بار اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر جا رہا تھا۔

"اوکے!" وہ خود پر ضبط کرتا ہوا ان دونوں کی طرف دیکھے بغیر پلٹا تھا۔

"فہد!" ثمرین بے اختیار اس کے پیچھے گئی۔

"تھینکس۔"

"کیوں؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہارے اظہار کا یہ طریقہ مجھے بہت پسند آیا۔"

"کیا بات کر رہی ہو ثمرین! کون سا طریقہ؟" وہ الجھا

"وہی جو خالہ نے امی سے کہا ہے۔" اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھلی تھی۔ ایک بار پھر اناؤنسمنٹ ہوئی تو اس نے سر جھٹکا۔

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ تم کیا کہہ رہی ہو۔ میں کال کروں گا تو بتانا۔"

وہ مڑ گیا۔ جبکہ دور کھڑی تعبیر کی آنکھوں کے سامنے پانی کی تہہ چھا گئی تھی۔ سارا منظر دھندلا گیا تھا۔ وہ آنکھیں صاف کرتے ہوئے آگے بڑھی اور بڑی زور سے کسی سے ٹکرائی تھی۔ اتنی چوٹ نہیں لگی تھی لیکن اسے رونے کا بہانہ مل گیا تھا۔

"ارے!" ٹکرانے والا شخص پریشان ہو گیا۔

"ایکسکیوزمی پلیز! دیکھیں مجھے بتائیں۔ کیا آپ کو زیادہ چوٹ لگی ہے۔" وہ اس کے یوں رونے سے گھبرا کر جھک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ لیکن وہ اسے سن نہیں رہی تھی۔ بس روئے جا رہی تھی۔

"او مائے گاڈ تعبیر! تمہیں کیا ہوا؟" تب ہی ثمرین تقریباً بھاگتے ہوئے اس کے پاس آئی تھی۔

"آئی ڈونٹ نو! یہ مجھ سے ٹکرائی تھیں۔ آئی تھنک! چوٹ زیادہ لگی ہے۔" ثمرین نے پاس کھڑے شخص کو دیکھا۔

"اٹھو تعبیر شاباش۔" ثمرین نے اسے پچکارتے ہوئے زبردستی کھڑا کرنے کی کوشش کی جو زمین پر دو زانو بیٹھی رو رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے چوٹ زیادہ لگی ہے۔ آپ نے جہاں جانا ہے میں آپ کو چھوڑ دوں۔" وہ تعبیر کی طرف دیکھتا ہوا ثمرین سے بولا۔

"نو تھینک یو۔ گاڑی ہے ہمارے پاس۔"

"پھر بھی آپ ان سے پوچھ لیں یہ ٹھیک ہیں؟"

اب کے ثمرین نے غصے سے تعبیر کو دیکھا۔

"تعبیر اٹھو! کیوں بچوں کی طرح بی ہیو کر رہی ہو۔ سب دیکھ رہے ہیں۔"

ثمرین نے جھک کر دانت پیستے ہوئے اس کے کان کے پاس سرگوشی کی تھی تو تعبیر نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ صاف کر کے ثمرین کو دیکھا اور سامنے کھڑے شخص پر نظر ڈالے بغیر مڑ گئی۔ اس کے یوں چلے جانے پر اجنبی نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ثمرین اس شخص کا شکریہ ادا کر کے تیزی سے اس کے پیچھے لپکی۔

"کیا تمہیں زیادہ چوٹ آئی ہے؟" گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ثمرین نے اس کا ستا ہوا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں بس اُس وقت ذرا سا درد ہوا تھا۔"

"ذرا سے درد پر یوں بچوں کی طرح بی ہیو کرتے ہیں

۔ تعبیر! بتا ہے۔ وہ اس آدمی کے سامنے مجھے کتنی ایمبیرسمنٹ فیل ہوئی تھی۔"
تعبیر نے سر جھکالیا "سوری۔"

☆ ☆ ☆

"غیر ذمہ داری کی بھی کوئی حد ہوتی ہے جمیلہ! ان لوگوں کو لانے سے پہلے کم از کم تم مجھے فون تو کر سکتی تھیں؟" شاہدہ نے غصے اور ناراضی سے رشتہ کروانے والی کو دیکھا۔

"کمال کرتی ہو باجی! تم نے فون پر فون کر کے میری جان عذاب میں ڈال رکھی تھی۔ اب جب میں ان لوگوں کو لے کر آئی ہوں تو تم غصہ کر رہی ہو۔ جانتی ہو کتنے امیر لوگ ہیں۔ کتنی مشکل سے انہیں یہاں تک لائی ہوں۔ بجائے احسان مند ہونے کے تم مجھے باتیں سنا رہی ہو۔"

"جمیلہ! غصہ نہیں کر رہی لیکن تم خود بتاؤ۔ اطلاع دینا تمہارا اخلاقی فرض نہیں تھا؟ اور اصل بات تو یہ ہے کہ میں نے ثمرین کی بات اپنی بہن کے گھر طے کر دی ہے۔" جمیلہ کا بسکٹ کی طرف بڑھتا ہاتھ وہیں رک گیا۔

"اچھا تو اس لیے تم نے آنکھیں ماتھے پر رکھ لی ہیں بی بی! اگر یہی کچھ کرنا تھا تو مجھے کیوں کہا تھا۔ اب انہیں کیا جواب دوں۔ ان سے تو میں دس ہزار ایڈوانس لے چکی ہوں۔" جمیلہ پریشانی سے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا موڑنے لگی پھر کچھ دیر بعد سوچنے کے بعد بولی۔

"اچھا تم رشتہ نہ کرنا۔ دو منٹ کے لیے ثمرین کو اندر بھیج دو۔ اب تو میں ان کو لے کر آئی ہوں۔"

"دماغ خراب ہے جمیلہ! میں کیوں اپنی بیٹی کو غیر لوگوں کے سامنے بھیجوں۔ تماشا ہے کوئی۔ ایڈوانس تم نے لیا ہے۔ یہ میرا درد سر نہیں۔ انہیں کسی اور گھر لے جاؤ۔"

"کمال ہے باجی! اپنا مطلب نکلتے ہی آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں تم نے۔" جمیلہ کو شاہدہ کا انداز اچھا خاصا برا لگا تھا۔ اس سے پہلے وہ مزید کوئی بات کرتیں۔ انہیں اندر سے پکار آگیا۔

"جمیلہ! کہاں ہیں آپ؟ ہمیں دیر ہو رہی ہے۔" آواز سنتے ہی جمیلہ تیزی سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھی۔ اور ان کے پیچھے شاہدہ بھی ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئیں۔ سلام کرنے کے بعد وہ سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گئیں۔ سامنے بیٹھے خاتون اور مرد کو دیکھ کر ایک پل کے لیے شاہدہ بیگم مرعوب ہو گئیں۔ شاید ان کی شخصیت کا اثر تھا کہ شاہدہ نے بڑے مہذب لہجے میں ان سے معذرت کی۔

"کوئی بات نہیں۔ یہ تو قسمت کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بیٹی کے نصیب اچھے کرے۔" وہ کہہ کر باہر نکل آئے۔ گیٹ کے قریب پہنچے تھے تب ہی تعبیر اندر داخل ہوئی۔ اس نے حیرت سے اجنبی چہروں کو دیکھا اور پھر سلام کر کے اندر داخل ہو گئی۔

"یہ ان کی بیٹی ہے؟" گاڑی میں بیٹھتے ہی سلمیٰ بیگم نے جمیلہ سے پوچھا۔

"یہ تنویر صاحب کی بھانجی ہے۔ یہی رہتی ہے بے چاری یتیم ہے۔"

جمیلہ بتانے کے بعد پر امید نظروں سے انہیں دیکھنے لگی جو پر سوچ انداز میں آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھ رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

"السلام علیکم امی! کیسی ہیں؟"

"میں ٹھیک ہوں بیٹا! تم کیسے ہو؟ سیٹ ہو گئے؟ جاب مل گئی؟" انہوں نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر لیے تو وہ ہنس پڑا۔

"میری پیاری ماں! مجھے آئے ابھی دو ہفتے ہوئے ہیں۔ اتنی جلدی سیٹ کیسے ہو سکتا ہوں۔ ابھی تو اپنے دوست کے ساتھ رہ رہا ہوں اور اس نے کہا ہے کہ وہ کوشش کر رہا ہے کسی جاب کے لیے۔ آپ بتائیں بابا ٹھیک ہیں؟"

"ہاں سب ٹھیک ہیں۔ تمہیں سب یاد کرتے ہیں۔" کہنے کے ساتھ وہ رونے لگیں تو کچھ دیر کے لیے فہد کچھ بول ہی نہیں سکا۔

"پلیز امی! میں بھی بہت خوش نہیں۔ بہت اداس ہوں۔ آپ روئیں گی تو میں یہاں پریشان رہوں گا۔" انہوں نے جلدی سے آنسو صاف کیے۔ "اچھا تمہیں ایک خوشخبری دینی تھی۔"

"اچھا وہ کیا؟" وہ مسکرا کر بولا۔

"میں نے تمہارا رشتہ طے کر دیا ہے۔"

"جی!" وہ کافی زور سے بولا تو خالدہ ہنس پڑیں۔

"مجھے پتا تھا تم خوشی سے اچھل پڑو گے۔ ابھی لڑکی کا نام بتاؤں گی تو اپنی ماں کا منہ چوم لو گے۔"

"امی!" وہاں کھڑے کھڑے اس کا دل چاہا اپنے بال نوچ لے۔

"چلو میں خود بتا دیتی ہوں۔۔۔ ثمرین۔"

اور فہد نے بے ساختہ انداز میں آنکھیں بند کر لی تھیں۔ "او میرے خدا! یہ کیا کیا امی آپ نے۔" اس کی مایوس آواز پر خالدہ کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

"میں نے کچھ غلط کیا فہد؟"

"بالکل غلط امی! میں نے ثمرین کو کبھی اس نظر سے نہیں دیکھا۔"

"لیکن۔" ان کی سمجھ میں نہیں آیا وہ کیا کہیں۔

"اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے آپ کو مجھ سے پوچھ تو لینا چاہیے تھا۔" اب کے وہ غصے سے بولا تو خالدہ کو بھی غصہ آگیا۔

"کیا پوچھ لیتی۔ بچپن سے لے کر آج تک صبح شام ایک ہی نام رہتا تھا تمہارے منہ پر۔ ثمرین۔۔۔ ثمرین۔ تو میں اور کیا سمجھتی۔"

"امی!" بچپن سے لے کر آج تک میرے پاس کوئی رشتہ تھا سوائے ثمرین کے؟ نہ کوئی میرا بھائی نہ بہن اور نہ ثمرین کا۔ اس لیے ہم کلوز تھے۔ اگر کوئی ایک دوسرے کے ساتھ کلوز ہو تو کیا ضروری ہے کہ ان کے درمیان کوئی چکر ہی ہو۔ کیا ہم کزن نہیں تھے؟"

خالدہ کچھ لمحوں کے لیے خاموش ہو کر رہ گئیں۔

"ٹھیک ہے مان لیا مجھے سمجھنے میں غلطی ہوئی لیکن اب اگر ایسا ہو جاتا ہے تو حرج کیا ہے۔ ثمرین خوب صورت ہے پھر میرا خون ہے اور سب سے بڑی بات تم دونوں ایک دوسرے کو سمجھتے ہو۔"

"نہیں امی! ایسا نہیں ہو سکتا۔" وہ ہٹیلے لہجے میں بولا۔

"فہد! میں اپنی بہن کو زبان دے چکی ہوں۔ صبح شاہدہ کا فون آیا تھا۔ ثمرین بہت خوش ہے اس رشتہ پر۔"

"امی!" وہ چیخ اٹھا "آپ نے یہ بات ثمرین کو بھی کہہ دی؟"

"ہاں تو ثمرین کی رضامندی جان کر ہی میں نے تم سے بات کی ہے۔" اور ایک جھماکے سے اسے ایرپورٹ پر کھڑے ثمرین کی باتیں یاد آئیں۔

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ ایک تو وہ پہلے ہی اپنی جاب کی وجہ سے پریشان تھا اوپر سے یہ اضافی پریشانی۔

"فہد میری جان! میں نے تمہاری خوشی کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ مجھے پتا ہے تم ثمرین کے ساتھ خوش رہ سکتے ہو۔"

"آپ کو کچھ نہیں پتا امی!"

"مجھے کچھ پتا بھی نہیں کرنا فہد! میں نے جو کہنا تھا وہ کہہ دیا اور تمہاری دلہن ثمرین ہی بنے گی۔"

"اور اگر آپ نے ایسا سوچا تو امی! میں کبھی پاکستان واپس نہیں آؤں گا۔" خالدہ بیگم ایک دم ساکت ہو کر رہ گئیں۔

"کیا تم کسی اور کو پسند کرتے ہو؟" یہ پوچھتے ہوئے ان کا دل انجانے خدشوں سے بھر گیا۔

"جی!" اس کے اقرار پر ریسیور پر ان کی گرفت سخت ہو گئی تھی۔

"کون ہے وہ؟"

"تعبیر۔"

"کون؟" خالدہ کو لگا انہیں سننے میں غلطی ہوئی ہے۔

"تعبیر۔" وہ دوبارہ بولا۔

خالدہ نے فون بند کر دیا۔

☆ ☆ ☆

"فہد!" اس کی ہیلو سنتے ہی وہ خوشی کے مارے چیخ اٹھی تھی۔ "اتنے دنوں بعد فون کیا تم نے۔ پتا ہے کتنا مس کر رہی تھی تمہیں۔ تم ٹھیک ہو نا؟"

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔" اس کے پرجوش لہجے کے جواب میں وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ثمرین! ابھی تھوڑی دیر پہلے میری امی سے بات ہوئی تھی۔"

"اچھا۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"انہوں نے کہا کہ وہ چاہتی ہیں کہ تمہاری اور میری شادی ہو جائے۔ کیا تم بھی ایسا چاہتی ہو؟" فہد کی آواز میں کتنی سنجیدگی تھی اپنی خوشی میں وہ محسوس ہی نہیں کر سکی۔

"ہاں فہد! یہ میری زندگی کی بہت بڑی بلکہ کہنا چاہیے میری زندگی کی ایک ہی تو خواہش تھی۔ میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔"

"ثمرین!" اس کے اظہار پر وہ بے ساختہ ٹوک گیا تھا۔ "ثمرین! لیکن میں ایسا نہیں چاہتا۔"

"کیا مطلب فہد؟" ثمرین ابھی بھی نہیں سمجھی تھی۔

"میری بات تحمل سے سنو ثمرین! تم میری سب سے اچھی کزن اور بہترین دوست ہو اس ناتے سے تم مجھے بہت عزیز ہو اتنی کہ میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں لیکن شادی نہیں کر سکتا کیونکہ میں تم سے اس طرح کی محبت نہیں کرتا۔ میں نے کبھی تمہارے لیے ایسا نہیں سوچا۔ تم سمجھ رہی ہو نا ثمرین!" اس کی مسلسل خاموشی پر پریشان ہو کر بولا۔

"کیوں فہد! کیا میں خوب صورت نہیں؟"

"ایسا نہیں ہے ثمرین! تم بہت خوب صورت، بہت اچھی ہو۔ وہ شخص بہت خوش قسمت ہو گا جسے تم ملو گی۔ مگر تم سمجھنے کی کوشش کرو۔" اس کے رونے پر وہ جھنجلا کر بولا۔

"تم سمجھو فہد! میں تم سے پیار کرتی ہوں۔ وہ چیخ اٹھی "بچپن سے لے کر آج تک تمہارے علاوہ کسی کے بارے میں نہیں سوچا اور تم کہہ رہے ہو تم مجھ سے پیار نہیں کرتے۔ تمہیں اندازہ نہیں فہد! اگر تم مجھے نہ ملے تو میں زندہ نہ رہ سکوں گی۔" آخر میں وہ آنسو صاف کر کے جارحانہ انداز میں بولی۔

"ثمرین! مجھ پر ان دھمکیوں کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ میں نے جو تمہیں کہنا تھا وہ کہہ دیا ہے۔"

"کیا انکار کی وجہ جان سکتی ہوں؟"

"میں کسی اور کو پسند کرتا ہوں اور اسی سے شادی کروں گا۔" کہہ کر اس نے فون بند کر دیا تھا لیکن وہ کتنی دیر فون پکڑے یونہی ساکت بیٹھی رہ گئی۔

وہ دھلے ہوئے کپڑے لے کر کمرے میں داخل ہوئی تو ثمرین دونوں بازو بیڈ پر ٹکائے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ کپڑے استری اسٹینڈ پر رکھ کر اپنے کپڑے الماری سے نکال کر واپس استری اسٹینڈ تک آئی تب تک بھی ثمرین کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"ثمرین!" اس نے پکارتے ہوئے اس کا کندھا ہلایا پھر گھبرا کر اس کا چہرہ اونچا کیا۔

"ثمرین! کیا ہوا؟" اس نے بے ساختہ اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما۔

"وہ مجھ سے پیار نہیں کرتا۔"

"کون؟" تعبیر نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا؟"

"کون؟"

"وہ مجھ سے پیار کیوں نہیں کرتا اس لیے کہ وہ کسی اور سے پیار کرتا ہے۔"

"خدا کے لیے ثمرین! کچھ تو بتاؤ، کس کی بات کر رہی ہو۔"

"فہد کی۔ تعبیر! فہد مجھ سے پیار نہیں کرتا۔ اس نے کہا۔ وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا کیونکہ وہ کسی اور کو پسند کرتا ہے اور اسی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔" اور ثمرین کے کندھوں پر تعبیر کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

"لیکن میں نے تو کبھی اس کے علاوہ کسی کو سوچا ہی نہیں اور نہ میں کبھی کسی کو اس کی جگہ دے سکتی ہوں

تو وہ کیسے کسی اور سے پیار کر سکتا ہے۔ کیا کوئی اسے مجھ سے زیادہ پیار کر سکتا ہے۔ کیا مجھ سے زیادہ خوب صورت ہو گی، تعبیر بتاؤ؟" وہ اب ہسٹریائی انداز میں تعبیر کو جھنجھوڑ رہی تھی جبکہ تعبیر کا رنگ بالکل سفید پڑ گیا تھا۔

اسے لگ رہا تھا وہ کسی وقت بھی بے جان ہو کر زمین پر گر جائے گی۔ لیکن ہوا اس کے برعکس تھا۔ ثمرین اس کے دیکھتے ہی دیکھتے زمین پر گر کر تڑپنے لگی تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں مڑ گئے تھے۔ اس کی حالت غیر دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

"ممانی!" وہ چیختی ہوئی باہر نکلی۔ شاہدہ بیگم نے ناگواری سے چیختی ہوئی تعبیر کو دیکھا۔

"ممانی! ثمرین کو دیکھیں پتا نہیں اسے کیا ہو گیا ہے۔" اس کی بات سنتے ہی وہ ہاتھ میں پکڑا گلاس ٹیبل پر رکھ کر بھاگیں۔ جو ٹیبل تک پہنچنے سے پہلے ہی زمین پر گر کر کرچیوں میں تبدیل ہو گیا تھا۔

"ثمرین، ثمرین! میری جان آنکھیں کھولو بیٹا۔" وہ اس کا چہرہ تھپکتی جا رہی تھیں اور روتی جا رہی تھیں جبکہ تعبیر اس کے پاؤں کے تلووں کو ہتھیلی سے سہلا رہی تھی۔

"او میرے اللہ!" شاہدہ نے بے ساختہ ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے "اپنے ماموں کو فون کرو۔"

"جی!" وہ تیزی سے باہر کی طرف بھاگی۔ تنویر صاحب تھوڑی دیر بعد حواس باختہ گھر میں داخل ہوئے۔ وہ لوگ اسی وقت ثمرین کو ہسپتال لے آئے۔ ٹریٹمنٹ سے اسے ہوش تو آگیا تھا لیکن وہ بالکل خاموش تھی۔ نہ کسی سے بات کرتی تھی نہ کسی کی بات کا جواب دیتی تھی۔ ڈاکٹرز نے بتایا تھا اسے کوئی بہت بڑا ذہنی دھچکا پہنچا ہے آئندہ کوشش کی جائے کہ وہ ذہنی دباؤ نہ لے، ورنہ نروس بریک ڈاؤن ہونے کا خدشہ ہے۔

☆ ☆ ☆

وہ ثمرین کے لیے سوپ بنا کر لائی تو کمرے میں شاہدہ کے ساتھ خالدہ بیگم بھی موجود تھیں۔ اس نے سلام کے جواب میں انہوں نے اسے جن نظروں سے دیکھا تھا، وہ سہم کر رہ گئی تھی۔

تعبیر نے دیکھا۔ ثمرین کا سکتہ ٹوٹ چکا تھا۔ وہ خالدہ کے گلے لگی رو رہی تھی۔

"ارے میری گڑیا رانی! کیوں رو رہی ہو۔ دیکھو خود کو کتنا کمزور کر لیا ہے۔ ایسے کرو گی تو دلہن بن کر اچھی نہیں لگو گی اور فہد آ کر کیا کہے گا امی! آپ نے میری دلہن کا خیال نہیں رکھا۔" اس کے آنسوؤں میں روانی آگئی تھی۔

"نہیں خالہ! وہ ایسا نہیں کہے گا کیونکہ اس نے کہا۔ وہ مجھ سے پیار نہیں کرتا۔ وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔"

"کیا کہہ رہی ہو ثمرین؟" شاہدہ نے کھینچ کر اسے خالدہ سے الگ کیا۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ممی! اس نے مجھے کہا کہ وہ کسی اور سے پیار کرتا ہے۔"

"کون ہے وہ؟" شاہدہ نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔ خالدہ کا دل دھڑک اٹھا۔

"میں نے نہیں پوچھا نہ اس نے بتایا لیکن اس سے کیا فرق پڑتا جو اس نے کہنا تھا۔ کہہ چکا تھا۔" وہ کہہ کر پھر رونے لگی۔

خالدہ کا رکا ہوا سانس جیسے بحال ہوا تھا۔ تعبیر سوپ کا پیالہ میز پر رکھ کر باہر نکل گئی، پھر جتنی دیر ثمرین سوپ پیتی رہی، وہ دونوں وہیں بیٹھی رہیں۔ جونہی وہ سونے لیٹی، خالدہ اٹھ کر باہر نکل آئیں۔

"آپا! کیا واقعی فہد ثمرین سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔"

"ہوں!" خالدہ نے گہرا سانس لیتے ہوئے سر ہلایا تھا جبکہ شاہدہ جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی تھیں۔

"اور جانتی ہو وہ لڑکی کون ہے۔۔۔ تمہاری تعبیر۔"

"کیا؟" شاہدہ کو جیسے کسی نے پہاڑ سے دھکا دیا۔ بے جان ہو کر قریب رکھے صوفے پر جیسے ڈھے سی گئی تھیں۔

"پاگل ہو۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں یوں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے ایک دفعہ کہہ دیا نا کہ ثمرین میرے فہد کی دلہن بنے گی تو ضرور بنے گی۔" شاہدہ روتے ہوئے ان کے گلے لگ گئیں کچھ دیر بعد جب ان کا غبار نکل گیا تو وہ تیزی سے اٹھیں۔ خالدہ نے حیرت سے انہیں کچن کی طرف جاتے دیکھا۔

آہٹ پر اس نے مڑ کر دیکھا۔ اس کے چہرے پر اتنی زور سے تھپڑ پڑا کہ اسے لگا دائیں طرف کے کان کا پردہ پھٹ گیا ہے۔ ابھی وہ سنبھل بھی نہیں پائی تھی کہ شاہدہ اسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کچن سے باہر لے آئیں اور اندھا دھند اسے مارنے لگیں۔ وہ اتنی شاکڈ تھی کہ بچاؤ بھی نہ کر سکی۔ وہ زمین پر گٹھڑی بنی بری طرح پٹ رہی تھی۔

"شاہدہ! کیا کر رہی ہو بس کرو۔" خالدہ تیزی سے شاہدہ کی طرف بڑھیں۔

مارتے مارتے شاہدہ کا سانس پھول گیا تھا۔

"کیسے بس کروں آپا! میری ناک کے نیچے یہ کھیل کھیلتی رہی۔ پہلے اس کی ماں اور اب یہ میرے سینے پر مونگ دل رہی ہے۔ اب یہ میری بیٹی کی خوشی چھیننے لگی۔ اس کے حق پر ڈاکا ڈالے گی۔ اس سے پہلے میں اسے جان سے مار دوں گی۔" انہوں نے زمین پر بیٹھتے ہوئے اس کو گردن سے دبوچ لیا۔ تعبیر کی سانس رکنے لگی۔

"چھوڑو شاہدہ! پاگل ہو گئی ہو۔" خالدہ نے زبردستی کھینچ کر انہیں پیچھے کیا تھا۔

"دفع ہو جاؤ۔ میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ اگر تم نے میری بیٹی کا حق چھیننے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔" شاہدہ ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھیں۔

خالدہ انہیں کھینچتی ہوئی کمرے میں لے گئیں۔ جبکہ وہ وہیں پڑی سسکنے لگی۔ وہ کتنی دیر تک چیختی رہیں اور جب تھک گئیں تو رونے لگیں۔ تنویر صاحب نے دونوں ہاتھوں میں اپنا سر تھام رکھا تھا۔

"یہ سب آپ کی ڈھیل کا نتیجہ ہے۔ آپ نے ہمیشہ اسے اپنی بیٹی پر ترجیح دی۔ ثمرین اور فہد کا شروع سے کتنا ایک دوسرے سے لگاؤ ہے یہ آپ بھی بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ پھر اچانک فہد کو ثمرین کیوں ناپسند ہو گئی کہ اس نے صاف انکار کر کے تعبیر کا نام لے لیا۔ وہ آپ کی مرحومہ بہن کی نشانی آپ کی معصوم بھانجی ہماری ناک کے نیچے یہ کھیل کھیلتی رہی اور ہمیں پتا ہی نہیں چلا۔" انہیں مسلسل خاموش دیکھ کر شاہدہ کا پارہ دوبارہ چڑھ گیا تھا۔

"اب خاموش کیوں ہیں۔ کچھ بولتے کیوں نہیں، میں ایک بات آپ کو صاف صاف بتا دوں تنویر صاحب! آج تک آپ نے تعبیر کے لیے جو کیا۔ میں نے کچھ نہیں کہا لیکن اب کی بار میں خاموش نہیں رہوں گی کیونکہ اس بار معاملہ میری بیٹی کا ہے۔ ثمرین کی شادی فہد سے ہی ہو گی اور یہ بات آپ خود تعبیر کو سمجھا دیں کیونکہ اگر میں نے یہ بات سمجھائی تو اس کے لیے اچھا نہیں ہو گا۔"

تنویر صاحب کچھ دیر تو یونہی سر جھکائے بیٹھے رہے پھر اٹھ کر ثمرین کے کمرے کی طرف چل دیے۔

جب وہ کمرے میں داخل ہوئے تو ثمرین لیٹی تھی اور باتیں کر رہی تھی اور تعبیر اس کا سر دباتے ہوئے بڑے تحمل سے اس کی باتیں سن رہی تھی کچھ دیر وہ یونہی کھڑے ان دونوں کو دیکھتے رہے۔ وہ دونوں ہی ان کے لیے ایک جیسی تھیں۔ ہینڈل پر رکھے ان کے ہاتھ کی گرفت سخت ہو گئی تھی۔ آواز پر تعبیر نے مڑ کر دیکھا اور دروازے میں کھڑے تنویر صاحب کو دیکھ کر وہ کھڑی ہو گئی۔ وہ ہاتھ سے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود ثمرین کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔

"پاپا!" وہ انہیں دیکھ کر رونے لگی تھی۔ انہوں نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

"پاپا! آپ کو پتا ہے کہ فہد نے کہا کہ وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔" انہوں نے اسے اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا تھا۔

"نہیں کرتا تو نہ سہی۔ میری بیٹی اتنی پیاری ہے

اسے کوئی کمی تھوڑی ہے۔ اس سے بہتر ملے گا۔" ثمرین نے جھٹکے سے سر ان کے سینے سے اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"نہیں پاپا! فہد نہیں تو کوئی نہیں۔ میں اس کی جگہ کسی کو نہیں دے سکتی۔ مجھے لگتا ہے پاپا میں شاید مر جاؤں گی۔"

وہ اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی۔ تنویر صاحب کے ساتھ پاس کھڑی تعبیر نے بھی دہل کر اسے دیکھا تھا۔

"مجھے اس لڑکی سے نفرت محسوس ہوتی ہے، جس کو فہد نے دیکھا اور اتنا سوچا۔ میں کبھی فہد کی شادی اس لڑکی سے نہیں ہونے دوں گی۔ میں اس لڑکی کو جان سے مار دوں گی اور اگر ایسا نہ کر سکی تو خود کو مار لوں گی۔"

"نہیں بیٹا! ایسا نہیں بولتے۔" ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

"پاپا! میں بہت کمزور ہوں۔ اگر میں خود کو نہ مار سکی تو اس لڑکی کو اتنی بددعائیں دوں گی کہ وہ ہمیشہ بدنصیب رہے گی۔ اللہ تعالیٰ اسے...."

"ثمرین!" تنویر صاحب نے بے ساختہ اس کے منہ پر ہاتھ رکھا جبکہ تعبیر نے اتنی زور سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا کہ درد کے مارے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ مزید وہاں نہیں رکی تھی۔

☼ ☼ ☼

قدموں کی آہٹ پر اس نے سر گھما کر دیکھا۔ تنویر صاحب خاموشی سے اس کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔

"کیا تمہیں معلوم ہے فہد کا رشتہ ثمرین کے لیے آیا ہے؟" اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"یہ خواہش آپا اور بھائی صاحب کی ہے جبکہ فہد نے تم سے شادی کا اظہار کیا ہے۔" اب کی بار تعبیر نے سر مزید جھکا لیا جیسے اس میں سارا قصور اس کا ہو۔

"کیا تم بھی فہد سے شادی کرنا چاہتی ہو؟" تعبیر نے بے ساختہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"ماموں!"

"تعبیر! مجھے ہاں یا ناں میں جواب دو۔"

"جی ماموں!" اس کے اقرار پر انہوں نے زور سے آنکھیں بند کر لیں۔

"ماموں پلیز! آپ کچھ غلط مت سمجھیے گا۔ یہ دیکھیں، ممانی نے مجھے کتنا مارا ہے۔" اس نے اپنے چہرے اور بازوؤں کی طرف اشارہ کیا لیکن انہوں نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ اس نے بڑے دکھ سے ان کی لاتعلقی دیکھی۔

"کیا آپ بھی یہی سمجھ رہے ہیں کہ اس میں میری غلطی ہے۔ کیا میں نے انہیں ایسا کرنے کو کہا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ثمرین انہیں اتنا پسند کرتی ہے تو میں ان کو تب ہی انکار کر دیتی لیکن ماموں!"

"میں جانتا ہوں، اس میں تمہاری کوئی غلطی نہیں۔" وہ جو سامنے دیکھ رہے تھے اس کی وضاحت پر بولے۔

"لیکن ثمرین کی یہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ میں نے کبھی ثمرین کو یوں روتے ہوئے نہیں دیکھا۔ تم یہ بھی جانتی ہو ڈاکٹرز نے کیا کہا ہے۔ کوئی بھی ذہنی دھچکا اس کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔" انہوں نے گہرا سانس لے کر سر جھکا لیا تو وہ بھی سر جھکا کر آنسو بہانے لگی۔

"تعبیر!" کچھ دیر بعد انہوں نے اسے پکارا تو وہ آنسوؤں بھری نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"تعبیر! اگر زندگی میں کبھی کسی لمحے تمہیں لگا ہو کہ میں نے باپ کی طرح تم سے محبت کی ہے تو اس لمحے کی خاطر فہد کو بھول جاؤ۔ ثمرین کی خوشی تمہارے ہاتھ میں ہے بیٹی! اپنے اس باپ کی خاطر ایک اور قربانی دے دو۔"

آنسوؤں سے ان کی آواز بھاری ہو گئی تھی جبکہ وہ بالکل شاکڈ ہو گئی۔ اسے لگا تھا۔ سب مخالفت کریں گے لیکن ماموں اس کا ساتھ دیں گے لیکن یہ ماموں کیا کہہ رہے تھے۔ اسے یوں بے یقینی سے اپنی طرف دیکھتا پا کر انہوں نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔ اس کا سکتہ جیسے ٹوٹ گیا تھا اس نے تیزی سے ان کے

جڑے ہوئے ہاتھ کھول دیے۔

"نہیں ماموں! مجھے گناہ گار نہ کریں۔ آپ مجھے حکم دیں، میں آپ کی خاطر جان بھی قربان کر سکتی ہوں۔ آپ کی طرح میں بھی ثمرین کو یوں روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔" وہ ان کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔

"مجھے معاف کر دو۔ میں جانتا ہوں۔ میں غلط کر رہا ہوں۔ اپنی بیٹی کی محبت میں خود غرض ہو گیا ہوں۔ ایک بیٹی کی خوشی چھین کر دوسری بیٹی کی جھولی بھرنے لگا ہوں لیکن میں مجبور ہوں۔" ان کے آنسو اس کے بالوں میں گرنے لگے۔

"نہیں ماموں! پلیز مجھے اور شرمندہ نہ کریں۔ میرے لیے دنیا میں سب سے پہلے آپ اور ثمرین کی محبت اہم ہے۔ اس محبت پر میں کچھ بھی قربان کر سکتی ہوں۔ کچھ بھی۔"

"تم بالکل اپنی ماں کی طرح ہو تعبیر! تم میری کلثوم ہو۔ میری کلثوم۔" انہوں نے روتے ہوئے اپنے ہونٹ اس کے بالوں پر رکھ دیے۔

☼ ☼ ☼

"ہیلو!" اس کی آواز سنتے ہی وہ بے ساختہ بولا تھا جبکہ تعبیر ایک پل کے لیے کچھ بول ہی نہیں سکی۔

"ہیلو تعبیر!" وہ دوبارہ زور دے کر بولا۔ "کہاں غائب ہو تم اور تمہارا موبائل کیوں آف ہے؟"

"خراب ہو گیا ہے۔" اس نے جھوٹ بولا تھا کیونکہ موبائل اس نے خود آف کیا تھا۔

"اچھا تو اسے جلدی سے ٹھیک کرواؤ۔" وہ حکمیہ انداز میں بولا۔

"اچھا!" وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

"اور وہاں سب ٹھیک ہیں؟" وہ اس کے روکھے پھیکے لہجے کو محسوس کر کے بولا۔

"ثمرین کی طبیعت ٹھیک نہیں۔" فہد نے گہرا سانس لیا۔

"ہاں امی نے بتایا تھا۔"

"پھر تو آپ کو یہ بھی پتا ہو گا کہ وہ کیوں بیمار ہوئی ہے؟"

اس کا انداز اب طنزیہ تھا۔

"دیکھو تعبیر! ان باتوں کو لے کر جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ ان کی سوچ ہے۔ میں کیا چاہتا ہوں۔ تم جانتی ہو۔" اس کا انداز سنجیدہ تھا۔

"لیکن آپ اپنی خوشی کے لیے اتنے لوگوں کو دکھی نہیں کر سکتے۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو تعبیر!" اب کے فہد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ثمرین! آپ سے بہت پیار کرتی ہے۔"

"لیکن میں اس سے پیار نہیں کرتا۔ تم اچھی طرح جانتی ہو۔" وہ ایک ایک لفظ پہ زور دے کر بولا "میں نے کبھی ثمرین کو اپنی لائف پارٹنر کے حوالے سے نہیں دیکھا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے' باقی سب تو اسے اسی حوالے سے دیکھتے ہیں۔"

"مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔"

"لیکن مجھے پڑتا ہے۔ میں اتنے لوگوں کی نفرت برداشت نہیں کر سکتی۔ آپ کے صرف میرا نام لینے سے مجھ پر یہاں کیا گزر رہی ہے۔ آپ کو اس کا اندازہ بھی نہیں۔ ممانی نے مجھے اتنا مارا ہے۔ آپ کی امی بھی مجھ سے نفرت کرتی ہیں حتیٰ کہ اب ماموں بھی میرے ساتھ نہیں۔ آپ خود اتنی دور ہیں۔ کیا کر سکتے ہیں۔ کیا ابھی اور اسی وقت واپس آ سکتے ہیں آپ؟" اب کے وہ غصے سے بولی تھی۔

"پاگلوں جیسی بات مت کرو تعبیر!" جواباً وہ بھی غصے سے بولا تھا۔ "کوئی طوفان نہیں آئے گا۔ جب تک میں نہیں مانوں گا وہ کیسے میری شادی ثمرین کے ساتھ کروا سکتے ہیں۔"

"وہ میری اور آپ کی بھی نہیں ہونے دیں گے اور دوسرا ڈاکٹرز نے ثمرین کو کسی بھی ٹینشن لینے سے منع کیا ہے اور اس کی حالت میں نے دیکھی ہے۔ اگر واقعی اس کی شادی آپ سے نہ ہوئی تو وہ کوئی بھی غلط قدم اٹھا سکتی ہے اور اگر اسے کچھ ہوا تو میں خود کو معاف نہیں کر سکوں گی۔"

"فضول باتیں مت کرو۔" وہ جھنجھلا کر بولا۔

"میں فضول باتیں نہیں کر رہی فہد! آپ سمجھنے کی کوشش کریں۔ میرے پاس صرف دو ہی رشتے ہیں۔ ماموں اور ثمرین کا۔ اور میں ان کی محبت نہیں کھو سکتی۔"

"اچھا اور میں کیا ہوں۔ کیا میری کوئی اہمیت نہیں تمہاری زندگی میں؟" فہد کے سوال پر وہ خاموش رہی۔

"کیا چاہتی ہو تعبیر؟"

"آپ ثمرین سے شادی کر لیں۔"

"اگر میں ایسا نہ کروں تو؟"

تعبیر نے فون بند کر دیا۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اب جو بھی کرنا ہے اسے خود کرنا ہے۔

☼ ☼ ☼

"تعبیر! تم سے ایک بات پوچھوں؟"

"ہوں!"

"تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟" تعبیر نے چونک کر ثمرین کو دیکھا۔

"نہیں۔" اس نے نظریں چرائیں۔

"کرنا بھی مت۔ بہت بری چیز ہوتی ہے۔ انسان کو اندر ہی اندر کھوکھلا کر دیتی ہے۔ محبت مل جائے تو دنیا میں جنت۔ نہ ملے تو آپ زندہ ہوتے ہوئے بھی مُردوں میں شمار ہونے لگتے ہیں۔ زندگی میں نہ کوئی خواہش رہتی ہے نہ امنگ۔" بات کرتے ہوئے اس کے آنسو نکل آئے۔

تعبیر نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھاما۔

"تم ہر وقت کیوں ایسا سوچتی رہتی ہو۔ دیکھو کیا حال بنا لیا ہے۔"

"میں تمہاری طرح نہیں ہوں نا تعبیر! تمہارے چہرے پر کتنا سکون ہے کیونکہ تم اس بیماری میں مبتلا نہیں ہو لیکن میں مجھے لگتا ہے مجھے کبھی سکون نہیں ملے گا۔"

"پاگلوں جیسی بات نہیں کرو۔ تمہیں وہ سب ملے گا جو تم چاہتی ہو۔"

"کیا مجھے فہد ملے گا؟" وہ بڑی آس سے تعبیر کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"ضرور ملے گا۔" تعبیر مضبوط لہجے میں بولی۔

"تم یہ کیسے۔ کہہ سکتی ہو؟" ثمرین کی آنکھیں جگمگانے لگی تھیں۔

"کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ ثمرین اور فہد ایک ہو جائیں۔"

"واقعی تعبیر!" اس نے ایک دم تعبیر کو کندھوں سے تھام لیا۔

"واقعی ایسا ہی ہو گا لیکن اس کے لیے ضروری ہے تم خود کو ٹھیک کرو۔ تمہارے اس طرح پریشان ہونے سے ماموں ممانی دیکھو' کتنے پریشان ہیں اور فہد نے تمہیں تنگ کرنے کے لیے ایسا مذاق کیا ہے ورنہ سوچو وہ کیسے کسی کو پسند کر سکتے ہیں۔ کیا کوئی لڑکی ثمرین سے اچھی ہو سکتی ہے۔"

تعبیر نے پیار سے اس کے گال کو چھوا تو وہ بے اختیار اس کے گلے لگ گئی۔

"تم ٹھیک کہتی ہو تعبیر! فہد نے مذاق کیا ہو گا۔ وہ جانتا ہے نا کہ میں اسے کتنا پیار کرتی ہوں۔ وہ بچپن سے ہی مجھے ایسے ہی تنگ کرتا تھا اور میں اس کی باتوں میں آ گئی۔" وہ مسکراتے ہوئے اس سے الگ ہو گئی۔

"تم سے بات کر کے میرے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا اور مجھے بھوک بھی لگ گئی ہے۔ چلو چاٹ کھاتے ہیں۔" ثمرین کے کہنے پر تعبیر بھی مسکراتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

تنویر صاحب چائے پیتے ہوئے وقتاً فوقتاً شاہدہ بیگم پر بھی نظر ڈال رہے تھے۔ وہ پچھلے پندرہ منٹ سے پتا نہیں کس سے بڑے خوش گوار انداز میں باتیں کر رہی تھیں۔ آخر کار فون بند ہو گیا اور وہ ان کے سامنے آ کر بیٹھ گئیں۔ انہیں تجسس تو تھا لیکن انہوں نے پوچھا نہیں' جانتے تھے وہ خود ہی بتا دیں گی۔ سو یہی ہوا۔

"جانتے ہیں کس کا فون تھا؟" تنویر صاحب نے سر

نفی میں ہلایا۔

"جمیلہ کا۔"

"وہ رشتہ کروانے والی۔ وہ اس دن میں نے بتایا تھا ناکہ وہ ایک عورت اور آدمی کو لے کر آئی تھی ثمرین کے لیے لیکن میں نے منع کر دیا تھا کہ ثمرین کی منگنی ہو چکی ہے۔ ان لوگوں نے اس دن تعبیر کو دیکھ لیا تھا۔ انہیں تعبیر پسند آئی تھی۔ اب جمیلہ کا فون آیا تھا پوچھنے کے لیے کہ وہ کب ان لوگوں کو دوبارہ لے کر آئے۔"

"تو آپ نے کیا کہا؟" تنویر صاحب نے سنجیدہ لیکن گہری نظروں سے انہیں دیکھا۔

"میں نے اس سے کہا کہ میں آپ سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔" تنویر صاحب ہنکارا بھر کر خاموش ہو گئے۔ "پھر کیا جواب دوں اسے؟" وہ بے تابی سے بولیں۔

"میں پہلے تعبیر سے پوچھ لوں۔"

شاہدہ جو منتظر نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھیں ان کا جواب سن کر ان کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"تعبیر سے کیا پوچھنا۔ اتنا اچھا رشتہ ہے اور کیا چاہیے۔ آپ کو کیا لگتا ہے آپ کی بھانجی کے پیچھے رشتوں کی لائن لگی ہے۔ نہیں تو وہ سہی۔"

"بے شک لائن نہیں لگی لیکن اس کی رضامندی لینا ضروری ہے۔ یہ اس کا حق بھی ہے اور اللہ کا حکم بھی اور کیا اپنی بیٹی سے تم نے نہیں پوچھا تھا؟"

"بات سنیں تنویر صاحب! میں نے پہلے فہد کے لیے رضامندی دے دی تھی پھر ثمرین سے پوچھا تھا۔"

"بالکل لیکن ثمرین نے اس لیے رضامندی دی تھی کیونکہ وہ فہد کو پسند کرتی تھی۔ اگر وہ ایسا نہ چاہتی تو تم کیا کر سکتی تھیں۔ کیا تم اس سے زبردستی کر سکتی تھیں نہیں... اور اس کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ فہد سے پہلے ثمرین کے کتنے رشتے آئے جن میں سے کئی ایک پر تم دل و جان سے رضامند تھیں لیکن کیا تم کچھ کر سکی تھیں؟" ان کے طنز کے وار کافی کاری تھے۔ وہ کتنی دیر تک تو بول ہی نہیں سکیں۔

"آپ چاہیں تو پوچھ لیں لیکن میں ہر صورت میں تعبیر کا رشتہ یہیں کرواؤں گی۔ جب تک تعبیر کی شادی نہیں ہو جاتی۔ میرے سر پر تلوار لٹکی رہے گی۔" وہ ہاتھ مسلتے ہوئے دھیمی آواز میں بولیں۔

"بہت خود غرض عورت ہو تم شاہدہ بیگم! بہت خود غرض۔ گھر میں کوئی جانور بھی پال لو نا تو اس سے بھی انسیت ہو جاتی ہے لیکن تمہارے دل میں اس قدر زہر بھرا ہے کہ اس بے ضرر بچی سے تمہاری نفرت ختم ہونے میں نہیں آتی۔ کیا تمہیں اس کی قربانیاں نظر نہیں آتیں؟" ان کے پوچھنے پر انہوں نے زہرخند انداز میں سر کو جھٹکا۔

"کون سی قربانیاں؟ کون سا احسان کیا ہے اس نے ہمارے سر پر بلکہ اس کو پال پوس کر اور اب اس کی شادی کر کے ہم اس پر احسان کر رہے ہیں۔"

"بس!" تنویر صاحب غصے سے بولے تھے۔

"میرے پیار میری ذمہ داری کو احسان کا نام دے کر مجھے گالی مت دو۔ تم کیا جانو۔ اس بچی نے تم پر تمہاری بیٹی پر اس گھر پر کتنے احسان کیے ہیں۔ تم تو اسے ایک قربانی کا بدلہ بھی نہیں دے سکتیں۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو شاہدہ بیگم! اللہ تعالیٰ رسی ڈھیلی ضرور کرتا ہے لیکن پھر جب کھینچتا ہے تو انسان کو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں ملتا۔"

شاہدہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگیں۔

"آپ مجھے بددعا دے رہے ہیں؟"

"بددعا نہیں دے رہا آگاہ کر رہا ہوں۔" وہ کہہ کر باہر نکل گئے۔

"تعبیر! بیٹا! ذرا میرے کمرے میں آؤ۔ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" تیزی سے باقی برتن دھو کر جب وہ ان کے کمرے میں آئی تو وہ اسی کے منتظر تھے۔

"بیٹھو!" وہ ان کے سامنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"میں تم سے جو بات کرنے لگا ہوں ویسے تو یہ بات مائیں کرتی ہیں لیکن تمہاری ماں اور باپ میں ہی ہوں۔ اس لیے یہ فرض مجھے ہی پورا کرنا ہے۔"

ان کی اتنی لمبی تمہید پر وہ مزید پریشان ہو گئی تھی

تمہارے لیے ایک پروپوزل آیا ہے۔ تمہاری ممانی نے بتایا تو میں نے سوچا تم سے پوچھ لوں۔ لڑکے کا نام زید ہے۔ ان کا اپنا بزنس ہے۔ ڈیفنس میں گھر ہے۔ چھوٹی سی فیملی ہے۔ شریف لوگ ہیں۔ میں اور تمہاری ممانی گئے تھے ان کے گھر۔ مسز اعجاز سے بھی ملے۔ ہمیں زید اور اس کے گھر والے پسند آئے ہیں۔ تصویر لایا ہوں میں زید کی تم دیکھ لو لیکن اگر تم بات کرنا چاہتی ہو تو میں ان سے بات کر لیتا ہوں۔"

"آپ کو جو ٹھیک لگتا ہے ماموں! وہ ہی ٹھیک ہے۔"

"پھر بھی بیٹا! تم ایک بار مل لو۔"

"نہیں ماموں! آپ نے دیکھ لیا نا۔ میرے لیے کافی ہے۔" اس نے ایک بار بھی سر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ تنویر صاحب نے بے ساختہ گہرا سانس لے کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ لیکن پھر بھی ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

☆ ☆ ☆

"پاپا! جب وہ کفایت شعاری پر لیکچر دے رہی تھیں۔ تم از کم آپ کو تو بولنا چاہیے تھا۔ ہمارے گھر میں پہلی شادی ہے اس میں بھی اتنی سادگی؟ صرف نکاح... مہندی بھی نہیں شادی کی جان ہی مہندی کا فنکشن ہوتا ہے۔" جب سے مسز اعجاز نے سادگی سے شادی کرنے کا کہا تھا ان کے جانے کے بعد سے تب سے ثمرین کا پارہ چڑھا ہوا تھا۔

"بیٹا! وہ خود اپنے منہ سے منع کر رہی تھیں اور تم نے سنا نہیں کہ وہ کہہ رہی تھیں زید کو یہ نمود و نمائش پسند نہیں تو میں کیسے ان سے بحث کرتا اور یہ جو رشتے ہوتے ہیں کافی نازک ہوتے ہیں اگر میں ان پر زور دیتا تو ہو سکتا ہے وہ مان بھی جاتے لیکن پھر جو بھی فیس کرنا پڑتا۔ وہ تعبیر کو کرنا پڑتا کیونکہ تعبیر کو اب وہاں جا کر رہنا ہے۔"

ان کی بات پر ثمرین نے گہرا سانس لے کر سر جھٹکا۔ وہ سمجھ تو گئی تھی لیکن پھر بھی قلق اپنی جگہ تھا۔

"اور تم کیوں اتنی خاموش بیٹھی ہو۔ تمہاری شادی کی بات ہو رہی ہے۔ کمال ہے لڑنا تمہیں چاہیے اور پاگلوں کی طرح لڑ میں رہی ہوں۔"

ثمرین نے اسے غصے سے گھورا۔ جواباً وہ صرف مسکرائی تھی۔ تنویر صاحب کی نظریں اس پر ٹھہر گئیں

"خیر میں بھی کسے کہہ رہی ہوں۔ تم نے پہلے کبھی ضد کی ہے جو اب کرو گی۔" اپنے سوال کا جواب بھی ثمرین نے خود ہی دیا تھا تنویر صاحب نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"لیکن میں ایک بات آپ لوگوں کو صاف بتا دوں۔ میں اتنی روکھی پھیکی شادی نہیں کرنے والی۔ میرے سب فنکشن ہوں گے مایوں، مہندی، برات ولیمہ سب۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی تو تنویر صاحب ہنس پڑے جبکہ شاہدہ بیگم نے بے اختیار اس کی ہنسی کی نظر اتاری تھی۔

ان کی بیٹی پہلی جیسی ہو گئی تھی۔ اپنی خوشی میں بلکہ خود غرضی میں انہوں نے محسوس ہی نہیں کیا کہ انہوں نے کسی کے ہونٹوں کی ہنسی اور دل کا سکون چھین لیا ہے۔ یہاں ایک اور بیٹی بھی تھی۔ لیکن فرق تھا اس کے ماں باپ نہیں تھے اور اس کی شادی بھی ویسے ہی ہو رہی تھی جیسے کسی یتیم کی ہوتی ہے۔

"ارے یہ بھی کوئی کہنے والی بات ہے۔ میری شہزادی جیسے کہے گی ویسے ہی ہو گا۔ تمہاری شادی میں ایسے دھوم دھام سے کروں گی کہ دنیا دیکھے گی۔" شاہدہ کے بے ساختہ انداز پر تنویر صاحب اور تعبیر نے ایک ساتھ ان کی طرف دیکھا۔ ان کے دیکھنے پر انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا۔

"تعبیر کی شادی بھی دھوم دھام سے کرتے لیکن اس کے سسرال والے سادگی چاہتے ہیں اور پھر دیکھو نا شادی بھی تو کتنی جلدی کرنا چاہ رہے ہیں اب اتنی جلدی کیسی اتنا دھوم دھڑکا ہو سکتا ہے لیکن تم تعبیر کو بازار لے جانا۔ اس کی پسند کے کپڑے دیکھ لینا۔ جہیز کے لیے تو انہوں نے سختی سے منع کیا ہے اور زیور تعبیر کی ماں کا ہے۔ تعبیر! اگر کچھ نیا لینا ہوا تو جیولر کو دے کر

چینج کرلینا۔"

تعبیر تو کچھ نہیں بولی تھی لیکن ثمرین بول اٹھی تھی۔

"ممی ایک تو پہلے ہی شادی میں وہ کچھ نہیں لے رہے۔ کیا آپ بھی تعبیر کو کچھ نہیں دے رہے۔ وہ زیور تو پھپھو کے ہیں۔ آپ اور پاپا اسے کیا دے رہے ہیں۔"

شاہدہ نے بڑے ضبط سے کام لیا تھا۔ انہیں اپنی بیٹی کی یہی بات پسند نہیں تھی ماں کی ہر بات سے اختلاف کرتی تھی۔ تنویر صاحب جیسے بہت خوش ہوئے تھے ثمرین کی بات سے۔

"کیوں نہیں دیں گے بیٹا! تعبیر کا پورا حق ہے۔" تنویر صاحب کہہ کر کھڑے ہو گئے جبکہ شاہدہ ہیں ہیں کرتی رہ گئیں کیونکہ وہ جان گئی تھیں، ضرور تنویر صاحب کچھ سوچ چکے ہیں اور وہ یہ بھی جانتی تھیں ان کو روکنا مشکل ہے۔

صرف دو ہفتے اور پھر ان کی زندگی پر سکون ہو جائے گی۔ انہیں ہمیشہ یہی خدشہ رہا تھا کہ تعبیر کی شادی پر تنویر صاحب سب کچھ اسے دے دیں گے لیکن ان کی قسمت اچھی تھی کہ ان لوگوں نے سادگی کا کہہ کر یہ مسئلہ بھی ختم کر دیا تھا اور وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ تعبیر دوسری کلثوم ہے۔ اپنے ماموں پر جان دینے والی۔ اور جہاں تک فہد کی بات تھی تو صرف دو ہفتے بعد تعبیر ہمیشہ کے لیے اس کے لیے پرائی ہو جائے گی پھر تو وہ ثمرین کے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کرے گا۔ لیکن اس جلد بازی میں تعبیر کے لیے ہی اچھا ہو گیا تھا۔ اتنے امیر اور شریف لوگ۔ لڑکا اتنا خوبرو تھا۔ ایک پل کے لیے ان کی نیت بدلی تھی لیکن ان کی بیٹی کی خوشی تو فہد تھا اور اسی خوشی کے لیے انہیں یہ کڑوا گھونٹ پینا پڑا۔ اگر فہد نے تعبیر کا نام نہ لیا ہوتا تو وہ کبھی بھی تعبیر کی شادی اتنے امیر گھرانے میں نہ ہونے دیتیں اور نہ کبھی ثمرین سے پہلے اس کی شادی ہونے دیتیں۔

☼ ☼ ☼

"او مائی گاڈ! یہ کتنا خوب صورت ہے!" ثمرین کی سہیلی اس کا مہندی کا جوڑا ہاتھ میں لیے ستائشی انداز میں بولی "اور یہ چوڑیاں، مہندی گجرے واؤ آنٹی نے تو خوب ڈھونڈ ڈھونڈ کے چیزیں خریدی ہیں۔"

"ہاں تو اسے پہن کون رہا ہے میری بہن۔ اتنی خوب صورت میری بہن ہے تو چیزیں بھی تو اس کی ٹکر کی ہونی چاہئیں۔" ثمرین ایک پیار بھری نظر اس پر ڈال کر بولی۔ ثمرین نے اپنی دوستوں کو بلا کر مہندی کا فنکشن گھر میں ارینج کروا لیا تھا۔ اپنی دوستوں کے ساتھ ہلڑ بازی مچا کر اس نے اچھی خاصی رونق لگا دی تھی۔

"جاؤ تعبیر! جلدی سے پہن کر آؤ اپنا یہ جوڑا، پھر پنکی تمہیں مہندی لگانی ہے۔"

اس نے اپنی دوست کا نام لیا تو وہ سر ہلا کر کھڑی ہو گئی۔ وہ سب کے درمیان مصنوعی مسکراہٹ چہرے پر سجائے بڑے ضبط سے بیٹھی تھی لیکن باتھ روم کا دروازہ بند کرتے ہی وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر بری طرح رو پڑی۔

پھر منہ پر پانی کے چھپاکے مارے اور تولیے سے منہ صاف کرتے ہوئے باہر آ گئی۔

"تم رو رہی تھیں؟" اس کے قریب آ کر اس نے بغور اس کا چہرہ دیکھا تاں میں سر ہلاتے ہوئے پھر اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"تعبیر کیا بات ہے؟" ثمرین نے پیار سے دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھاما تھا۔

"امی، بابا یاد آ رہے ہیں۔"

ثمرین نے اسے گلے لگا لیا۔ "میں سمجھ سکتی ہوں تعبیر! تمہاری تکلیف اور جانتی ہوں اس تکلیف کا ازالہ کوئی بھی نہیں کر سکتا لیکن میں اور ابو ہیں نا تمہارے اور یقین کرو ہم تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔"

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے ثمرین!" وہ کسی چھوٹی بچی کی طرح سہم کر بولی تو ثمرین نے اسے خود سے الگ کر کے اس کے آنسو صاف کیے۔

"اپنا سارا ڈر، ساری تکلیفیں یہیں چھوڑ جاؤ۔ میں جانتی ہوں ممی نے کبھی تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ مگر وہ میری ممی ہیں۔ میں انہیں کچھ کہہ نہیں سکتی لیکن میں نے تمہارے لیے بہت دعا کی ہے اور مجھے یقین ہے تم جتنی اچھی ہو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اتنا ہی اچھا تمہارا ساتھی بنایا ہو گا۔ جو تمہیں اتنی خوشیاں اتنی محبت دے گا کہ تم سارے پچھلے غم بھول جاؤ گی بلکہ میں یہ تو یہ کہوں گی زید بھائی تمہیں اتنا پیار کریں تم ہمیں بھی بھول جاؤ۔" تعبیر نے گہرا سانس لیا۔

"تعبیر! میں ملی ہوں زید بھائی سے۔ وہ مجھے بہت اچھے لگے۔ شرمیلے اور کم گو سے۔ میں تو سوچ رہی ہوں تم ایک دوسرے سے بات کیسے کرو گے، تم بھی شرماتی رہو گی اور وہ بھی۔" وہ ہنسی تو تعبیر کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"یہ ہوئی نا بات اب پیاری لگ رہی ہو اب یہ اسمائل غائب نہیں ہونی چاہیے اور دیکھو! فہد نے ایک بار بھی فون نہیں کیا۔" وہ منہ بسور کر بولی۔

وہ جس ذکر سے بچنا چاہ رہی تھی ثمرین وہی لے بیٹھی تھی۔

"چلو باہر پنکی انتظار کر رہی ہو گی۔" تعبیر نے خود ہی موضوع بدل دیا۔

☼ ☼ ☼

"تعبیر!" انہوں نے اتنی اچانک پکارا تھا کہ وہ ڈر کے مارے اچھل پڑی۔

"رات کے تین بج رہے ہیں بیٹا! تم ابھی سوئیں نہیں؟"

"میں پانی پینے آئی تھی۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا گلاس ان کے سامنے کیا۔ "آپ بھی ابھی جاگ رہے ہیں۔"

انہوں نے غور سے اس کی طرف دیکھا جس کا دودھیا رنگ مہندی کے پیلے جوڑے میں دمک رہا تھا اور ہاتھوں پر لگی مہندی سوکھ کر کئی جگہوں سے جھڑ چکی تھی۔ وہ بالکل کلثوم کی طرح لگ رہی تھی۔ ان کی آنکھیں نم ہونے لگیں تو انہوں نے منہ موڑ لیا۔

"جاؤ بیٹا جا کر سو جاؤ۔ صبح تمہاری بارات ہے۔"

"جی ماموں!" وہ گلاس سلیب پر رکھ کر باہر نکلنے لگی تو انہوں نے ایک دم اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"بیٹا! کیوں مجھے اتنی چپ کی مار مار رہی ہو۔ تمہاری اتنی بڑی خوشی چھیننے والا میں ہوں۔ تمہارا باپ ہونے کا دعوا کرتا تھا میں، لیکن نکلا تو میں ثمرین کا باپ ہی نا۔ اپنی بیٹی کے آنسوؤں کے سامنے مجھے تمہاری تکلیف نظر نہیں آئی۔ کچھ برا بھلا ہی کہہ دو، تمہاری خاموشی میرے دل پر بوجھ بن گئی ہے۔ تمہارا صبر، تمہاری چپ مجھے ہولاتی ہے۔" وہ اس کے سامنے بچوں کی طرح رو پڑے۔

"ماموں پلیز! آپ نے مجھ سے کچھ نہیں چھینا۔ میں کسی سے ناراض نہیں۔ انسان کو وہی ملتا ہے جو اس کی قسمت ہوتی ہے۔ یہ میری قسمت ہے۔ میں اس سے لڑ نہیں سکتی۔"

وہ خود حیران تھی وہ اتنے سکون سے کیسے بات کر رہی تھی۔ انسان کو ڈر تب لگتا ہے جب اسے کچھ کھونے کا ڈر ہو جبکہ اس کے پاس تو کچھ تھا ہی نہیں۔

☼ ☼ ☼

"او میرے خدا! یہ تم ہو تعبیر!" وہ ابھی ابھی بیوٹی پارلر سے آئی تو سب سے پہلے ثمرین اندر داخل ہوئی تھی۔ وہ واقعی اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ اس پر نظر ٹھہرنا مشکل ہو رہا تھا۔ ثمرین نے بے ساختہ آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔ "اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے جتنی تم خوب صورت ہو۔ اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ تمہارے نصیب اچھے کرے۔"

تعبیر اس سے الگ ہوئی تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔ وہ ثمرین کا چہرہ دیکھنا چاہتی تھی لیکن سب دھندلا گیا تھا۔

"بے وقوف! ابھی رخصتی میں وقت ہے۔ ابھی سے میک اپ خراب کر لیا تو زید تمہیں دیکھ کر بے

ہوش ہو جائیں گے۔" ثمرین خود بھی رو رہی تھی۔
"کاش فہد بھی یہاں ہوتا۔ میں اسے بہت مس کر رہی ہوں۔" ثمرین نے اپنی دلی کیفیت بیان کرکے اس کے زخم ہرے کر دیے تھے۔ اس کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔ اب کے ثمرین نے غور سے اسے دیکھا۔
"رخصتی پر ہر لڑکی روتی ہے تعبیر! پر تم مجھے پریشان لگ رہی ہو۔ کیا تم خوش نہیں ہو اس شادی سے؟"
اب ثمرین جانچتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔
"اگر میں کہوں کہ میں خوش نہیں تو؟" ثمرین بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔
اچانک تعبیر مسکرادی "ڈر گئیں نا"
ثمرین نے مکا سا بنا کر اس کے کندھے پر مارا۔
"بدتمیز جان نکال دی تھی میری۔"
"اگر میں سچ کہہ رہی ہوتی تو۔"
"ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ پاپا کے لیے پہلے تمہاری خوشی ہے پھر کچھ اور ہوتا ہے۔ وہ کیسے تمہاری مرضی کے خلاف کرسکتے ہیں۔"
ثمرین کے لہجے میں یقین بول رہا تھا۔ ایسا یقین جو کچھ دن پہلے تک اسے بھی تھا۔ وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔ تب ہی دروازہ کھلا اور دو خواتین اور ان کے پیچھے ماموں اور ممانی بھی اندر داخل ہوئے تھے۔
"یہ کون ہیں؟" ثمرین سرگوشی کے انداز میں بولی۔ جبکہ وہ پہچاننے اور نا پہچاننے والے انداز میں انہیں دیکھ رہی تھی۔
"تعبیر! پہچانا یہ کون ہیں۔" ماموں نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا تو اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔
"کیا کریں جی۔ آج کل بچوں کا خون ہی سفید ہو گیا ہے۔"
"چپ رہو زرینہ! اتنے سالوں بعد دیکھ رہی ہے۔ کیسے پہچانے گی۔" نجمہ پھپھو نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا تھا اور اتنے سالوں بعد بھی اسے ان کے وجود سے اپنے باپ کی خوشبو آئی تھی، وہ پہچان گئی تھی وہ اس کی پھپھو تھیں۔
"بیٹا! تمہاری پھپھو اور تائی تم سے ملنے آئی ہیں۔" ماموں کے کہنے پر وہ باری باری ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔
"بالکل کلثوم کا روپ ہے۔ وہ بھی جب دلہن بن کر آئی تھی بلکہ ایسے ہی لگ رہی تھی پریوں جیسی۔" نجمہ پھپھو نم آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولیں۔ تب ہی اس کے تایا اندر داخل ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے دعائیں دیں تو اس کا دل ایک بار پھر بھر آیا تھا۔
"تنویر صاحب! یہ کیسی شادی کی ہے۔ آپ نے نہ مہندی، نہ مایوں، شادی کا فنکشن بھی اتنا سادہ۔ یتیم تو وہ تھی ہی، آپ نے رخصتی بھی یتیموں کی طرح کردی۔"
اس کے تایا ماتھے پر بل ڈال کر اس کے ماموں سے بازپرس کر رہے تھے۔
"اور نہیں تو کیا اتنا کیا اندھیر مچا تھا، جو دنوں میں بات طے کرکے اتنی سادگی سے رخصتی کردی۔ لے کر تو ایسے گئے تھے جیسے بڑا شہزادیوں کی طرح رکھیں گے۔"
یہ اس کی تائی تھیں شکوے کرتی ہوئی۔
"شہزادیوں کی طرح کا تو پتا نہیں لیکن بیٹیوں کی طرح ضرور رکھا ہے ہم نے اسے۔ آج آپ شادی کا حساب لینے آگئی ہیں۔ اتنے سالوں تو آپ کو کوئی خبر نہیں تھی۔" اب کے ممانی نے منہ توڑ جواب دیا تھا۔
ثمرین گھبرا کر ماں کی طرف بڑھی۔
"پلیز امی! کول ڈاؤن۔ یہ ان باتوں کا وقت نہیں، اسی خوشی کے موقع پر یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں۔"
اور شاہدہ بیگم ہونہہ کرکے رہ گئیں۔
"چلیں آنٹی! باہر چلتے ہیں۔"
ثمرین ہی معاملے کو ہینڈل کرنے کے لیے ان سب کو باہر لے گئی، تب ہی کسی نے اندر آکر بارات کے آنے کی اطلاع دی تھی اور اس کی دھڑکن ایک دم تیز ہوگئی۔ کمرا ایک دم لوگوں سے بھر گیا تھا۔ ساتھ ہی سارا کمرا روشنیوں سے نہا گیا۔ ان گنت آوازیں تھیں لیکن وہ سر جھکائے صرف اپنے دل کی دھڑکن سن رہی تھی۔ نکاح خواں اس کی رضامندی پوچھ رہا تھا

(دوسری اور آخری قسط آئندہ ماہ)

مریم عزیز

عین

تعبیر کے والدین کا انتقال ہونے کے بعد اس کے چچا' تایا اور پھوپھی اسے ساتھ رکھنے سے انکار کر دیتے ہیں تب اس کے ماموں آگے بڑھ کر اسے سہارا دیتے ہیں اور اپنے ساتھ گھر لے جاتے ہیں۔

تعبیر کے ماموں کا یہ فیصلہ اس کی ممانی کو بالکل پسند نہیں آتا۔ وہ اس پر سخت احتجاج کرتی ہیں لیکن ماموں پروا نہیں کرتے۔ انہیں اپنی مرحوم بہن سے بہت محبت تھی اور تعبیر سے بھی وہ بہت محبت کرتے ہیں۔ ان کی اپنی ایک ہی بیٹی ہے ثمرین۔ تعبیر کی ممانی اس سے نفرت کرتی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ تعبیر کی ماں کلثوم ان کے مس کیرج کی ذمہ دار ہے۔ تعبیر کے باپ کو کینسر تھا۔ ماموں ان کے پاس تھے' تب اچانک ممانی کی طبیعت بگڑ گئی۔ فوری طور پر اسپتال نہ جانے کی بنا پر ان کا مس کیرج ہو گیا تھا۔ وہ پھر بھی تعبیر کی ماں کو معاف نہ کر سکیں۔ بیوہ ہو کر وہ بھائی کے گھر آ گئی تو انہوں نے اتنا تنگ کیا کہ وہ خود ہی گھر چھوڑ کر چلی گئی۔ اس نے بھائی کو بھی کچھ نہیں بتایا۔ یہ بھی نہیں کہ بھابی کس طرح تعبیر کو ذرا ذرا سی بات پر دھنک کر رکھ دیتی تھیں۔

ماں کے مرنے کے بعد تعبیر دوبارہ ان کے پاس آ گئی تو ان کی نفرت اور غصہ کی انتہا نہ رہی۔ ماموں جاب کے سلسلے میں اکثر شہر سے باہر ہی رہتے۔ ان کی غیر موجودگی میں ممانی کو کھلی چھوٹ مل جاتی ہے۔ وہ گھر کے سارے کام تعبیر پر ڈال دیتی ہیں۔ تعبیر کی ماموں زاد بہن ثمرین اس کا بہت خیال رکھتی ہے۔ امتحان میں نمبر کم آنے پر وہ اپنے خالہ زاد بھائی فہد سے اسے پڑھانے کے لیے کہتی ہے۔ فہد کی ماں خالدہ کو یہ پسند نہیں' وہ فہد کو تعبیر کو پڑھانے سے منع کرتی ہیں لیکن فہد ان کی بات نہیں مانتا۔ تعبیر اسکول میں ٹاپ کرتی ہے تو فہد کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ ماموں اس کو ٹاپس تحفہ میں دیتے ہیں۔ یہ بات بھی ممانی کو بہت ناگوار گزرتی ہے۔

مکمل ناول

WWW.PAKSOCIETY.COM

تعبیر کے انٹر میں بہت اچھے نمبر آتے ہیں وہ ڈاکٹر بننا چاہتی ہے۔ ممانی خرچ پر احتجاج کرتی ہیں تو تعبیر خود ہی کہہ دیتی ہے کہ اسے ڈاکٹر بننا پسند نہیں۔

فہد تعبیر سے محبت کا اظہار کرتا ہے' وہ اس سے کہتا ہے کہ وہ اسے یہاں سے نکال لے جائے گا۔ لیکن اس کی ماں خالدہ ثمرین کو بہو بنانا چاہتی ہیں۔ ثمرین بھی فہد سے محبت کرتی ہے۔

خالدہ ثمرین کا رشتہ مانگ لیتی ہیں۔ فہد اس سے بے خبر ہے۔ وہ جاب کے سلسلے میں آسٹریلیا چلا جاتا ہے۔ وہ فون پر فہد کو رشتہ طے کرنے کی اطلاع دیتی ہیں تو فہد بتاتا ہے کہ وہ ثمرین کو نہیں تعبیر کو پسند کرتا ہے۔

ثمرین کو جب پتا چلتا ہے کہ فہد اسے نہیں چاہتا تو اس کی حالت بگڑ جاتی ہے۔ تب ماموں تعبیر سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ان کی خاطر قربانی دے اور ثمرین کے راستے سے ہٹ جائے۔ تعبیر مان جاتی ہے۔

ممانی تعبیر کا رشتہ طے کر دیتی ہیں۔ تعبیر دلہن بنی بیٹھی ہے۔ نکاح خواں اس کی رضامندی پوچھ رہا ہے۔

۲ دوسری اور آخری قسط

اس نے ایک پل کے لیے زور سے آنکھیں بند لیں اور جب کھولیں تو دل سے ہر نقش صاف کر کے ہاں کر دی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ اپنے شوہر اور بیٹی کو دیکھ رہی تھیں' جو نکاح کے بعد ایک دوسرے کے گلے لگے تسلی دے رہے تھے۔ تب ہی خالدہ ہانپتی ہوئی ان کے پاس آئی تھیں۔

"خیریت آپا! سانس کیوں پھول رہا ہے۔"

"وہ شاہدہ! فہد کا فون آ رہا ہے۔"

"اسے پتا چل گیا؟" شاہدہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"نہیں' اس نے تو ویسے ہی فون کیا ہو گا لیکن میں تم سے پوچھنے آئی ہوں۔ کیا کہوں' اسے بتا دوں تعبیر کی شادی کا۔"

"نہیں آپا!" وہ تیزی سے بولیں۔ "ابھی نہیں۔ ایسے اسے اچانک نہ بتائیں۔ مجھے سوچنے دیں' کیسے اس سے بات کی جائے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

"کیا مطلب؟" خالدہ الجھ کر بہن کو دیکھنے لگیں۔

"کچھ نہیں آپا! ابھی اسے ٹال دیں۔ میں بعد میں آپ کو بتاتی ہوں۔" کہہ کر وہ اسٹیج کی طرف بڑھ گئیں' جہاں تعبیر کو لایا جا رہا تھا۔

رخصتی کے وقت سب کی آنکھیں اشک بار تھیں لیکن خود اس کی آنکھیں خشک تھیں کیونکہ سارے آنسو تو وہ پچھلے دنوں بہا چکی تھی۔ اس کی بارات واقعی بہت سادہ تھی۔ دس لوگوں پر مشتمل مختصر سی بارات حالانکہ بقول ان کے' یہ ان کے گھر میں پہلی شادی تھی۔ میرج ہال سے گھر تک کا سفر اتنی خاموشی سے کٹا تھا کہ اس کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ بیٹھا اس کا شریک حیات' جس کی اس نے صرف تصویر دیکھی تھی۔ وہ تو بالکل اجنبی تھا اور ساتھ بیٹھا اور اجنبی لگ رہا تھا اور گھر میں جب اسے زید کی دوست کی بیگم اندر لائیں تو وہ خود کہیں چلا گیا تھا۔

باہر شور کی آواز پر کمرے میں موجود باقی لوگ بھی باہر نکل گئے تھے اور وہ جو سر جھکائے بیٹھی تھی' سر اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ جہاں سے وہ لوگ گئے تھے اور پھر اس کی نظر کمرے کے اطراف کا جائزہ لینے لگیں۔ بے شک یہ کمرا خوب صورت اور پر آسائش تھا لیکن آج کی تقریب کی مناسبت سے وہاں کوئی سجاوٹ نہیں تھی۔ صاف ستھری بیڈ شیٹ اور صاف ستھری دیواریں اس کا منہ چڑا رہی تھیں۔ اس نے ایک دفعہ پھر سر جھکا لیا تھا۔ تب ہی دروازہ کھلنے پر اس کے حواس ایک دم چوکنا ہو گئے۔ وہ جس صوفے پر بیٹھی تھی۔ وہ دروازے سے ترچھے رخ پر پڑا تھا۔ نہ آنے والا اس کو ٹھیک طرح سے دیکھ سکتا تھا اور نہ وہ۔

"السلام علیکم!" اس کے پیچھے کھڑے ہو کر کسی نے بھاری لیکن مسکراتی ہوئی آواز میں سلام کیا تھا۔

"کیا آپ مسلمان نہیں؟" اس سوال پر اس نے گھبرا کر سر ہلایا تھا "تو سلام کا جواب تو دیں۔"

"وعلیکم السلام!" وہ پھنسی ہوئی آواز میں بولی۔

"گڈ۔ اس سے پہلے مزید سسپنس رہے میں اپنے بارے میں بتا دیتا ہوں کہ میں ضرار ہوں۔ زید کا بڑا بھائی۔ شادی میں شریک نہیں ہو سکا کیونکہ میں پاکستان میں نہیں تھا۔ آج کی ٹکٹ مل تو گئی لیکن فلائٹ لیٹ ہو گئی لیکن دیکھو پھر بھی پہنچ گیا۔"

وہ ابھی تک اس کے پیچھے ہی کھڑا تھا۔

"اچھا کیا میں تمہیں دیکھ سکتا ہوں؟" وہ کہتا ہوا تھوڑا آگے آیا تھا "تعبیر نے اضطرابی انداز میں اپنا دوپٹا ٹھیک کیا۔"

"ماما بتا رہی تھیں۔ تم بہت خوفناک ہو' سوچا دیکھ لوں۔ یہ نہ ہو کہ دیکھتے ہی ڈر کر بے ہوش ہو جاؤں۔"

وہ کہتا ہوا ایک دم اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور بالکل بے اختیار اس کی آنکھیں اس کی طرف اٹھی تھیں۔

اس کے سامنے بیٹھا شخص اتنا ہینڈسم تھا کہ ایک پل کے لیے اس کی نظریں ٹھہری گئی تھیں لیکن دوسرے ہی پل اس نے نظریں جھکا لی تھیں لیکن وہ اب بھی اس کی نظریں مسلسل اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی اور اس کی طویل خاموشی پر گھبرا کر اس نے دوبارہ نظریں اٹھائیں۔ سامنے بیٹھے شخص کے تاثرات اسے بہت سخت لگے تھے۔ اس نے کسی کے آنے کی دعا کی تھی۔ تب ہی دروازہ کھول کر ناہید بیگم اندر داخل ہوئی تھیں۔

ضرار! ملے اپنی بھابی سے کیسی لگی؟" وہ اس کے قریب آ کر پوچھنے لگیں تو وہ کھڑا ہو گیا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو ضرار؟" اسے یوں تیزی سے باہر نکلتے ہو دیکھ کر وہ حیرانی سے آواز دیتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگی تھیں جبکہ وہ وہیں بیٹھی اپنی عجیب و غریب شادی اور عجیب و غریب سسرالیوں کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔

☼ ☼ ☼

بیٹھے بیٹھے اس کی کمر اکڑ گئی تھی لیکن لگتا تھا سب اسے یہاں بٹھا کر بھول گئے تھے۔ کل سے اس نے کچھ کھایا بھی نہیں تھا اب تو اسے بہت شدید بھوک لگ رہی تھی۔ اس نے ایک بار پھر متلاشی نظروں سے کھانے کی کسی چیز کو تلاش کیا۔ تب ہی دھاڑ سے دروازہ کھلا۔ وہ ڈر کے مارے اپنی جگہ سے اچھل پڑی۔ اندر آنے والے نے دروازہ بند کر دیا اور پلٹ کر اسے دیکھنے لگا اور اس کے مڑتے ہی وہ پہچان گئی کہ وہ زید ہے۔ وہ اب اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کی چال میں واضح لڑکھڑاہٹ تھی۔ وہ اس کے بالکل سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور بے حد ناگوار بو تعبیر کے نتھنوں سے ٹکرائی تھی۔ وہ بے اختیار پیچھے ہٹی تھی' لیکن اس نے ایک دم اس کا بازو دبوچ لیا تھا۔ تعبیر حیرت سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ جس کی آنکھیں بے تحاشا سرخ ہو رہی تھیں۔ اسے عجیب سا خوف محسوس ہوا تھا۔

"مما کہہ رہی تھیں بہت خوب صورت ہو تم۔" اس سے ٹھیک سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔

"ویسے ہو تو سہی۔" اس نے دوسرے ہاتھ سے اس کا چہرہ بھی تھام لیا تھا۔ وہ اتنا ڈر گئی تھی کہ ہلنے کی پوزیشن میں بھی نہیں رہی تھی۔ لیکن اس نے مسکرا کر اسے چھوڑ دیا اور ان ہی لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ وہ دیوار گیر الماری کی طرف بڑھا الماری کھول کر اس کے اندر سے ایک بوتل نکالی اور جب وہ پلٹا تو تعبیر کی آنکھیں جیسے پھٹ گئی تھیں۔ تعبیر بے ساختہ دیوار کے ساتھ جا لگی اور وہ اس کے سامنے رکھے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔

”لیکن مجھے عورت کے خوب صورت چہرے سے نفرت ہے۔ دل چاہتا ہے تیزاب ڈال کر اس خوب صورتی کو تباہ کردوں۔“ اس نے اسے دیکھا جو باقاعدہ کانپ رہی تھی۔ وہ مسکراتا ہوا اٹھا اور ایک بار پھر اس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ تعبیر کے آنسوؤں میں روانی آگئی تھی۔

”رو اور زور سے رو کیوں کہ خوب صورت لڑکیوں کو روتے دیکھ کر مجھے بہت سکون ملتا ہے۔“

وہ کہتے ہوئے اس کی طرف جھکا تو وہ ایک لمحہ کی تاخیر کیے بغیر پیچھے ہٹی تھی۔ اس کا ارادہ باہر جانے کا تھا اور وہ اس کا ارادہ بھانپ گیا تھا۔ اس نے تیزی سے ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچا تھا۔ اتنا بھاری دوپٹا اور لہنگا وہ لڑکھڑا کر اس کے ساتھ لگی تھی۔

”ایسی بدتمیزی مجھے بالکل نہیں پسند۔“ وہ خون خوار نظروں سے اسے دیکھنے لگا تو تعبیر سہم کر رہ گئی۔ ”پلیز مجھے جانے دیں۔“

”جانے دوں۔“ وہ ہنسا تھا۔ ”کہاں جانا ہے۔ کسی کو ٹائم دیا ہوا ہے یا باہر تمہارا کوئی بوائے فرینڈ کھڑا ہے؟“

اس نے اس الزام پر چیخ کر آنکھیں بند کرلیں۔

”چلو رونا بند کرو اور یہ پیو۔“ اور تعبیر کو کرنٹ لگا تھا۔ اس نے دہشت زدہ نظروں سے گلاس کو دیکھا۔

”پیو۔“ وہ زبردستی گلاس اس کے منہ سے لگا رہا تھا۔ تعبیر نے پورا زور لگا کر اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا تھا، اور گلاس ماربل کے فرش پر گر کر چور چور ہوگیا تھا۔ گلاس کے ٹوٹتے ہی اس نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ ایک تھپڑ اس کے منہ پر مارا اور وہ نازک سی لڑکی لڑکھڑاتی ہوئی دیوار کے ساتھ جاکر ٹکرائی۔ درد کا احساس اتنا شدید تھا کہ وہ چیخ اٹھی تھی، لیکن وہ جیسے پاگل ہوچکا تھا۔ اس کے قریب آتے ہی اس نے اسے لاتوں اور گھونسوں سے مارنا شروع کردیا تھا۔ اس کی چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا تھا۔ اس نے اسی پر بس نہیں کیا۔ جھٹکے سے اس کا دوپٹا سر سے کھینچا جو پنوں کے ساتھ بالوں سے جڑا تھا۔ کھینچنے پر اسے یوں لگا جیسے اس کے سر کی کھال کسی نے اتارلی ہو۔ اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اس کا چہرہ اونچا کیا، وہ نیم بے ہوشی کی کیفیت میں ہوگئی۔ بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس نے اسے بیلٹ نکالتے دیکھا۔ اس کی روح تک کانپ اٹھی۔ اس نے ٹھنڈے فرش پر جہاں اس کا جسم اکڑ چکا تھا، ہلنے کی ناکام کوشش کی تھی۔

”زید!“ باہر کسی نے بری طرح دروازہ پیٹا تھا اور ساتھ اس کے نام کی پکار بھی جاری تھی۔

”یااللہ!“ وہ اللہ کو مدد کے لیے پکارنے لگی۔ دروازہ کھل چکا تھا اور کوئی اس کی طرف بڑھا تھا۔

”او میرے خدا!“ اس نے ناہید کے چیخنے کی آواز سنی تھی۔ انہوں نے آکر اسے ٹھنڈے فرش سے اٹھا کر سیدھا کیا، لیکن وہ مزید کچھ دیکھ اور سن نہیں سکی کیوں کہ سب کچھ تاریک ہوگیا تھا۔

☼ ☼ ☼

جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ اسی کمرے میں تھی۔ فرق یہ تھا کہ وہ بستر پر تھی اور اس کے کپڑے بدلے جاچکے تھے۔ اس نے خوف زدہ نظروں سے اپنے اردگرد دیکھا۔ وہ کہیں نہیں تھا۔ اس نے دوبارہ آنکھیں بند کرلیں۔ کچھ دیر بعد دروازے پر آہٹ ہوئی تو اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔ ناہید اور اعجاز صاحب اندر داخل ہوئے تھے۔ اس کو آنکھیں کھولتے دیکھ کر ناہید مسکرائی تھیں۔

”شکر ہے تمہیں ہوش آگیا۔ پورے دو دن بعد ہوش آیا ہے تمہیں۔“ وہ اس سے ایسے بات کررہی تھیں جیسے دو گھنٹے کی بات کررہی ہوں۔

”پہلے جوس پیوگی یا کھانا منگواؤں؟“

”مجھے گھر جانا ہے۔“ ناہید کے چہرے پر نظر آتی مسکراہٹ لمحوں میں غائب ہوئی تھی اور چہرے پر بے گانگی چھاگئی تھی۔

”کون سا گھر، اب یہی تمہارا گھر ہے۔“

”یہ میرا گھر نہیں ہے۔“ وہ چیخ کر بولی۔ ”مجھے ماموں کے پاس جانا ہے۔“ اپنی بے بسی پر وہ پھر سے رونے لگی تھی۔

”ایسی حالت میں جاؤگی اپنے ماموں کے پاس؟ کیا بتاؤگی انہیں؟“

”آپ کا بیٹا ایک نارمل انسان نہیں۔ اس نے جانوروں کی طرح مجھے مارا ہے۔“ وہ بری طرح رورہی تھی۔ پیچھے کھڑے اعجاز صاحب نے پشیمان ہوکر سر جھکالیا۔

”وہ ایک ذہنی مریض ہے۔“

”ہاں وہ ایک ذہنی مریض ہے۔“ ناہید نے اس کے بیان کی تائید کی تھی وہ رونا بھول کر ان کا چہرہ یوں دیکھنے لگی جیسے اسے سننے میں غلطی ہوئی ہو۔

”ہاں وہ ایب نارمل ہے۔ اس میں بہت سی برائیاں ہیں اور ڈاکٹر نے ہی تجویز کیا ہے کہ اگر اس کی شادی ہوجائے اور اسے ایک پیار کرنے والی بیوی مل جائے تو وہ ٹھیک ہوسکتا ہے۔ اسی لیے ہم نے تمہارا انتخاب کیا تھا۔“

اور تعبیر کو اپنے دماغ میں دھماکے ہوتے محسوس ہورہے تھے۔ اس کے سامنے بیٹھی عورت کا ظاہر کتنا خوب صورت تھا، لیکن اس کا باطن اس کی سوچ کتنی گھناؤنی تھی۔ اس نے اپنے بیٹے کی خاطر اس کی پوری زندگی داؤ پر لگادی تھی۔ اس کے یوں دیکھنے پر انہوں نے نظریں گھماکر سامنے دیکھنا شروع کردیا۔

”اور یہ بات تمہارے گھر والے جانتے ہیں۔“

”یہ نہیں ہوسکتا میں نہیں مانتی۔“ وہ زور زور سے سر نفی میں ہلانے لگی۔

”جو ہوا ہے اسے یہیں تک رہنے دو تو اچھا ہے۔ اس میں تمہاری بھی عزت ہے اور ہماری بھی۔ یہاں تمہیں کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔ دولت، عیش و آرام سب ملے گا جبکہ واپسی کی صورت تم دوبارہ ان ہی حالات کا شکار ہوگی، ساتھ میں طلاق جیسا دھبہ بھی لے کر جاؤگی۔ زید کو ایسے دورے کبھی کبھار ہی پڑتے ہیں۔ ویسے وہ ٹھیک رہتا ہے۔ تم اس کے ساتھ تعاون کرو تو یہ بھی کم ہوجائیں گے۔“ وہ اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

”میں نے جو سمجھانا تھا سمجھادیا۔ آگے تمہاری مرضی۔“ وہ کندھے اچکا کر کھڑی ہوگئیں اور ان کے پیچھے سر جھکائے اعجاز صاحب بھی نکل گئے۔ جب کہ دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے آنسو نہیں رک رہے تھے۔ انہوں نے اس کی زندگی کے ساتھ کیسا کھیل کھیلا تھا، لیکن بجائے نادم ہونے کے، وہ اسے مصالحت کا مشورہ دے رہی تھیں، وہ کیسے ایک

ایب نارمل شخص کے ساتھ زندگی گزار سکتی ہے' جس سے اسے جان کا بھی خطرہ ہو۔

"اور میرے گھر والے۔۔۔ ماموں وہ کبھی ایسا نہیں کرسکتے' جھوٹ بولتی ہیں یہ۔" اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے خود کو باور کروایا۔ ٹیلی فون کی تلاش میں اس نے نظریں گھمائیں۔ وہاں کوئی فون نہیں تھا اور نہ ہی اس کا موبائل' وہ چکراتے سر کے ساتھ اٹھی اور بمشکل باہر آئی تھی۔ اندازے سے دائیں طرف چل پڑی۔ سامنے بڑا سا لاؤنج تھا۔ اس کے بائیں طرف ڈائننگ روم اور ۔۔۔ پھر شاید کچن تھا۔ اس نے دیوار کا سہارا لے کر ادھر ادھر دیکھا تو اسے فون نظر آہی گیا۔ اس نے کسی کے نہ ہونے کا یقین کرکے قدم فون کی طرف بڑھائے۔ نمبر ڈائل کرتے ہوئے اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ کافی دیر کے بعد جب وہ مایوس ہوکر فون رکھنے لگی تھی تو فون اٹھالیا گیا۔ شاہدہ کی آواز سن کر وہ ایک بار پھر سسکنے لگی تھی۔

"کون؟" دوسری طرف سے حیرت کا مظاہرہ ہوا تھا۔

"ممانی میں تعبیر۔"

"تعبیر! تم رو کیوں رہی ہو۔" وہ اب واقعی حیران ہوئی تھیں۔

"ممانی! ماموں سے کہیں مجھے یہاں سے لے جائیں۔" وہ بری طرح رونے لگی۔

"ہیں ہیں لڑکی۔۔۔ حواسوں میں تو ہو۔ کیا کہہ رہی ہو۔ دو دن ہوئے تمہاری شادی کو اور تم لڑ جھگڑ بھی بیٹھی ہو۔"

"نہیں ممانی! زید نارمل انسان نہیں۔ اس نے مجھے مارا ہے' بہت مارا ہے۔ وہ ڈرگز بھی لیتا ہے۔" وہ بچوں کی طرح ان سے شکایت کررہی تھی۔ دوسری طرف خاموشی چھاگئی تھی۔

"آنٹی کہہ رہی ہیں کہ آپ لوگوں کو سب پتا ہے' لیکن میں جانتی ہوں ممانی! یہ سچ نہیں۔ آپ لوگ میرے ساتھ ایسا کیسے کرسکتے ہیں۔" کچھ لمحے خاموش رہ کر ممانی نے گلا کھنکھار کر بات شروع کی تھی۔

"دیکھو تعبیر! جو ہونا تھا۔ وہ ہوگیا اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ ہماری اپنی بیٹی بھی ہے۔ جو ہمیشہ تمہاری وجہ سے نظر انداز ہوتی رہی ہے اور اتنی مشکل سے تم سے جان چھوٹی ہے تو اب کیا پھر تم ہمارے سروں پر سوار ہونا چاہتی ہو؟"

"ممانی!" اس کی آواز جیسے کنویں سے آئی تھی۔

"اب تمہارا مرنا جینا اسی گھر میں ہے وہ تمہیں پھولوں کی طرح رکھتا ہے یا جوتی کی نوک پر۔ تمہیں اب وہیں رہنا ہے اور جہاں تک اس کے دماغی خلل کا تعلق ہے تمہاری ساس نے مجھے بتایا تھا' لیکن یہ کوئی بہت بڑی بات نہیں کہ تم دوسرے دن طلاق کا ٹیبل لگوا کر پھر ہمارے سروں پر سوار ہوجاؤ اور اب یہ رونے دھونے کے لیے بھی فون مت کرنا۔ خوشی سے آنا ہے ضرور آؤ' ورنہ یہاں آنے سے پہلے کسی گاڑی کے نیچے آجانا اور ایک بات اور۔۔۔ ماموں تک یہ باتیں پہنچانے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر ان تک یہ بات پہنچی اور وہ تمہیں اس گھر میں دوبارہ لے کر آئے تو یہ یاد رکھنا میں خود اپنے ہاتھوں سے تمہارا گلا دبادوں گی۔"

کھٹاک سے فون بند ہوگیا تھا اور وہ بالکل ساکت تھی۔ اس کا وجود جیسے سن ہوکر رہ گیا تھا۔ کسی نے اس کے ہاتھ سے ریسیور لے کر کریڈل پر رکھا تو اس کے ساکت وجود میں جنبش ہوئی۔ اس نے نظر گھما کر دیکھا ۔ زید کا بھائی ضرار اس کے قریب کھڑا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹی تھی۔ اس کی اس حرکت پر اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے کمرے تک آئی اور دروازہ بند کرکے اس نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر اپنی بے قابو ہوتی چیخوں کو روکا۔

☆ ☆ ☆

اسے یہاں آئے پانچواں دن تھا۔ شادی والے دن کے بعد اس نے زید کو نہیں دیکھا تھا اور یہ بات اس کے لیے سکون کا باعث تھی۔ ولیمہ تو ان لوگوں نے کرنا نہیں تھا۔ ماموں کو پتا نہیں کیا کہہ کر وہ لوگ ولیمہ منسوخ کرچکے تھے' لیکن اس کے باوجود ان پانچ دنوں

میں کوئی اس سے ملنے نہیں آیا تھا۔ ممانی تو خود بتا چکی تھیں' لیکن ماموں اور ثمرین بھی اسے ملنے نہیں آئے تھے۔ وہ سب سے بدگمان ہوگئی تھی۔ اسے یقین ہوگیا تھا اس کی بربادی میں سب شامل ہیں ماموں بھی' جو ساری عمر اس کی محبت کا دم بھرتے رہے اور اپنی بیٹی کی محبت کے لیے انہوں نے اس کی بربادی کا سودا کردیا۔

آئینے کے سامنے کھڑے ہوکر اس نے بغور اپنا چہرہ دیکھا' جو پانچ دنوں میں مرجھا کر رہ گیا تھا۔ اس کی گردن پر اور بازوؤں پر ابھی بھی زخموں کے نشان تھے۔ اس نے گہرا سانس لے کر اپنا رخ موڑ لیا۔ جب وہ باہر آئی تو لاؤنج سے زور زور سے بولنے کی آواز آرہی تھی۔ وہ وہیں رک کر سننے لگی۔

"آپ کو کیا حق پہنچتا ہے' آپ کسی معصوم کی زندگی کے ساتھ کھیلیں۔" یہ آواز ضرار کی تھی۔

"میں آپ سے پوچھ رہا ہوں مما!" ان کو خاموش دیکھ کر وہ زور سے بولا تھا۔

"کیا پوچھ رہے ہو؟" اس کے برعکس وہ بڑے تحمل سے بولی تھیں۔ ضرار ان کے انداز پر گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"آپ کو زید کی ذہنی کیفیت کا پتا تھا پھر کیوں آپ نے کسی کی بیٹی کی زندگی خراب کی اور آپ پاپا! آپ نے بھی مما کو نہیں سمجھایا۔" وہ اب اعجاز صاحب کی طرف مڑا تھا۔

"بہت سمجھایا تھا۔ واسطے بھی دیے تھے' لیکن یہ عورت کتنی ضدی ہے تم جانتے ہو۔" ناہید نے غصے سے ان کی طرف دیکھا۔

"اس دن اس بچی کی حالت دیکھ کر میری روح تک کانپ گئی تھی۔" انہوں نے جیسے جھرجھری لی تھی۔

"آپ دونوں کیا میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ کیا غلط کیا میں نے اپنے بچے کا فائدہ ہی سوچا ہے نا۔ ہر ماں سوچتی ہے۔ آپ کے سامنے زید کے ڈاکٹر نے کیا کہا تھا؟" انہوں نے اعجاز صاحب سے پوچھا۔

"اور جہاں تک برباد کرنے کی بات ہے۔" انہوں نے مڑ کر ضرار کی طرف دیکھا۔ "میں نے کسی کی زندگی برباد نہیں کی' میں نے اس کی ممانی کو پہلے ہی زید کی ذہنی حالت بتادی تھی۔"

"آئی کانٹ بلیو دس۔" ضرار نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"تو تمہارا مطلب ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں۔"

"لیکن کوئی ماں باپ کیسے اپنی بیٹی کے لیے ایسا سوچ سکتے ہیں۔" ضرار جیسے بے یقینی سے بولا۔ ناہید طنزیہ انداز میں مسکرائی تھیں۔

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے وہ تعبیر کے ماں باپ نہیں ماموں ممانی ہیں اور دوسرا پیسے میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ میں نے تو انہیں چند آسانیاں دی تھیں' لیکن وہ تو جیسے بالکل تیار بیٹھے تھے۔ یہ جو تین ہفتے تیاری کے لیے تھے۔ وہ بھی میں نے زبردستی لیے تھے۔ ان کا بس چلتا تو وہ اسی دن اسے زید کے بغیر ہی ہمارے ساتھ رخصت کردیتے۔"

ان کے لہجے میں کتنی حقارت تھی۔ اس کے لیے' اپنی بے دقعتی اور بے عزتی پر اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر گئی تھیں۔ مزید کھڑے ہوکر اپنی ذات کی بے قدری کو سننے کا اس میں یارا نہیں تھا۔ وہ انہی قدموں سے پلٹ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

دستک پر اس نے ۔۔۔ دروازے کی طرف دیکھا اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔

"کون!"

"باجی! بڑی بی بی آپ کو بلا رہی ہیں۔ کھانا لگ گیا ہے۔"

"اچھا۔" اس کا رکا ہوا سانس جیسے بحال ہوا تھا۔ وہ ہاتھوں سے بالوں کو سنوارنے کے بعد دوپٹا ٹھیک کرتی باہر آگئی تھی۔ آہستہ سے سلام کرکے وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ وسیع عریض ڈائننگ ٹیبل پر چاروں موجود تھے۔ لیکن سوائے چمچہ اور کانٹے کے کسی اور چیز کی آواز نہیں آرہی تھی۔

www.paksociety.com

"پھر کیا سوچا تم نے؟" ناہید کے سوال پر ان تینوں نے ایک ساتھ ان کی طرف دیکھا تھا، لیکن وہ تعبیر سے مخاطب تھیں۔

"جی؟" تعبیر ناسمجھی سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

"اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے۔ تم نے کہا تھا تم یہاں رہنا نہیں چاہتیں تو اس لیے پوچھ رہی ہوں کیا سوچا تم نے؟" تعبیر کا سارا خون سمٹ کر چہرے پر آگیا۔ شرمندگی کے مارے وہ سر ہی نہیں اٹھا سکی۔ کتنے دعوے سے اس نے کہا تھا، وہ چلی جائے گی۔ اسے یاد ہونا چاہیے تھا جہاں سے وہ آئی ہے۔ وہاں اب اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو ناہید! وہ کیوں کہیں جائے گی یہ گھر اس کا ہے۔" اعجاز صاحب نے اس کا چہرہ دیکھا تو بے اختیار بول اٹھے۔ ان کو پہلے دن سے اس لڑکی سے ہمدردی سی ہو گئی تھی اور اس کی وہ بے بس لاچار حالت انہیں اب بھی یاد آتی تو وہ کانپ سے جاتے تھے۔

"میں نے تو اس سے کہا ہے یہ اس کا گھر ہے، لیکن اس نے کہا تھا کہ اسے اپنے ماموں کے گھر جانا ہے۔ سب حالات اس کے سامنے ہیں اب یہ اس کی مرضی ہے۔"

تعبیر کو اتنی تکلیف تو کبھی ممانی کی مار سے نہیں ہوئی تھی، جتنی ان کے لفظوں سے ہو رہی تھی۔

"بس مما!" ضرار نے چمچہ زور سے پلیٹ پر پٹخا تھا۔

"کیا ہم سکون سے کھانا بھی نہیں کھا سکتے؟" اس نے غصے اور ناراضی سے ان کا چہرہ دیکھا تو وہ کندھے اچکا کر پلیٹ پر جھک گئیں۔

☼ ☼ ☼

"تم اتنی بے حس کیسے ہو سکتی ہو ناہید!" وہ جو ڈائننگ روم میں بڑے ضبط سے بیٹھے تھے، کمرے میں آتے ہی پھٹ پڑے۔

"کیوں میں نے کیا کیا؟" وہ اپنے اسی ازلی مطمئن انداز میں پوچھنے لگیں۔

"کیا کیا ہے؟" انہوں نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر پوچھا۔ "کیا ضرورت تھی تمہیں اس بچی سے اس طرح کی باتیں کرنے کی۔ اس کے زخموں پر نمک چھڑک رہی تھیں تم۔"

"تو کیا ضرورت تھی اس بچی کو میرے منہ لگنے کی۔ بڑے رعب سے کہہ رہی تھی مجھے جانا ہے تو جائے اب۔"

"اس میں رعب کی بات کہاں سے آگئی۔ جو تمہارے بیٹے نے اس کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد وہ یہ سب کہنے میں حق بجانب ہے۔ اس کی جگہ اگر تمہاری ہائی سوسائٹی کی کوئی لڑکی ہوتی تو اب تک نہ صرف طلاق لے چکی ہوتی بلکہ تمہارے بیٹے کو جیل بھجوا چکی ہوتی اور میڈیا والے ہماری عزت کی دھجیاں اڑا چکے ہوتے۔" ان کے حقیقت پسندانہ تجزیہ کو انہوں نے ناک پر سے مکھی کی طرح اڑایا۔

"جانتی ہوں اسی لیے تو اس لڑکی کا انتخاب کیا تھا۔ ورنہ یہی ٹٹ پونجیے رہ گئے تھے ہمارے لیے اور ابھی دیکھا۔ کیسے جیٹھی تھی اپنے گھر والوں کو فون کیا تھا۔ صاف جواب ملا ہوگا اسی لیے تو کچھ بولی نہیں۔" انہوں نے جیسے اس کی بے بسی کا مزا لیا تھا۔ اعجاز صاحب نے افسوس سے سر ہلایا۔

"اللہ سے ڈرو ناہید بیگم!" ان کی بات بری طرح چبھی تھی انہیں۔ وہ تڑپ کر بولی تھیں۔

"ایسا کیا کیا میں نے جو اللہ کے عذاب سے ڈروں میں نے کسی کو کوئی دھوکا نہیں دیا۔ میں نے زید کی حالت اس کی ممانی کو بتائی تھی۔ زبردستی یا گن پوائنٹ پر لے کر نہیں آئے اس لڑکی کو۔ ان لوگوں کی رضامندی سے ہوا ہے یہ نکاح۔ دس لوگوں میں ساتھ لے کر آئے ہیں۔ لاکھوں کا زیور چڑھایا ہے اسے۔" اعجاز صاحب کے کہنے پر انہوں نے افسوس سے سر جھٹکا۔

"پتا نہیں آپ کو کیوں اس لڑکی سے ہمدردی ہو رہی ہے اور میں تو ضرار کا رویہ دیکھ کر حیران ہو رہی ہوں۔ اس لڑکی سے اسے بھی ہمدردی ہو رہی ہے۔

بہرحال آپ لوگ جو بھی سمجھیں آپ کی مرضی۔" انہوں نے ہاتھ اٹھا کر بات ہی ختم کر دی۔

"میں تو اب اس دن کے انتظار میں ہوں جب ضرار شادی کے لیے ہاں کہے گا تو میں ساری حسرتیں پوری کروں گی۔ ان لوگوں کو تو میں اپنے حلقہ احباب میں کسی سے ملوا بھی نہیں سکتی۔"

"ضرار کسی کو پسند کر چکا ہے۔" اعجاز صاحب نے مسکراتے ہوئے طنزیہ انداز اختیار کیا تو لپ اسٹک لگاتا ان کا ہاتھ ایک لمحہ کو رکا تھا۔

"تو؟" انہوں نے ابرو اچکا کر اعجاز صاحب سے پوچھا۔

"تو یہ کہ اگر وہ لڑکی تعبیر سے بھی گئی گزری ہوئی تو۔" اب بھی اعجاز صاحب کے انداز میں طنز کی مقدار کافی زیادہ تھی۔ ناہید بیگم نے غصے سے لپ اسٹک بند کی۔

"ہو ہی نہیں سکتا۔ مجھے ضرار کی پسند پر پورا یقین ہے۔ آپ جانتے ہیں اس کا معیار۔" وہ بڑے یقین اور فخر سے بولیں۔ "خیر معیار تو میرے زید کا بھی بہت اچھا ہے۔ آپ جانتے ہیں۔" اب کہ انہوں نے اعجاز صاحب کو کچھ جتایا تھا۔

"اپنی عادتوں کی وجہ سے وہ مار کھا گیا اور اسی لیے مجھے تعبیر کی صورت میں کمپرومائز کرنا پڑا۔" انہوں نے بالوں میں برش کر کے اپنا تفصیلی جائزہ لیا۔

"میں جا رہی ہوں۔ رات کو تھوڑی دیر ہو جائے گی۔" ان کے جانے کے بعد اعجاز صاحب نے بھی گاڑی کی چابی اٹھائی اور باہر نکل گئے۔

☼ ☼ ☼

وہ پچھلے دو گھنٹے سے تعبیر کا نمبر ملا رہے تھے، مگر وہ مسلسل بند جا رہا تھا۔ اب تو انہیں فکر ہونے لگی تھی۔

"یہ لیں چائے۔" شاہدہ بیگم نے چائے کا کپ ٹیبل پر لا کر رکھا۔

"کچھ کھانے کے لیے لاؤں؟" ان کے پوچھنے پر بھی وہ موبائل کی طرف ہی متوجہ رہے تو وہ غور سے ان کا چہرہ دیکھنے لگیں جو پریشان نظر آ رہے تھے۔

"کیا بات ہے کوئی پریشانی ہے۔" وہ بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں۔

"ہاں کب سے تعبیر کا نمبر ملا رہا ہوں۔ اس کا موبائل آف جا رہا ہے۔" شاہدہ نے چور نظروں سے انہیں دیکھا، پھر ایک دم چہرے کے تاثرات بدل کر مسکرا کر بولیں۔

"تو اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے؟" تنویر صاحب نے قدرے ناراضی سے انہیں دیکھا۔

"تمہارے لیے یہ پریشانی والی بات نہیں ہوگی۔ میرے لیے ہے۔ ایک ہفتے سے زیادہ ہو گیا میری اس سے بات نہیں ہوئی۔ میں نے اس لیے نہیں کہا اس کی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ نئے لوگ ہیں۔ اچھا نہیں لگتا، لیکن اس کو تو مجھے فون کر کے اپنی خیریت بتا دینی چاہیے تھی۔ اب یہ موبائل آف ہے۔ مجھے اس کی فکر ہو رہی ہے۔"

"ارے میں آپ کو بتانا بھول گئی۔" انہوں نے یوں اپنے سر پر ہاتھ مارا جیسے انہیں اچانک یاد آیا ہو۔

"دو دن پہلے تعبیر کا فون آیا تھا۔ وہ بتا رہی تھی کہ وہ اور زید ہنی مون کے لیے پاکستان سے باہر جا رہے ہیں۔ شاید ایک دو ماہ لگ جائیں۔ آپ گھر پر نہیں تھے تو بات نہیں ہو سکی۔ کہہ رہی تھی آکر خود فون کرے گی۔"

تنویر صاحب ایک پل کے لیے خاموش رہ گئے۔

"کمال ہے اگر ایسی بات تھی تو میرے موبائل پر فون کر سکتی تھی۔" وہ کچھ الجھ کر بولے۔

"اب چھوڑیں بھی، آپ کو ہر وقت تعبیر کی فکر رہتی ہے۔ اب وہ اپنے گھر کی ہو گئی ہے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں وہ وہاں مزے کر رہی ہوگی اور آپ سوچ سوچ کر اپنا خون جلا رہے ہیں۔ چائے پئیں میں آپ کے لیے کباب لاتی ہوں۔"

وہ جلدی جلدی بولتی ہوئی کھڑی ہو گئیں۔ کچن کی طرف جاتے ہوئے انہوں نے پلٹ کر تنویر صاحب کی طرف دیکھا۔ وہ اب چائے پی رہے تھے۔ وہ خود کو داد دیتی اندر کی طرف بڑھ گئیں۔ اب کم از کم دو ماہ تو سکون

کے گزریں گے۔

✡ ✡ ✡

خالدہ کتنی دیر تک شاہدہ کا منہ دیکھتی رہیں۔ جیسے انہیں یقین نہ آرہا ہو۔ کچھ دیر بعد ان کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا تھا۔

”نہیں شاہدہ! یہ غلط ہے اور پھر جھوٹ بول کر ــــ نہیں میں ایسا نہیں کرسکتی۔“ ان کا سر مسلسل نفی میں ہل رہا تھا۔

”آپا! کہتے ہیں جس جھوٹ سے کسی کا نقصان نہ ہو وہ جھوٹ نہیں ہوتا۔ کیا آپ یہ چاہتی ہیں فہد ساری عمر تعبیر کے نام پر بیٹھا رہے۔ وہ تو شادی کرکے عیش کررہی ہے۔ فہد اور ثمرین کو کس بات کی سزا ملے۔ جب تک فہد کا دل تعبیر کی طرف سے خراب نہیں ہوگا تب تک وہ کبھی ثمرین سے شادی کے لیے نہیں مانے گا۔ میں اپنی بچی کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتی اور کیا آپ فہد کو ساری عمر تنہا دیکھ سکتی ہیں؟“

شاہدہ کے پوچھنے پر ایک بار پھر خالدہ کا سر نفی میں ہلا اور انہوں نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

بیل جارہی تھی اور ہر بیل کے ساتھ ان کے دل کی دھڑکن بھی تیز ہوتی جارہی تھی۔ چھٹی ساتویں بیل تھی جب فون اٹھالیا گیا تھا۔

”ہیلو۔“

”ہیلو فہد کیسے ہو؟“

”میں ٹھیک ہوں امی! خیریت ہے آپ نے فون کیا، وہاں سب ٹھیک ہے نا۔“ ان کی آواز سن کر پہلے وہ حیران اور پھر پریشان ہوگیا تھا۔

”ہاں سب خیریت ہے۔ بس تم سے بات کرنے کو دل کررہا تھا۔ اتنے دن سے تم نے فون بھی نہیں کیا۔“

”جی امی بس کام ڈھونڈ رہا تھا۔“

”فکر نہ کرو بیٹا! جاب ضرور مل جائے گی۔“ وہ اس کی آواز کی پریشانی محسوس کرکے تسلی آمیز انداز میں بولیں۔

”جی وہ میں خالہ کی طرف فون کررہا تھا۔ کوئی ریسیو نہیں کررہا۔“ اب کہ خالدہ نے شاہدہ کی طرف دیکھا جنہوں نے اشارے سے انہیں اپنی بات جاری رکھنے کو کہا تھا۔

”ہاں ان کا فون خراب ہے۔ تم ثمرین کے موبائل پر کرلیتے۔“

”میں نے تعبیر کے موبائل پر کیا تھا۔ اس کا موبائل آف تھا۔ کیا اس کا فون ابھی بھی صحیح نہیں ہوا۔“

”ارے ہاں تعبیر سے یاد آیا۔ میں اتنی اہم بات تمہیں بتانا بھول گئی۔ تعبیر کی شادی ہوگئی۔“

”جی۔“ اس کی چیخ نما آواز سنائی دی تھی انہیں۔

”کیا کہا آپ نے؟“ اتنی دور سے بھی وہ محسوس کرسکتی تھیں، فہد کی آواز کانپ رہی ہے۔ انہوں نے بڑی بے بسی سے شاہدہ کی طرف دیکھا جنہوں نے ان کے قریب آکر ان کا ہاتھ تھام کر انہیں ڈھارس دی تھی۔

”امی! آپ مذاق کررہی ہیں نا۔“ اس نے بڑی آس سے پوچھا تھا۔

”میں کیوں مذاق کروں گی بلکہ میں نے تو شاہدہ سے بات بھی کرلی تھی لیکن اس نے صاف انکار کردیا وہ تو بعد میں پتا چلا کہ اس کا کسی کے ساتھ افیئر چل رہا تھا۔“

”نہیں امی! یہ ممکن نہیں۔ وہ بالکل ایسی نہیں۔ وہ ٹھیک سے کسی سے بات نہیں کرسکتی، افیئر کیسے چلا سکتی ہے۔“ وہ یقین سے کہہ رہا تھا۔

”تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔ پھر صرف ایک ہفتے کے اندر اندر اس کی شادی کیوں کردی تنویر نے۔ میں غلط ہوسکتی ہوں شاہدہ ہوسکتی ہے لیکن کیا تنویر بھی غلط ہوسکتا ہے۔ وہ اس کے لیے بھاگنے کو تیار تھی، صرف بدنامی کے ڈر سے بچنے کے لیے تنویر نے اس کے ساتھ سادگی سے رخصت کردیا۔“

”نہیں امی! میں نہیں مانتا۔“ وہ جیسے رو دینے کو تھا۔

”وہ کیسے کسی اور سے شادی کرسکتی ہے۔ میں تو اسے کہہ کر آیا تھا کہ میرا انتظار کرے۔“

”بیٹا دولت اچھے اچھوں کا ایمان بدل دیتی ہے۔ وہ لڑکا بہت دولت مند ہے۔“ فہد نے کوئی جواب نہیں دیا تھا اس کی خاموشی پر انہیں اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ رو رہا ہے۔

”تم جس کے لیے رو رہے ہو، وہ تو اپنے شوہر کے ساتھ ہنی مون پر گئی ہوئی ہے۔“

”امی! میں بعد میں فون کروں گا۔“ اس نے کچھ مزید سنے بغیر فون بند کردیا۔ خالدہ نے فون رکھ کر افسوس سے شاہدہ کو دیکھا۔

”مجھے بالکل اچھا نہیں لگا شاہدہ! میرا بچہ پردیس میں پریشان رہے گا۔“ پریشانی ان کے چہرے سے عیاں تھی۔

”آپا! یہ رونا ساری عمر رونے سے بہتر ہے۔ ہم نے بالکل جھوٹ نہیں بولا۔ شادی تو ہوگئی نا اس کی، خوش بھی ہوگی اتنے امیر لوگ ہیں۔ ہاں صرف وہ بھاگنے والی بات غلط ہے۔ آپا! ثمرین اور فہد کی شادی کے لیے یہ بہت ضروری تھا۔“

”اور اگر اسے پتا چل گیا تو؟“ شاہدہ نے سر نفی میں ہلایا۔

”اول تو اسے پتا نہیں چلے گا اور چل بھی گیا تو کیا ہوسکتا ہے شادی تو ہوگئی تعبیر کی۔ بس آپا! آپ مزید مت سوچیں اور دعا کریں کہ فہد کے سر سے اس کا بھوت اتر جائے اور وہ ثمرین سے شادی کے لیے مان جائے۔“

”ہوں۔“ انہوں نے شاہدہ کا ہاتھ پکڑ کر تسلی دی تھی، لیکن اندر سے وہ فہد کے لیے پریشان تھیں۔

✡ ✡ ✡

فون بند کرکے وہ کتنی دیر تک اسی پوزیشن میں بیٹھا رہا۔ اس کا دماغ سائیں سائیں کررہا تھا۔ اس نے اس کے ساتھ بتائے سارے لمحوں کو کھنگال ڈالا تھا، لیکن کوئی بھی ایسا لمحہ اس کی گرفت میں نہیں آیا تھا جب اسے لگا ہو کہ اس کے دل میں کوئی اور ہے۔ وہ کبھی اس سے بھی نظر ملا کر بات نہیں کرتی تھی، پھر کیسے وہ کسی کے ساتھ ...

اس نے اپنے بالوں کو دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں دبالیا۔ ضبط کرنے کے چکر میں اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ ہر احساس پر یہ احساس حاوی تھا کہ وہ اس کے لیے پرائی ہوگئی۔ وہ ایک دم اٹھا۔ اس نے ایک نظر کمرے پر ڈالی اور دوسرے پل اس نے ہر چیز تہس نہس کردی۔

”میں تمہیں کہہ کر آیا تھا تعبیر! میرا انتظار کرنا۔“ وہ چیخ اٹھا۔ ”میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔“ وہ اکیلے کمرے میں ٹوٹی ہوئی چیزوں کے درمیان کھڑا خود بھی ٹوٹا ہوا لگ رہا تھا۔ جب وہ چیخ چیخ کر تھک گیا تو وہیں زمین پر بیٹھ کر بچوں کی طرح رونے لگا۔

✡ ✡ ✡

اسے لگ رہا تھا وہ یوں مزید اکیلی بیٹھی رہی تو پاگل ہوجائے گی۔ وہ ہفتوں سے بھی زیادہ ہوگئے تھے اسے یہاں آئے۔ باہر کی دنیا سے اس کا رابطہ نہیں تھا اور وہ لوگ بھی اسے یہاں لاکر بھول گئے تھے۔ اس دن ناہید بیگم نے جو باتیں سنائی تھیں۔ اس کے بعد سے وہ خود ہی دو دن تک ان سے کتراتی رہی، لیکن یہ ان کا گھر تھا۔ وہ کب تک یوں کرسکتی تھی۔ ناشتے اور کھانے کے وقت مجبور ہوکر خود ہی کمرے سے نکل آتی۔ لیکن ڈائننگ ٹیبل پر کوئی نہیں ملتا تھا۔ ناہید سے وہ خود سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اعجاز صاحب سے دن میں ایک دوبار ملاقات ہوجاتی۔ صرف ایک وہی تھے جو اس گھر میں کم از کم اسے انسان کا درجہ دینے کو تیار تھے اور اس گھر کا تیسرا فرد زید کا بھائی تعبیر کو اس سے سخت خوف آتا تھا۔ اس سے بھی کم از کم اس کا تین چار بار سامنا ہوا تھا لیکن اس پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرے پر ناگواری چھاجاتی تھی اور جس کے حوالے سے وہ یہاں آئی تھی، وہ تو پتا نہیں کہاں تھا۔ وہ خود کو اس گھر میں بہت غیر محفوظ سمجھ رہی تھی۔ وہ زید کے بارے میں پوچھنا چاہتی تھی، لیکن اسے سمجھ میں نہیں آتا تھا

کس سے پوچھے۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا فون جان بوجھ کر غائب کیا گیا ہے، لیکن اگر فون ہوتا بھی تو کیا؟ ہر رشتے پر سے اس کا بھروسہ اٹھ گیا تھا۔

"اور اگر آج میری شادی فہد سے ہوئی ہوتی تو کیا میں یوں بے رنگ اجڑی ہوئی ہوتی۔" اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ "اگر میں فہد سے رابطہ کروں تو کیا وہ میری مدد کریں گے؟ اور اگر انہوں نے بھی باقی سب کی طرح مجھے ناامید کر دیا تو؟"

وہ خود ہی سوال جواب کرنے لگی اور کوئی جواب نہ ملنے پر بے چین ہو کر کھڑی ہو گئی۔ باہر لاؤنج میں آئی تو ہمیشہ کی طرح روشنی سے جگمگاتا ہوا لاؤنج خالی تھا۔ کچن سے کھٹر پٹر کی آواز آ رہی تھی جس کا مطلب تھا بلقیس ابھی تک اپنے کوارٹر میں گئی نہیں۔ وہ سیدھی کچن کی طرف آ گئی لیکن اندر داخل ہوتے ہی۔ رک گئی کیوں کہ وہاں بلقیس کی جگہ ضرار کھڑا تھا۔

وہ شاید کھانے کے لیے کچھ ڈھونڈ رہا تھا اس سے پہلے کہ وہ اندر جاتی یا باہر مڑتی ضرار مڑا۔ اس پر نظر پڑتے ہی پہلے وہ حیران ہوا پھر اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے وہ فریج کی طرف مڑ گیا اور بریڈ نکال کر کاؤنٹر پر رکھی اور مائیکرو ویو کی طرف بڑھا۔ وہاں سے اس نے سالن کا ڈونگا نکالا۔ وہ بریڈ کے ساتھ کل کا سالن کھانے والا تھا۔ وہ بے ساختہ اندر آئی۔

"میں چپاتی بنا دیتی ہوں۔" ضرار نے مڑ کر نہیں دیکھا اور چیزیں وہیں کاؤنٹر پر چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ تعبیر نے تیزی سے چپاتیاں بنائیں کباب فرائی کیے۔ دھنیے کی چٹنی اور کیچپ ٹرے میں رکھ کر باہر نکل آئی۔ پہلے اس نے ٹرے ڈائننگ ٹیبل پر رکھی لیکن جب وہ نہ آیا تو ٹرے اٹھا کر کاریڈور کی طرف آ گئی۔ اتنے دنوں میں اسے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ کس کا کمرا کون سا ہے۔ وہ اندازے سے چلتی ہوئی آگے بڑھی۔ ایک کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور وہاں سے بولنے کی آواز آ رہی تھی جو یقیناً ضرار کی تھی۔ اس نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر دو انگلیوں سے ہلکا سا دروازہ بجا کر اندر جھانکا۔ وہ فون پر بات کرتے کرتے مڑا اور اس پر نظر پڑتے ہی اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔

"میں بعد میں بات کرتا ہوں۔" اس نے فون بند کر کے بہت غصے سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"کھانا۔" اس نے گھبرا کر ٹرے اس کے سامنے کی۔ ضرار نے ایک نظر ٹرے کو دیکھا اور پھر اس کا چہرہ۔

"کس نے کہا تھا تمہیں کھانا لے کر آؤ۔" تعبیر لاجواب سی ہو کر سر جھکا گئی۔

"لے جاؤ اسے۔" وہ بہت سنجیدگی سے بولا تو تعبیر میں ہمت ہی نہیں رہی کہ مزید کوئی بات کرے۔

"اور ایک بات۔" وہ اس کے پیچھے آ کر بولا تو اس نے صرف سر گھمایا تھا۔

"آئندہ میرے کمرے میں آنے کی غلطی نہ کرنا۔" تعبیر خاموشی سے باہر نکل آئی۔ اپنے پیچھے اس نے بڑے زور سے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی تھی۔

☼ ☼ ☼

جب وہ اندر داخل ہوا تو وہ دونوں کسی بات پر بحث کر رہے تھے لیکن اس پر نظر پڑتے ہی خاموش ہو گئے۔

"گڈ مارننگ۔" کہتا ہوا وہ ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"گڈ آفٹر نون بیٹا!" اعجاز صاحب کے کہنے پر وہ بس مسکرا دیا تھا۔ ناہید نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"کیا بات ہے طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟" ضرار نے ایک نظر انہیں دیکھ کر سامنے رکھا اخبار اٹھا لیا۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔"

"تو آنکھیں کیوں سرخ ہو رہی ہیں تمہاری اور چہرہ بھی اترا اترا لگ رہا ہے؟" ناہید کے لہجے سے تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔

"رات کو ٹھیک سے نیند نہیں آئی۔"

"کیوں۔"

"میں نے نیند سے نہیں پوچھا کہ وہ کیوں نہیں آ رہی۔" اس کے جلے انداز پر اعجاز صاحب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے جب کہ ناہید نے ناراضی سے ان دونوں کو دیکھا۔

"نیند نہ آنے کا مطلب سمجھتی ہو بیگم!" اعجاز صاحب کا انداز شرارتی تھا۔ جسے سمجھ کر ناہید مسکرا دیں۔

"لگتا ہے صاحبزادے کے دل میں کوئی آن بسا ہے۔"

"پلیز پاپا اسٹاپ اٹ۔" اب کے وہ ناگواری سے بولا تو اعجاز صاحب اور ناہید دونوں نے حیرت سے اسے دیکھا کیوں کہ وہ بہت ٹھنڈے مزاج کا تھا۔ یہ غصہ یہ چڑچڑا پن اس کے مزاج کا خاصا نہ تھے۔

"کوئی پرابلم ہے ضرار۔" اعجاز صاحب نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ضرار نے گہرا سانس لے کر اخبار واپس رکھ دیا۔

"کوئی پرابلم نہیں پاپا! کل میری سنی سے بات ہوئی تھی۔" اس نے زید کے دوست کا نام لیا۔ "زید اسی کے ساتھ ہے۔"

"او تھینکس گاڈ! وہ ٹھیک ہے۔" ناہید نے بے ساختہ شکر ادا کیا۔

"تمہاری بات ہوئی اس سے؟" وہ پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں، لیکن میں نے سنی کو بتا دیا تھا کہ میں آج اسے لینے آؤں گا۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔" وہ تیزی سے بولیں۔

"اس کی ضرورت نہیں مما! میں لے آؤں گا اسے۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر کھڑا ہو گیا۔

"کچھ الجھا الجھا لگ رہا ہے اور پریشان بھی۔"

"آپ پوچھیں نا آپ سے تو ہر بات کرتا ہے۔" ناہید نے اعجاز سے کہا۔

"ہوں۔" وہ ہنکارا بھر کر رہ گئے۔

"پتا نہیں میرے گھر کو کس کی نظر لگ گئی۔ ایک پریشانی ختم ہوتی نہیں، دوسری آ جاتی ہے۔" ان کی آواز بھرا گئی تو اعجاز صاحب کو انہیں تسلی دینی پڑی۔

☼ ☼ ☼

وہ دونوں ایک ساتھ اندر داخل ہوئے۔ ان کے انتظار میں بیٹھی ناہید بے تابی سے اٹھیں اور زید کے گلے لگ کر رونے لگیں۔

"یہ کیا طریقہ تھا زید! کوئی یوں بھی کرتا ہے۔ کہاں چلے گئے تھے؟" انہوں نے ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے۔

"تم جانتے ہو زید! ہم لوگوں کو ہمیشہ تمہاری وجہ سے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ کتنی مشکل سے لڑکی ڈھونڈی تھی تمہارے لیے، کتنے جھوٹ بول کر یہ شادی ہوئی۔ تمہیں اندازہ ہے؟" ناہید زیادہ دیر تک اپنا غصہ کنٹرول نہیں رکھ سکیں۔

"اور تم اس حد تک گر چکے ہو کہ تم نے ایک معصوم لڑکی کو یوں جانوروں کی طرح مارا؟ اس نے کیا کہا تھا تمہیں۔" اب کے اعجاز صاحب نے اپنا غصہ نکالا۔ زید مسلسل سر جھکائے بیٹھا تھا جبکہ تینوں کی سوالیہ نظریں اس پر جمی تھیں۔

"کچھ پوچھا ہے تم سے زید؟" اعجاز صاحب کی آواز غصے کے مارے اونچی ہو گئی تھی۔

"آئی ایم سوری پاپا! میں بالکل ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے مما سے کہا تھا مجھے اب شادی نہیں کرنی، لیکن مما نے میری بات نہیں مانی۔ مجھے غصہ تھا اس لیے اس دن میں نے زیادہ ڈرنک کر لی تھی۔ لیکن میرا اس کو مارنے کا ارادہ نہیں تھا۔ بس وہ مجھے پتا ہی نہیں چلا۔" وہ سر جھکا کر اتنی معصومیت سے بولا کہ ناہید زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکیں۔

"زید بیٹا! ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم نارمل زندگی گزارو۔ یہ جان لیوا چیزیں ہیں تم خود بھی جانتے ہو۔ میں تمہیں کیا سمجھاؤں۔"

"میں سمجھتا ہوں مما! اور میں پرامس کرتا ہوں۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ اب ایسا نہ ہو، میں اسی لیے یہاں سے چلا گیا تھا۔"

"دیکھا میں نے کہا تھا نا زید ٹھیک ہو جائے گا۔" انہوں نے جتاتے ہوئے انداز میں اعجاز صاحب کو دیکھا۔

"اور دیکھو بیٹا۔ وہ لڑکی تمہاری بیوی ہے۔ عورت پر ہاتھ کمزور مرد اٹھاتے ہیں۔"

"سوری بابا! آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔"

"ویری گڈ! تمہاری پسند کا کھانا بنوایا ہے ابھی لگواتی ہوں۔ بلقیس۔" ساتھ ہی انہوں نے کام والی کو آواز دی۔

"جی۔" وہ بھاگنے والے انداز میں آئی تھی۔

"جاؤ تعبیر کو بلا کر لاؤ اور ڈائننگ ٹیبل پر کھانا بھی لگوا دو۔"

دستک دے کر بلقیس اندر داخل ہوئی۔

"آپ کو بڑی بی بی بلا رہی ہیں۔"

وہ "کیوں" کہتے کہتے رک گئی اور دوپٹا ٹھیک کرتی ہوئی باہر نکل آئی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی سر ہلا کر اسے لگا زمین اور آسمان گھوم گئے۔ اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا۔ ضرار اسی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس کی کیفیت کو محسوس کر لیا تھا۔

"تعبیر! دیکھو تو کون آیا ہے؟" اعجاز صاحب نے خوشی سے بتایا۔ وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ کسی نے بھی کچھ نہ کہا۔ ڈائننگ ٹیبل پر آ گئے۔ سب ہی بڑے اچھے موڈ میں کھانا کھا رہے تھے سوائے اس کے اور ضرار کے، اس کی خاموشی کی وجہ تو وہ ڈر تھا جو اسے زید سے محسوس ہو رہا تھا، لیکن ضرار کی خاموشی کی وجہ پتا نہیں کیا تھی۔ اس دن کی نسبت وہ آج نارمل نظر آ رہا تھا۔

کھانے کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ وہ لان میں آ گئی۔ وہ کمرے میں جانا نہیں چاہتی تھی۔ باہر کا موسم سرد تھا اور سردی اس کی ہڈیوں میں گھس رہی تھی، لیکن اسے پروا نہیں تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" وہ آنکھیں بند کیے سردی کو برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی، جب ضرار کی آواز پر اس نے تیزی سے آنکھیں کھولیں۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا ضرار نے بغور اس کے کانپتے ہونٹوں کو دیکھا اور تیزی سے نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔

"اندر جاؤ یہاں بہت سردی ہے۔"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" خود پر اس کا کنٹرول ختم ہو گیا۔ وہ رو پڑی۔ ضرار کے ہونٹ بھینچ گئے۔

"کیا ہوا۔" ناہید بھی وہیں آ گئیں۔

"آنٹی! مجھے کمرے میں نہیں جانا مجھے ڈر لگتا ہے ان سے۔" اس کی بات پہ ناہید نے بڑے ضبط سے کام لیا تھا۔

"دیکھو تعبیر! وہ تمہارا شوہر ہے۔ تمہیں ساری زندگی اس کے ساتھ گزارنی ہے۔ اس کی اچھی بری باتوں کی عادت ڈالنی ہوگی تمہیں۔ بہرحال ابھی تم جاؤ اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ ڈرگز نہیں لے گا اور جب وہ ڈرگز نہیں لیتا تو ٹھیک رہتا ہے اور تمہیں خود پتا چل جائے گا وہ کتنا اچھا ہے۔ چلو شاباش۔"

اسے پچکار کر اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے اس کے کمرے کی طرف لے جانے لگیں اور اسے لگ رہا تھا اس کے قدموں سے جان نکل رہی ہے۔ دروازہ کھلتے ہی ان دونوں کی پہلی نظر زید پر پڑی تھی، جو بیڈ پر لیٹا ریموٹ سے چینل بدل رہا تھا۔

ان کو دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا اور ساتھ ہی اس کی نظر تعبیر پر پڑی تھی۔

"تو سنبھالو اپنی بیوی کو، باہر کھڑی تھی اور تم سے ڈر رہی تھی۔" زید نے ماں کی بات سن کر تعبیر کی طرف دیکھا، جو مسلسل سر جھکائے ہوئے تھی۔

"زید! اب مجھے شکایت کا موقع نہ ملے۔"

"جی مما!" ان کے کہنے پر وہ تابعداری سے بولا تو وہ مسکرا کر دروازہ بند کرتی ہوئی باہر نکل گئیں۔ وہ دونوں اپنی جگہ پر بالکل خاموش تھے۔ اس خاموشی کو زید نے توڑا۔

"تعبیر!" اپنے نام پر اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ "یہاں آؤ پلیز۔" اس نے ہاتھ سے اپنے قریب اشارہ کیا۔ تعبیر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

"پلیز۔" اس نے پھر پلیز کہا تو وہ من من کے

قدموں کے ساتھ چلتی اس سے کچھ فاصلے پر جا کر کھڑی ہو گئی۔

"میں نے اس دن جو بھی کیا میں اس کے لیے بہت شرمندہ ہوں۔ پتا نہیں ایسا کیسے ہو گیا، لیکن میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔" وہ دونوں ہاتھوں سے کان پکڑ کر بولا اور ایسی شکل بنائی کہ وہ بے ساختہ مسکرا دی۔

"تھینک یو۔ ٹی وی دیکھو گی۔" اس نے ریموٹ اس کی طرف بڑھایا تو اس نے انکار کر دیا۔

"اچھا پلیز مائنڈ مت کرنا۔ میں بہت تھک گیا ہوں اور دوسرا میں میڈیسن لے رہا ہوں تو مجھے بہت نیند آ رہی ہے۔ میں سو جاؤں تم مائنڈ تو نہیں کرو گی؟"

اس نے جلدی سے سر نفی میں ہلایا۔

"تھینک یو۔ تم واقعی بہت اچھی ہو۔" وہ ایک مسکراہٹ اس کی طرف اچھال کر لیٹ گیا۔

تعبیر کو جب اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ وہ سو گیا ہے تو وہ بیڈ کے بالکل کنارے پر چوکنے انداز میں لیٹ گئی۔ وہ اس کی اتنی بڑی اور اچانک تبدیلی پر بے حد حیران تھی۔ کیا آنے والا وقت اس کے لیے خوشیاں لانے والا ہے؟ سونے سے پہلے یہ اس کی آخری سوچ تھی اور اسی سوچ کا اثر تھا کہ صبح وہ دیر تک سوئی۔ اس نے پلٹ کر دوسری طرف نظر ڈالی۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ وہ کچھ دیر ویسے ہی دیکھتی رہی جیسے کل اس کا آنا اور اس کی معذرتانہ گفتگو ایک خواب تھی۔ اس کی نظریں تکیے سے ہوتی ہوئی سائیڈ ٹیبل تک گئیں۔ اس کی گھڑی وہیں پڑی تھی۔ اس نے گہرا سانس لیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ آج اسے ناشتے کے لیے بھی کوئی بلانے نہیں آیا تھا۔ وہ خود ہی باہر آ گئی۔ کچن سے ناہید کے بولنے کی آواز آ رہی تھی۔

"السلام علیکم۔" اس کے سلام پر انہوں نے مڑ کر دیکھا۔

"وعلیکم السلام!"

"سوری! مجھے آج دیر ہو گئی۔" وہ شرمندہ ہو کر بولی تو ناہید مسکرا دیں۔

"کوئی بات نہیں۔ تم ناشتا کر لو۔ بلقیس کو بتا دو جو تمہیں کھانا ہے۔" کہہ کر وہ باہر نکل گئیں، لیکن وہ خود ہی اپنے لیے ڈبل روٹی اور چائے کا کپ لے کر ڈائننگ ٹیبل پر آ گئی۔ یہاں سے لاؤنج کا منظر بالکل واضح تھا۔ جہاں بالکل سامنے ضرار بیٹھا تھا۔

"ناشتا لگواؤں تمہارے لیے۔" ناہید نے ضرار سے پوچھا تھا۔

"نہیں صرف چائے۔"

"کیا بات ہے ضرار! کوئی پریشانی ہے۔"

"کتنی مرتبہ آپ کو کہوں مما! مجھے کوئی پریشانی نہیں، پھر آپ ہر روز کیوں پوچھتی ہیں۔" وہ چڑ کر بولا۔

"پریشانی نہیں تو پھر یہ کیا ہے کھانا ٹھیک طرح سے تم نہیں کھاتے، نیند تمہیں نہیں آتی۔ چڑچڑے ہو گئے ہو۔ تمہاری وجہ سے تو اس گھر میں رونق تھی۔"

"میں ٹھیک ہوں مما!" وہ اب دھیمی آواز میں بولا۔ "میں بس سوچ رہا ہوں آسٹریلیا واپس چلا جاؤں۔"

"کیوں۔" ناہید بے ساختہ بولیں۔ "اور وہ لڑکی جس کے لیے تم واپس آئے تھے وہ۔"

"میں نے اسے کھو دیا۔" اس کی آواز میں پتا نہیں کیا تھا، تعبیر نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا تھا۔ کھونے کا درد تو وہ بھی جانتی تھی۔

"میں سمجھی نہیں۔" ناہید الجھ کر بولیں۔

"کچھ نہیں چھوڑیں۔ پاپا اور زید کہاں گئے ہیں۔"

"وہ دونوں بتا کر نہیں گئے، تم نے دیکھا زید میں کتنا چینج آیا ہے۔ ڈاکٹر نے ٹھیک کہا تھا شادی اس پر اچھا اثر ڈالے گی۔ اسے بھی شاید احساس ہو گیا ہے اپنی ذمہ داری کا اسی لیے باقاعدہ اپنا ٹریٹمنٹ کروا رہا ہے۔"

"ہوں۔" وہ سر ہلا کر بولا۔ "میں فریش ہو کر آتا ہوں پھر مجھے ضروری کام سے بھی جانا ہے۔" وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کے قریب سے گزرنے پر تعبیر نے اس کی طرف دیکھا، لیکن وہ اس کی طرف دیکھے بغیر تیزی سے گزر گیا۔

☆ ☆ ☆

"تعبیر۔" اعجاز صاحب کے پکارنے پر وہ تیزی سے باہر نکلی۔

"جی انکل۔" اعجاز صاحب کے ساتھ زید' ناہید اور ضرار بیٹھے تھے۔

"یہاں آؤ بیٹا۔" وہ چلتی ہوئی ان کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"یہ لو۔" انہوں نے ایک شاپر اس کی طرف بڑھایا۔ وہ سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"یہ زید تمہارے لیے لایا ہے۔" اس نے زید کی طرف دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔ اس سے زیادہ اعجاز صاحب خوش تھے کہ زید اس کے لیے گفٹ لایا ہے۔

"تھینک یو۔" اتنے عرصے میں وہ شاید پہلی بار مسکرائی تھی۔

"ویلکم۔" زید نے بھی مسکرا کر کہا۔ تب ہی گیٹ بیل ہوئی ضرار کچھ کہے بغیر باہر چلا گیا۔ جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ تنویر صاحب اور شاہدہ بیگم تھے۔ وہ بے ساختہ کھڑی ہوئی۔ گود میں رکھا شاپر نیچے گر گیا۔ وہ اسی بے ساختگی کے ساتھ تنویر صاحب کی طرف بڑھی' ان کے گلے لگتے ہی اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے خود وہ بھی آبدیدہ ہو گئے تھے۔

"تعبیر! ماموں سے ہی ملتی رہو گی ممانی بھی تمہاری یہیں ہیں۔" شاہدہ نے بظاہر یہ بات مسکرا کر کی تھی' لیکن ان کے لہجے کی چبھن وہ سمجھتی تھی۔ تنویر ماموں سے محبت کا مظاہرہ انہیں پسند نہیں آیا تھا۔

ناہید انہیں یہاں دیکھ کر پریشان تھیں۔ انہیں امید ہی نہیں تھی کہ وہ اچانک یوں یہاں آجائیں گے۔ اوپر سے تعبیر کے آنسو۔

"کیسی ہو بیٹی۔" تنویر صاحب نے بغور اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔ آج بھی ان کے چہرے پر وہی محبت تھی۔

"کمزور لگ رہی ہو؟"

"آپ بھی کیسی باتیں لے بیٹھے۔" شاہدہ نے مسکرا کر حاضرین پر نظر ڈال کر تنویر صاحب کو ٹوکا۔

"نئی نئی جگہ ہے۔ دل لگنے میں وقت تو لگتا ہے کیوں ناہید جی۔" شاہدہ نے بت بنی ناہید کو جیسے جگایا۔

"جی بالکل ہم تو بہت خیال رکھتے ہیں۔ پوچھ لیں تعبیر سے کیوں بیٹا بتاؤ اپنے ماموں کو۔" ناہید کے کہنے پر اس نے بمشکل مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

"تعبیر! مجھے تم سے اس لاپروائی کی امید نہیں تھی۔ تم ہنی مون پر گئیں تو بتا کر نہیں گئیں اور آ بھی گئیں تو بھی نہیں بتایا۔" تنویر صاحب کے شکوے پر اس نے حیرت سے انہیں دیکھا اور اسی حیران نظروں سے اس نے اعجاز صاحب' ناہید اور زید کو دیکھا۔

"چھوڑیں تنویر! اب تعبیر کی اپنی زندگی ہے۔ وہ بچی نہیں جو ہر بات آپ کو بتا کر اور پوچھ کر کرے۔" ایک بار پھر شاہدہ بیگم نے لقمہ دیا تو وہ سمجھ گئی کہ ماموں کو یہاں آنے سے روکنے کے لیے ممانی نے کیا جھوٹ بولا ہوگا۔ تب ہی بلقیس ٹرالی گھسیٹتی ہوئی وہاں آئی۔ اس کے پیچھے ضرار تھا۔ یقیناً "اسے ہی مہمان نوازی کا خیال آیا ہوگا۔ باقی سب تو پریشان تھے کہ بات نہ کھل جائے" لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ وہ تو بچپن سے ہر زیادتی پر خاموش ہی رہی تھی۔ اب بھی اس نے یہی کیا تھا۔ "سب ٹھیک ہے" جیسی مسکان اس نے ہونٹوں پر سجالی۔ کل رات زید کے رویے نے اسے امید کا ایک سرا تو تھما دیا تھا۔

"گھر کب آؤ گی؟" جاتے ہوئے گیٹ کے قریب پہنچ کر تنویر صاحب نے تعبیر سے پوچھا۔ تعبیر نے جواب دینے کے بجائے شاہدہ بیگم کا چہرہ دیکھا تھا۔ ناہید کے اشارہ کرنے پر زید آگے آگیا۔

"انکل! آپ فکر نہ کریں۔ میں تعبیر کو لے کر آؤں گا۔" کہنے کے ساتھ اس نے تعبیر کو بازو کے گھیرے میں لیا۔ تعبیر کو جیسے جھٹکا لگا تھا۔ وہ سب کے سامنے مزاحمت بھی نہیں کر سکی تھی۔ جب کہ شاہدہ بیگم جو توقع لے کر آئی تھیں' سب اس کے برعکس تھا۔ تعبیر تو عیش کر رہی تھی۔ انہوں نے بغور زید کو دیکھا جو بالکل نارمل تھا اور اس کے سلوک سے لگ رہا تھا' وہ تعبیر کے ساتھ اور تعبیر اس کے ساتھ بہت خوش ہے۔ واپسی پر تنویر صاحب پرسکون اور شاہدہ بے چین

تھیں۔

☆ ☆ ☆

"سردیوں کی دھوپ کا اپنا ہی مزا ہے۔" ناہید نے سر اٹھا کر آسمان پر چمکتے سورج کو دیکھ کر کہا تو پاس بیٹھی تعبیر مسکرا دی۔

"میں نے کل تمہارے لیے شاپنگ کی تھی تمہیں پسند آئی؟"

"جی سب کپڑے بہت اچھے تھے۔"

"تو تم پہنتی کیوں نہیں؟" اب کہ ناہید کا لہجہ سنجیدہ تھا جس پر وہ گھبرا گئی۔

"پہنتی ہوں۔"

"میں نے تو نہیں دیکھا۔ یہ سوٹ چار دفعہ تم پہن چکی ہو۔ پہلے کی بات اور تھی۔ زید تب گھر پر نہیں تھا۔ اب تو وہ آچکا ہے۔ شادی کو بمشکل ڈیڑھ مہینہ ہوا ہے اور تم یوں رہتی ہو جیسے دس سال گزر چکے ہوں۔"

"جی۔" ناہید کے طویل لیکچر پر وہ اتنا ہی کہہ سکی۔

"سنو۔" ان کی سرگوشی پر وہ پریشان ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔

"زید ٹھیک ہے تمہارے ساتھ؟"

"جی ٹھیک ہیں۔"

"میرا مطلب ہے تم دونوں نارمل زندگی گزار رہے ہو نا لائیک ۔۔۔ ہزبینڈ وائف؟" ان کا مطلب سمجھ کر تعبیر کا سارا خون جیسے اس کے چہرے پر سمٹ آیا تھا۔

"بھئی اس میں شرمانے والی کیا بات ہے' میں تمہاری ماں کی طرح ہوں۔" اس کا سر نفی میں ہل گیا۔

"کیا مطلب؟" ناہید کی آنکھیں معمول سے زیادہ کھل گئی تھیں۔

"آنٹی! ویسے تو وہ ٹھیک ہیں مجھ سے بات کرتے ہیں' لیکن ایسی کوئی بات نہیں جیسا آپ پوچھ رہی ہیں۔" وہ یوں شرمندگی سے بولی جیسے سارا قصور اس کا ہو۔

"پر کیوں ہم نے پوچھا؟"

"نہیں۔" اس کا سر پھر نفی میں ہلا۔

"احمق!" وہ غصے سے بولیں تو وہ مزید گھبرا گئی۔

"وہ کہتے ہیں ان کا ٹریٹمنٹ چل رہا ہے اور میڈیسن کی وجہ سے انہیں نیند آجاتی ہے۔"

ناہید نے بغور اس کا چہرہ دیکھا آیا کہ وہ معصوم ہے یا معصوم بن رہی ہے۔ اس کے چہرے پر سوائے حماقت کے اور کچھ نہیں تھا۔ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر رہ گئیں۔

"ضرار۔" انہوں نے گاڑی کی طرف بڑھتے ضرار کو آواز دی۔ ان کی آواز سن کر وہ اسی طرف آگیا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

"ایئرپورٹ۔"

"کیوں؟"

"فرینڈ کو ریسیو کرنے۔"

"اچھا مجھے بھی شاپنگ پر جانا ہے مجھے ذرا مال تک ڈراپ کر دو۔"

"اوکے۔" تب ہی اس کا موبائل بجا۔ وہ موبائل کان سے لگا کر بات کرنے لگا۔ تعبیر بالکل غیر ارادی طور پر اسے دیکھنے لگی۔ سیاہ جینز' سیاہ ہائی نیک کے ساتھ ڈارک گلاسز' چھ فٹ سے نکلتا قد خوب صورت نقوش کا حامل وہ شخص بہت شاندار تھا۔

"کیا یہ شخص میری قسمت نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر مجھے اس گھر میں ہی آنا تھا تو زید کیوں ضرار کیوں نہیں۔" زندگی میں پہلی بار اس نے اپنے لیے اللہ سے کوئی شکوہ کیا تھا اور شاید پہلی بار کوئی خواہش۔ لیکن سب لاحاصل تھا اس نے سر جھٹکا۔ "مجھے ایسا نہیں سوچنا چاہیے" خود کو سرزنش کرنے کے بعد اس نے توبہ کی تھی۔ گہرا سانس لے کر اس نے سامنے دیکھا' وہ اسی کی طرف رخ کیے کھڑا تھا۔ گلاسز کی وجہ سے وہ اندازہ نہیں کر سکی کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے یا کہیں اور۔ وہ کچھ گھبرا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

ان دونوں کے جاتے ہی اعجاز صاحب آگئے۔

"زید کہاں ہے؟"

"ان کا کوئی فون آیا تھا تو وہ باہر چلے گئے۔"

"تم نے پوچھا نہیں کس کا فون تھا۔" اس نے سر

نفی میں ہلایا۔

وہ خاموش ہو گئے پھر اس کا چہرہ دیکھنے لگے جو اپنے دھیان میں سامنے رکھے پھولوں کو دیکھ رہی تھی۔

"پتا ہے تعبیر! تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو۔ تمہیں دیکھتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں کہ دنیا میں ابھی معصومیت باقی ہے۔" اپنی تعریف پر وہ شرما کر سر جھکا گئی۔

"پہلے تو نہیں لیکن اب دل کرتا ہے تمہارے جیسی ہماری بھی ایک بیٹی ہوتی۔"

"میں آپ کی بیٹی ہی ہوں انکل!"

"ہاں بیٹا میں مانتا ہوں۔ بیٹی ہو تب ہی تو ہماری عزت رکھ لی تم نے اپنے ماموں کے سامنے ورنہ کوئی اور ہوتا تو تماشا لگ جاتا ہمارا۔ لیکن کل جو تنویر صاحب کہہ رہے تھے ہنی مون پر جانے کا کیا ایسا تم نے ان سے کہا تھا۔" اس نے سر تیزی سے نفی میں ہلایا۔

"نہیں۔ میری ممانی نے کیوں کہ وہ نہیں چاہتیں کہ میں ماموں کو کچھ بتاؤں۔ وہ مجھے پسند نہیں کرتیں اور نہ چاہتی ہیں کہ میں ان کے گھر میں رہوں۔" آج کافی عرصے بعد اسے کوئی ایسا ملا تھا جس کے سامنے وہ اپنی بھڑاس نکال سکے۔

"میں حیران ہوں کہ کیا کوئی ایسا ہو سکتا ہے جو تمہیں ناپسند کرے۔" ان کی بات سن کر وہ خود اذیتی کے تحت مسکرا دی تھی۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں؟" اس نے بڑے جھجکتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"ہاں بیٹا پوچھو بلا جھجک پوچھو۔"

"انکل! زید ایسے کیوں ہیں؟" اس کے سوال پر اعجاز صاحب نے گہرا سانس لیا تھا۔

"تمہارے اس سوال کا جواب تو میرے پاس بھی نہیں بیٹا! میں آج تک خود سمجھ نہیں سکا وہ ایسا کیوں ہو گیا ہے؟ ہماری تربیت میں اور ہماری محبت میں کیا کمی رہ گئی تھی۔" ان کا لہجہ رنجیدہ ہو گیا تھا۔

"بچپن میں وہ بہت شرارتی تھا لیکن بدتمیز نہیں۔ تمہاری آنٹی کو شروع سے ہی اپنی پارٹنرز بہت عزیز تھیں۔ ضرار اور زید کا زیادہ وقت میڈ کے ساتھ گزرتا۔ ناہید کو شروع سے ہی ضرار کی نسبت زید سے زیادہ پیار تھا۔ بچپن کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے لے کر جوانی کی بڑی بڑی غلطیوں پر وہ پردہ ڈالتی رہی۔ اس کی بے جا ڈھیل سے زید کو اتنی جرأت ملی تھی۔ اس کے برعکس ضرار نے کبھی کوئی حد پار نہیں کی۔ اس نے ڈرگز لینی شروع کر دی۔ لیکن ہمارے علم میں یہ بات نہیں تھی لیکن یہ پتا تھا کہ اس کی کمپنی اچھی نہیں اسی لیے ہم نے اسے پڑھنے کے لیے امریکا بھیج دیا تو صحیح معنوں میں آزادی مل گئی۔ اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی گئی۔ لیکن جب سب بیکار جانے لگا تو ہم نے اس کی شادی اس لڑکی سے کروا دی جس کے ساتھ وہ ان دنوں رہ رہا تھا۔ تھوڑے عرصے بعد زید واپس آگیا کیوں کہ وہ لڑکی اسے چھوڑ کر کسی اور کے ساتھ چلی گئی تھی۔" وہ استہزائیہ انداز میں ہنسے تھے۔

"واپس آکر زید بہت ڈپریس رہا۔ ہم اس کو سائیکالوجسٹ کے پاس لے جانے لگے تب ہی مختلف سیشن کے بعد ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اس کی شادی کر دی جائے کسی اچھی لڑکی سے۔ وہ ہی اپنی محبت اور خلوص سے اسے سدھار سکتی ہے۔"

بات مکمل کر کے وہ گہرے سانس لینے لگے جیسے طویل مسافت طے کر کے آئے ہوں اور تعبیر کو اپنی قسمت پر رونا نہیں ہنسی آرہی تھی۔ اسے یوں بالکل خاموش دیکھ کر اعجاز صاحب کو بہت دکھ ہوا تھا۔

"میں جانتا ہوں تعبیر! یہ سب باتیں بہت تکلیف دہ ہیں، زید کی شادی کے بارے میں کوئی نہیں جانتا اور نہ کبھی ہمارے گھر میں ذکر ہوا ہے اس بات کا لیکن میں نے تمہیں اس لیے بتایا ہے کہ تمہیں ہر بات کا علم ہونا چاہیے۔"

وہ اب بھی کچھ نہیں بولی تھی۔

"لیکن میری تم سے گزارش ہے تعبیر! تم اس رشتے کو نبھانا۔ تم ہماری آخری امید ہو۔" وہ اب بھی خاموش تھی۔ وہ گہرا سانس لے کر کھڑے ہو گئے جبکہ وہ یونہی دونوں ہاتھ گود میں رکھے کتنی دیر تک ساکت بیٹھی رہی۔

"کیا زید کے دل میں ابھی تک اس لڑکی کی محبت ہے۔ اسی لیے وہ مجھے بیوی کی جگہ دینے کو تیار نہیں، مجھے زندگی کمپرومائز کے تحت گزارنی ہے لیکن کیا میں اتنی ہمت رکھتی ہوں کہ ساری زندگی بغیر محبت کے گزار دوں؟ تم اور کر بھی کیا سکتی ہو تعبیر! اس کے سوال پر اس کے اندر سے جواب آیا تھا۔ کسی کی زندگی میں ان چاہا بن کر رہنا بہت اذیت ناک ہے، لیکن اس سے زیادہ اذیت ناک یہ بات ہے کہ وہ شخص جو اس کا شوہر ہو وہ کسی اور کو چاہتا ہو۔ وہ اس کی زندگی کا حصہ تھی اور اب تک اس کی یادوں کا حصہ ہے۔

اس نے سر کو دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔

"تعبیر!" زید آواز دیتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"جی۔" وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟" اس نے حیرت سے اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا۔

"جی۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"تو پھر موڈ آف ہے۔" تعبیر نے کچھ حیرت سے اسے دیکھا۔ "چلو تمہارا موڈ ٹھیک کرتے ہیں۔" وہ وارڈ روب میں سے کچھ تلاش کرتے ہوئے بولا۔

"جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

"جانا کہاں ہے؟"

"تمہارے ماموں کی طرف۔" اب کہ ہونے والی حیرانی پہلے سے بڑھ کر تھی۔

"پاپا کہہ رہے تھے تم کافی اداس ہو تمہیں باہر لے جاؤں۔" اور تعبیر نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

"یہ خیال بھی انکل کو ہی آیا تھا۔"

"چلو اب سوچنا بعد میں جلدی سے تیار ہو جاؤ۔" وہ سر ہلا کر وارڈ روب کی طرف بڑھ گئی۔ آنٹی کے لائے ہوئے کپڑوں میں سے اس نے ایک سوٹ کا انتخاب کیا۔ سوٹ کی مناسبت سے ہلکی پھلکی جیولری کے ساتھ ——— وہ بالکل تیار تھی۔

"تم ایسے جاؤ گی؟" اسے سر سے پیر تک دیکھ کر زید نے پوچھا تھا تو وہ بے اختیار مڑ کر آئینے میں خود کو دیکھنے لگی۔

"تم فرسٹ ٹائم انکل کی طرف جا رہی ہو اتنی سادگی سے جاؤ گی تو انہیں لگے گا ہم تمہارا خیال نہیں رکھتے۔ تمہاری شادی کی جیولری کہاں ہے؟"

"آنٹی کے پاس ہے۔"

"تمہاری جیولری امی کے پاس کیا کر رہی ہے؟" وہ ناراضی سے بولا جیسے اس کو برا لگا ہو۔ اب وہ کیا کہتی کہ انہوں نے دو دن بعد ہی سارا زیور اس سے لے لیا تھا۔

"میں مما سے لے کر آتا ہوں۔"

"نہیں۔" تعبیر نے بے اختیار ٹوکا۔

"کیوں۔" وہ رک کر اسے دیکھنے لگا۔

"آنٹی کو لگے گا کہ شاید میں نے کہا ہے۔"

"تو کیا فرق پڑتا ہے تمہارا زیور ہے تو تمہارے پاس ہونا چاہیے۔"

"نہیں میں خود لے کر آتی ہوں۔" مزید کسی معرکے سے بچنے کے لیے خود ہی ذلیل ہونے چل دی۔ دروازہ کھٹکھٹا کر وہ اندر داخل ہوئی تو کمرے میں ناہید کے علاوہ ضرار بھی موجود تھا، وہ جھجک کر وہیں رک گئی۔

"آنٹی! زید کہہ رہے ہیں ماموں کے گھر جانا ہے۔"

"اچھا۔" انہوں نے اچھا پر زور دے کر کہا تھا۔

"ٹھیک ہے جاؤ۔" ان کے کہنے پر وہ ہاتھ مسلتی ہوئی وہیں کھڑی رہی۔

"آنٹی! مجھے جیولری چاہیے تھی۔ زید کہہ رہے ہیں جیولری پہن کر جاؤ۔"

"زید نے کہا ہے؟" ناہید کے ساتھ ساتھ ضرار نے بھی چونک کر اسے دیکھا۔

"جی۔" وہ سر جھکا کر بولی۔ ناہید نے ضرار کی طرف دیکھا اور اٹھ کر وارڈ روب کی طرف بڑھ گئیں۔ انہوں نے تین ڈبے اس کی طرف بڑھائے۔

"یہ ٹھیک ہے آنٹی!" اس نے ایک ڈبا لے کر باقی دو واپس کر دیے۔ کمرے میں داخل ہوئی تو زید اس کا منتظر تھا اس کی نظریں سیدھی ہاتھ پر گئیں۔

"بس یہ۔" اس نے ڈبا کھول کر سوالیہ نظروں سے

اسے دیکھا۔

"کمی باقی کافی وزنی تھے اس لیے میں نے واپس کردیے۔" زید نے ایک سنجیدہ نظر اس پر ڈالی۔

"یہ پہن کر آجاؤ میں گاڑی میں ویٹ کررہا ہوں۔" وہ اپنا موبائل لے کر باہر نکل گیا۔ کار ڈرائیو کرتے ہوئے وہ خاموش تھا۔ تعبیر نے دو تین بار اس سے بات کرنے کی کوشش کی، جس کا جواب ہوں ہاں میں آیا تھا۔ اس نے گاڑی گیس اسٹیشن پر روکی اور باہر نکل گیا۔ تعبیر نے اسے کسی سے بات کرتے دیکھا اور کچھ دیر بعد وہ اسی شخص کے ساتھ کار کی طرف آیا تھا۔

"یہ میری وائف تعبیر اور تعبیر یہ میرا بیسٹ فرینڈ ہے نجم۔" زید کے تعارف کروانے پر تعبیر نے اس کے دوست کی طرف دیکھا، جو بہت غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ دونوں کچھ دور جاکر بات کرنے لگے۔ زید کے دوست کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ پتا نہیں اس کی نظروں میں کیا تھا کہ تعبیر نے غیر محسوس طریقے سے رخ موڑنے کے ساتھ اپنا بایاں ہاتھ بائیں رخسار پر رکھ کر اپنا چہرہ چھپالیا تھا۔ زید کے آنے پر اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

گیٹ ثمرین نے کھولا تھا اور اس کو دیکھتے ہی وہ بے ساختہ چیخ مار کر اس سے لپٹ گئی۔

"بدتمیز لڑکی! تمہاری کیا دنیا سے نرالی شادی ہوئی ہے کوئی یوں بھی بھول جاتا ہے۔" وہ اسی طرح اس سے لپٹے ڈانٹنے والے انداز میں شکایتیں کررہی تھی۔

اس نے الگ ہوکر اسے آنکھوں سے پیچھے کھڑے زید کی طرف اشارہ کیا اور زید پر نظر پڑتے ہی ثمرین ایک پل کے لیے شرمندہ ہوئی اور اگلے ہی پل ہنس پڑی۔

"سوری زید بھائی! میں تعبیر کو دیکھ کر خود پر قابو نہیں رکھ سکی۔ سوری! کیسے ہیں آپ اور پلیز آپ لوگ چلیں اندر" ماموں اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ممانی بھی کافی پیار سے ملی تھیں اور یہی غنیمت تھا۔ وہ پہلی بار زید کے ساتھ آئی تھی تو ماموں اور ثمرین کا دل چاہ رہا تھا کہ ہر چیز تھیلی پر چن دیں۔

"زید بھائی آپ بیٹھیں پاپا کے پاس ہم ذرا آتے ہیں۔" ثمرین زید سے کہہ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں لے آئی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔" ثمرین نے پیار سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ ہنی مون پر تم لوگ کہاں گئے تھے اور میں تم سے سخت ناراض تھی بتا کر بھی نہیں گئیں۔ پتا ہے پاپا کتنے پریشان تھے۔" وہ جو اس کے ہنی مون کے سوال پر پریشان ہوگئی تھی کہ اسے کیا بتائے کہاں گئی تھی اس کے اگلے سوال پر اس نے گہرا سانس لیا۔

"سوری! میری غلطی ہے مجھے بتا کر جانا چاہیے تھا' لیکن بس جلدی میں بتا نہیں سکی خیر! تم چھوڑو یہ بتاؤ یہاں سب ٹھیک ہے۔"

"ہاں اب تو سب ٹھیک ہے۔" ثمرین کے چہرے پر مسکراہٹ اطمینان بخش تھی۔

"فہد سے میری بات ہوتی ہے۔ وہ اب میرے ساتھ بالکل پہلے جیسا ہے تم نے صحیح کہا تھا' وہ شاید مجھے تنگ کررہا تھا' ہاں لیکن اسے تمہاری شادی کا پتا چلا تو وہ بہت ناراض ہورہا تھا اور ٹھیک ہے نا اس کا ناراض ہونا بنتا بھی ہے کسی نے اس کو نہیں بتایا تھا۔"

"ہوں۔" وہ سرہلا کر رہ گئی۔

"اچھا رکو ایک منٹ بیٹھو میں آتی ہوں۔" ثمرین کہہ کر تیزی سے باہر نکل گئی تو وہ حسرت سے ان در و دیوار کو دیکھنے لگی۔

"ہاں ہاں لو بات کرو۔" ثمرین کے فون بڑھانے پر وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"فہد کا فون ہے۔" اور اس کا کلیجہ اچھل کر جیسے اس کے حلق میں آگیا۔

"ارے پکڑو نا۔" اس کے یونہی منہ دیکھنے پر ثمرین نے ٹوکا تو اس نے دھڑکتے دل سے فون پکڑ کر کان سے لگایا تھا۔

"ہیلو۔" اس کے ہیلو کے جواب میں دوسری طرف مکمل خاموشی تھی' لیکن وہ جانتی تھی کہ وہ

دوسری طرف سن رہا ہے۔

"سمجھ میں نہیں آرہا کیا کروں تمہارے اس کارنامے پر تالیاں بجاؤں یا تھپڑوں کے ساتھ تمہارا منہ توڑ دوں؟" کچھ دیر بعد اس کی سنجیدہ لیکن کرخت آواز سنائی دی تو تعبیر نے بے ساختہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا۔ ساتھ ہی اس نے ثمرین کی طرف دیکھا جو اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

"میں نے تمہیں کہا تھا نا کہ میرا انتظار کرنا۔ ابھی مجھے گئے دن ہی کتنے ہوئے تھے اگر کسی اور کو دل میں بسایا ہوا تھا تو مجھ سے پیار کا ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی کہہ دیتیں کہ تمہارے نزدیک دولت پہلے ہے اور مجھے بھی اندازہ ہونا چاہیے تھا جس لڑکی نے ساری عمر کچھ دیکھا نہ ہو' وہ تو دولت کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہے کسی بھی حد تک گرسکتی ہے۔" تعبیر نے سختی سے اپنے ہونٹوں کو دبا رکھا تھا۔ وہ ایک لفظ بھی نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"لیکن تم یہ نہ سمجھنا کہ تم نے شادی کرلی تو تم خوش رہوگی۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔ میں خوش نہیں تو اللہ کرے تم بھی خوش نہ رہو۔ برباد ہوجاؤ اور اگر ایسا نہ ہوا نا تعبیر! تو میں خود تمہیں برباد کردوں گا۔" مزید سننے کا اس میں حوصلہ نہیں تھا۔ اس نے فون بند کردیا۔ اس کے کان سائیں سائیں کررہے تھے۔

"ہوگئی بات۔" ثمرین نے اس کے ہاتھ سے فون لیتے ہوئے پوچھا' لیکن وہ خاموش رہی۔

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"مبارک باد دے رہا تھا۔" وہ کہہ کر کھڑی ہوگئی۔

"کہاں جارہی ہو؟" ثمرین نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"گھر جانا ہے۔ زید کو کام بھی ہے اور آنٹی نے بھی کہا تھا جلدی آجانا۔" وہ جلدی جلدی بولتی اپنی اضطرابی کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کررہی تھی۔

"اتنے دنوں بعد آئی ہو' مجھے تم سے باتیں کرنی ہیں۔" ثمرین اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

"میں پھر آؤں گی ثمرین! ابھی مجھے جانا ہے۔" بمشکل مسکرا کر اس کا ہاتھ تھپتھپایا اور تیزی سے چلتی ہوئی باہر آئی۔

"چلیں۔" اس کے کہنے پر زید نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"بیٹا! تمہاری ممانی نے کھانا بنالیا ہے۔ کھانا کھا کر جانا۔" تنویر صاحب کھڑے ہوگئے تھے۔

"نہیں ماموں! پھر کبھی' ابھی جانا ہے۔" زید نے غور سے اسے دیکھا۔

"او کے انکل! ہم واقعی لیٹ ہورہے ہیں پھر جلد ہی دوبارہ آپ سے ملاقات ہوگی۔" وہ تنویر صاحب سے ہاتھ ملا رہا تھا' لیکن وہ کسی سے ملے بغیر باہر نکل آئی۔ تنویر صاحب کے ساتھ ثمرین اور شاہدہ نے بھی حیرت سے اس کے رویے کو دیکھا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" کار ڈرائیو کرتے ہوئے زید نے گردن موڑ کر تعبیر سے پوچھا جو مسلسل گردن موڑے باہر دیکھ رہی تھی۔

"ہوں۔" وہ آنسوؤں پر قابو پانے کی کوشش میں اتنا ہی بول سکی۔ زید نے پھر سارا راستہ اس سے بات نہیں کی۔ اسے گھر چھوڑ کر زید خود کہیں چلا گیا تھا اور اس نے شکر کیا تھا کہ اسے مزید سوالوں کے جواب نہیں دینے ہوں گے۔

اپنے کمرے میں جاتے ہی خود پر بٹھائے ضبط کے پہرے ٹوٹ گئے تھے۔ وہ بچوں کی طرح رونے لگی۔ کم از کم فہد سے اسے یہ امید نہیں تھی۔ اس نے کتنی بڑی قربانی دی تھی۔ کم از کم وہ تو سمجھتا' لیکن وہ بھی دوسروں کی بتائی ہوئی کہانی پر یقین کرکے بیٹھ گیا۔

"کیا میں دولت کی بھوکی تھی؟ تم کیا مجھے برباد کروگے' میں تو پہلے سے برباد ہوں۔" اس نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپالیا۔

☼ ☼ ☼

"یار! میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں اتنی جلدی کیسے اتنی بڑی رقم کا انتظام کروں گا۔" یہ آواز

یقیناً" زید کی تھی۔ وہ وہیں رک گیا۔

"او کے! میں جانتا ہوں میری غلطی ہے، لیکن پلیز کچھ تو مہلت دو نا۔ میں کچھ نہ کچھ کروں گا۔ پہلے تو تمہیں کوئی جلدی نہیں تھی۔ یہ دو دن میں تمہیں کیا ایمرجنسی ہو گئی؟" زید کا لہجہ جھنجلایا ہوا تھا۔

"کیا؟" زید چیخا تھا۔

"تم جانتے ہو کیا بکواس کر رہے ہو۔ بھاڑ میں جاؤ۔" ضرار دو قدم آگے بڑھا تو زید اضطرابی انداز میں ٹیرس پر چکر لگا رہا تھا اور اس کے دیکھتے ہی دیکھتے زید نے جیب سے سگریٹ نکال کر سلگائی ضرار نے تیزی سے سگریٹ اس کے ہونٹوں سے نکال کر دور پھینکی۔ ایک لمحے کے لیے زید سمجھ ہی نہیں سکا، لیکن ضرار پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرے پر غصہ دکھائی دینے لگا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔" وہ ضرار سے پوچھ رہا تھا۔

"یہ میں تم سے بھی پوچھ سکتا ہوں یہ کیا بدتمیزی ہے۔" اس کا اشارہ سگریٹ کی طرف تھا۔

"میری مرضی میں جو چاہوں کروں تم میرے باپ بننے کی کوشش نہ کرو۔" زید نے بڑی بدلحاظی سے جواب دیا تھا۔

"اگر یہی سب کچھ کرنا تھا تو علاج کا ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ضرار میں نے کہا نا تم میرے معاملے سے دور رہو۔ میری مرضی میں جو چاہے کروں۔" اب کہ وہ چیخ کر بولا اور پاس پڑی کرسی کو ٹھوکر مار کر تیزی سے نکل گیا۔ جبکہ ضرار ماتھے پر بل ڈالے کتنی دیر تک وہیں کھڑا اس کے رویے اور ٹیلی فون کال کے بارے میں سوچتا رہا۔

☆ ☆ ☆

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو کتنی دیر تک وہ غائب الدماغی سے چھت کو دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھیں درد کر رہی تھیں اسے یاد آیا کہ وہ رات کو کافی دیر تک روتی رہی تھی۔ کیوں؟ اس نے سر گھما کر اپنے دائیں طرف دیکھا زید نہیں تھا۔ اس نے گہرا سانس لیا۔ وہ رات آیا نہیں تھا اور بے شکن بستر ظاہر کر رہا تھا کہ وہ ابھی تک نہیں آیا۔ باہر آئی تو کچن سے ناہید اور بلقیس کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اسے کسی چیز کی طلب نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے لان میں آ کر کرسی کے بجائے گھاس پر بیٹھ گئی اور اپنے دونوں گھٹنوں پر سر ٹکا دیا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" اپنے قریب بھاری آواز سن کر وہ اچھل پڑی۔ سر اٹھا کر دیکھا تو ضرار حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں پر زور ڈال کر اٹھی اور سر جھکا کر مجرموں کی طرح کھڑی ہو گئی جیسے یہاں بیٹھ کر اس نے بہت بڑی غلطی کی ہو۔ ضرار نے بغور اس کی سوجی ہوئی آنکھیں دیکھیں۔

"تم روتی رہی ہو؟" اس کا پوچھنے کا انداز بے ساختہ تھا۔ تعبیر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور دوبارہ سر جھکا کر سر نفی میں ہلایا۔

"طبیعت ٹھیک ہے؟"

"جی۔" اسے اب اس کے سوالوں سے الجھن ہونے لگی تھی۔

"زید نے کچھ کہا؟" اب کہ انداز کھوجتا ہوا تھا۔ تعبیر نے اب غور سے اس کی طرف دیکھا، وہ کہیں جانے کے لیے تیار تھا۔

"نہیں"

"زید کہاں ہے؟" وہ شاید اس کے جواب سے مطمئن نہیں ہوا تھا۔

"وہ کل رات سے گھر نہیں آئے۔"

"او۔" اس کے ہونٹ سیٹی کے انداز میں سکڑے۔ اس نے اور کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ پورچ میں کھڑی گاڑی کی طرف مڑ گیا اور اگلے ہی پل اس کی گاڑی گیٹ سے باہر تھی۔ وہ دوبارہ اسی انداز میں بیٹھ گئی۔

"باجی کب سے آپ کو ڈھونڈ رہی ہوں۔" بلقیس پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان بولی تو وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"زید بھائی آپ کو بلا رہے ہیں۔"

"زید آ گئے۔" اس نے حیرت سے بلقیس کو دیکھا اور اسی حیرانی کے ساتھ اندر کی طرف بڑھی۔

"کہاں تھیں تم۔" کاریڈور میں ہی اس کی ملاقات ناہید سے ہو گئی۔

"لان میں تھی۔"

"تم نے بتایا کیوں نہیں زید رات کو گھر نہیں آیا؟" وہ غصے سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھیں وہ خاموش رہی کیا جواب دیتی۔

"جاؤ پوچھو کہاں تھا وہ۔" کہہ کر وہ آگے بڑھ گئیں، جبکہ وہ ڈھیلے قدموں سے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ وہ سامنے ہی بیڈ پر اوندھے منہ لیٹا تھا۔ آہٹ پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اس کی آنکھیں بے حد سرخ ہو رہی تھیں۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے۔" وہ پریشانی سے دو قدم آگے بڑھی۔

"ہوں۔" وہ صرف اتنا ہی کہہ سکا اور سر دوبارہ بیڈ پر رکھ دیا۔

"رات کو آپ کہاں تھے؟" وہ مضطرب انداز میں بیڈ کے قریب کھڑی ہو گئی۔

"دوست کی طرف تھا۔"

"آپ کو کم از کم ایک فون تو کر دینا چاہیے تھا۔ ہم کتنا پریشان تھے۔" زید نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"تم پریشان تھیں۔" اس کے کہنے پر تعبیر نے غور سے اسے دیکھا اور سر اثبات میں ہلا دیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"یہاں آؤ تعبیر!" تعبیر خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ زید نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے،

"تم بہت اچھی ہو تعبیر!" تعبیر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ خوشی کے آنسو نہیں۔ دکھ کے تھے۔

"تو پھر یہ درست ہے کہ میرے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے۔"

"سوری میں جانتا ہوں کہ میں تمہیں وہ خوشی نہیں دے سکا جو تم ڈیزرو کرتی ہو، لیکن اب میں کوشش کروں گا، لیکن ابھی مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"جی۔" وہ کہنا چاہتی تھی وہ اس کی کیا مدد کر سکتی ہے، لیکن وہ جی ہی کہہ سکی۔ زید نے اس کے ہاتھ چھوڑ کر اضطرابی انداز میں ہاتھ چلانے شروع کر دیے۔

"مجھے کچھ پیسوں کی ضرورت ہے۔" وہ کہنے کے بعد تعبیر کی شکل دیکھنے لگا، لیکن اس کے چہرے سے اسے یہی اندازہ ہوا کہ وہ اس کا مطلب نہیں سمجھی۔

"کیا تم مجھے پیسے دے سکتی ہو؟"

"کتنے چاہئیں آپ کو۔" اس نے ذہن میں حساب کتاب لگانے کے بعد پوچھا۔

"چالیس، پچاس لاکھ"

"جی۔" تعبیر کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا۔

"چالیس پچاس لاکھ۔ میرے پاس اتنے زیادہ روپے نہیں۔"

"تمہارا زیور۔"

"وہ آنٹی کے پاس ہے، لیکن پھر بھی وہ چالیس پچاس کے نہیں ہوں گے۔" زید کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔ "لیکن اتنے زیادہ روپے کیوں چاہئیں آپ کو؟"

"بس چاہئیں۔" وہ ایک دم پریشان ہو گیا تھا۔

"آپ انکل آنٹی سے بات کیوں نہیں کرتے۔"

"پاگل ہو۔" وہ ایک دم غصے سے ٹوک گیا۔ "اور تم بھی ان سے بالکل ذکر مت کرنا۔"

"لیکن۔"

"بحث نہیں کرو مجھ سے۔" وہ غصے سے بولتا ہوا کمرے میں ٹہلنے لگا۔ تعبیر بھی پریشانی سے اسے دیکھنے لگی پھر وہ ایک دم رک کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"کیا تم اپنے ماموں سے بھی نہیں لے سکتیں؟"

تعبیر مزید پریشان ہو گئی۔

"زید! ماموں کے پاس اتنے پیسے نہیں ہوں گے اور میں ان سے لے بھی نہیں سکتی۔ میرے پاس دو تین لاکھ ہوں گے وہ آپ لے لیں۔"

"بھکاری سمجھ رکھا ہے مجھے۔" وہ ایک دم پھٹ

پڑا۔

"مجھے زندہ رہنے کے لیے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا۔" وہ بڑبڑایا تھا' لیکن بڑبڑاہٹ اتنی اونچی تھی کہ تعبیر نے صاف سنی تھی۔

"اب تمہاری قسمت۔" وہ تعبیر کی طرف دیکھ کر عجیب انداز میں بولا اور مزید کچھ سنے بغیر کمرے سے نکل گیا۔

"زید!" وہ تقریباً" بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے گئی لیکن لاؤنج میں پہنچ کر رک گئی۔ لاؤنج میں ناہید اور اعجاز صاحب کے ساتھ ضرار اور ایک لڑکی اندر داخل ہورہے تھے۔ اس نے تیزی سے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر خود کو نارمل کیا تھا۔

"اس دن میں اسمارہ کو لینے ائرپورٹ گیا تھا۔" ضرار' ناہید کو اپنے ساتھ آنے والی لڑکی کے بارے میں بتارہا تھا۔

"تم نے پہلے کبھی اسمارہ کا ذکر نہیں کیا۔" ناہید نے مسکرا کر اسمارہ کو دیکھا۔

"مجھے پہلے ہی پتا تھا آنٹی! ضرار نے میرا ذکر نہیں کیا ہوگا۔" اسمارہ نے مصنوعی ناراضی سے ضرار کو دیکھا۔

"یہ میں ہی ہوں جو اس کے پیچھے پاکستان تک آگئی۔ یہ تو میری میلز کا جواب بھی بمشکل دیتا ہے۔" اسمارہ کے شکوے پر اعجاز صاحب اور ناہید نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اعجاز صاحب کی نظر پہلے تعبیر پر پڑی تھی۔

"تعبیر آجاؤ بیٹا' وہاں کیوں کھڑی ہو۔" اعجاز صاحب کے کہنے پر وہ بمشکل مسکرائی ہوئی ان کی طرف بڑھی۔

"یہ تعبیر ہے ہماری بیٹی' زید کی بیوی۔"

"ہیلو۔" اسمارہ نے مصافحہ کے لیے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

"اور تعبیر! یہ اسمارہ ہے ضرار کی فرینڈ" آسٹریلیا سے آئی ہے۔" اعجاز صاحب نے تعارف کی رسم نبھائی تھی۔ بلقیس کے چائے لگانے کے دوران وہاں خاموشی چھائی رہی۔

"اور اسمارہ تم کیا کرتی ہو۔"

"آنٹی میں لاء کررہی ہوں۔"

"ویری گڈ۔" اعجاز صاحب متاثر ہوئے۔

"اور تمہارے گھر میں کون کون ہے؟"

"میں ممی اور ڈیڈی بس۔" اس دوران تعبیر بہت غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ بہت خوب صورت تھی۔ اتنی خوب صورت کہ کوئی بھی اس کو دیکھے تو دیکھتا رہے۔ اوپر سے اس کو پہننے اوڑھنے کا طریقہ آتا تھا۔ اس نے اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھے ضرار کو دیکھا جو چائے پیتے ہوئے اس کی باتیں سن کر مسکرا رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بہت اچھے لگ رہے تھے۔ وہ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے اندازہ لگا رہی تھی' جب اسمارہ کے قہقہے پر اس کا دھیان بٹ گیا تھا۔

"اسمارہ! تم کہیں انگیجڈ تو نہیں۔" ناہید کے پوچھنے پر اس نے قہقہہ لگایا تھا۔

"نہیں آنٹی!"

"پلیز مما! یہ کیسے سوال پوچھ رہی ہیں آپ' میں اسمارہ کو یہاں آپ سے ـــــ ملوانے لایا ہوں نہ کہ اس لیے کہ آپ انٹرویو شروع کردیں۔"

"ارے بابا انٹرویو کب ہے' ایسے ہی پوچھ رہی ہوں۔ اسمارہ بیٹا تم یہیں رہو ہماری طرف۔ ہمیں مہمان نوازی کا موقع دو۔"

"تھینک یو آنٹی! لیکن میں ہوٹل میں کمرا لے چکی ہوں اور آنٹی! میں نے ضرار سے کہا تھا جب میں پاکستان آؤں گی تو تمہارے گھر رکوں گی' لیکن اس نے منع کردیا۔ آپ سب تو اتنے اچھے ہیں۔ یہ کس پر گیا ہے۔" اس کی بات پر سب ہنس پڑے تھے۔

"چلو اٹھو باتیں کرکر کے تمہارا پیٹ ـــــ بھر گیا ہوگا۔" ضرار کھڑا ہوگیا تھا۔

"ارے کہاں جارہے ہو' میں کھانا لگوا رہی ہوں۔" "نہیں" اٹھتا دیکھ کر ناہید نے ٹوکا۔

"نہیں مما! اسمارہ کو کچھ شاپنگ کرنی ہے اور ایک دو جگہ وزٹ کرنا ہے۔"

"آنٹی! میں کچھ دن یہیں ہوں۔ آؤں گی کھانا بھی

کھاؤں گی۔" وہ ناہید سے گلے ملتے ہوئے بولی۔ اعجاز صاحب سے مل کر وہ تعبیر کی طرف آئی۔

"تم بہت کم بولتی ہو۔" اسمارہ کی بات پر وہ بس مسکرادی۔

"بٹ یو آر سو کیوٹ۔" اسمارہ نے اس کے گال پر چٹکی کاٹی۔ وہ دونوں چلے گئے۔

"اعجاز! آپ نے دیکھا کتنی خوب صورت لڑکی ہے اور کتنی ہنس مکھ اور ملنسار لڑکی ہے۔"

"ہاں لڑکی واقعی بہت اچھی ہے۔" اعجاز صاحب نے ناہید کی بات کی تائید کی۔

"ضرار کے ساتھ سوٹ کرے گی۔" وہ خوشی سے بولیں۔

"پہلے ضرار سے پوچھنا پڑے گا۔"

"مجھے تو لگتا ہے ضرار بھی اسے پسند کرتا ہے میرا خیال ہے یہ وہی لڑکی ہے جس سے ضرار شادی کرنا چاہتا تھا۔"

"ہوں۔" اعجاز صاحب نے سر ہلایا۔

"میں ضرار سے بات کرتی ہوں۔ اگر وہ ہاں کہتا ہے تو اسمارہ کے والدین سے مل کر بات طے کرلیتے ہیں۔ گھر میں رونق ہوجائے گی۔" تعبیر نے بے ساختہ ناہید کی طرف دیکھا جو اپنی ہی دھن میں بول رہی تھیں' جبکہ اعجاز صاحب تعبیر کو دیکھ رہے تھے جو گم صم ہوگئی تھی۔

"تعبیر۔"

"جی انکل۔" وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"تمہیں اسمارہ کیسی لگی۔"

"بہت اچھی اور بہت خوب صورت۔" اس نے کھلے دل سے تعریف کی تھی۔

"چلو ضرار کی بیوی کے طور پر سب نے اسمارہ کو ڈن کردیا۔" ناہید جوش سے بولیں۔ اب انہیں ضرار کی رضامندی کا انتظار تھا۔

"زید کچھ زیادہ لیٹ نہیں آنے لگا۔" ناہید نے گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا جہاں رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔

"تم نے پوچھا نہیں تھا تعبیر!"

"آنٹی وہ مجھے بتا کر نہیں جاتے۔"

"تم اس کی بیوی ہو تعبیر! یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔ کتنی دفعہ تمہیں بتاؤں یہ بات۔" وہ غصے سے بولیں۔

"ناہید! کیوں ہر وقت تم تعبیر کو بلیم کرتی ہو۔ زید کوئی بچہ نہیں جس کی وہ ہر وقت نگرانی کرے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کو بتا کر جائے۔ وہ پریشان نہیں ہوتی کیا۔" اعجاز کا انداز ڈپٹنے والا تھا۔ تب ہی باہر کار رکنے کی آواز آئی تھی۔

"میرا خیال ہے زید ہوگا۔" ناہید کے کہنے پر وہ دونوں بھی دروازے کی طرف دیکھنے لگے' لیکن اندر آنے والا زید نہیں ضرار تھا۔

"آپ لوگ سوئے نہیں؟"

"بس یونہی ٹی وی دیکھ رہے تھے۔" اعجاز صاحب کے کہنے پر وہ سر ہلاتا ہوا ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ "کھانا لگواؤں تمہارے لیے۔"

"نہیں۔ کھانا کھا کر آیا ہوں۔" وہ ہاتھ پر بندھی گھڑی اتارتے ہوئے بولا۔

"ضرار تم نے پہلے کبھی اسمارہ کے بارے میں نہیں بتایا۔" وہ ناہید کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا بتاتا؟"

"یہی کہ وہ اتنی خوب صورت ہے' اتنی اچھی ہے اور سب سے بڑی بات تم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو۔" ضرار کا سنجیدہ چہرہ مزید سخت ہوگیا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ وہ صرف میری فرینڈ ہے جسٹ فرینڈ۔" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

"لیکن یہ کس نے کہا کہ دوست سے شادی نہیں ہوسکتی۔"

"مما! آپ شادی کے علاوہ کسی اور ٹاپک پر بات نہیں کرسکتیں؟" وہ جھنجلا کر بولا۔

"ضرار! شادی کی عمر ہوتی ہے۔ زید تم سے چھوٹا ہے۔ اس کی شادی ہوگئی۔ اب تم ہو تو تم سے کہوں گی

نا اور پھر میں نے محسوس کیا ہے اسارہ تمہیں پسند کرتی ہے اور مجھے لگتا ہے تم اس کے ساتھ خوش رہو گے۔"

"مما! اسارہ اچھی نہیں بہت اچھی ہے، لیکن وہ وہ لڑکی نہیں جس سے میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے کہہ کر سر جھٹکا۔

"اور پلیز! آئندہ میری شادی کی بات نہ کریں کیوں کہ مجھے شادی ہی نہیں کرنی۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جبکہ اعجاز اور ناہید کے ساتھ تعبیر نے بھی حیرت سے اس کے دوٹوک انداز کو سنا تھا۔

★ ★ ★

وہ جب کمرے میں آیا تو وہ جاگ رہی تھی۔ اس کے دیکھنے پر وہ مسکرایا۔

"تم نے بھی مما کی طرح مجھے ڈانٹنا ہو گا۔ ڈانٹ لو۔ ابھی میرا موڈ ہے ڈانٹ سننے کا۔" وہ بیڈ پر بیٹھ کے جوتے اتارنے لگا۔ وہ ابھی ناہید بیگم سے دیر سے گھر آنے پر ڈانٹ کھا کر آرہا تھا۔ وہ کچھ نہیں بولی تھی۔ جوتے اتار کر وہ لیٹ گیا اور اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"ناراض ہو۔" تعبیر خاموش رہی۔ "اچھا بابا سوری! آئندہ ایسا نہیں ہو گا دوستوں کے ساتھ وقت گزرنے کا پتا نہیں چلا۔ بہت تھک گیا ہوں۔" وہ جمائی لیتے ہوئے بولا۔

"اچھا سنو! کل تیار رہنا شام میں، میرے فرینڈ کی طرف پارٹی ہے اور بہت اچھی طرح تیار ہونا۔ اس دن کی طرح نہیں، جب ماموں کے گھر گئی تھیں۔" تھوڑی دیر بعد اس نے سر گھما کر دیکھا وہ سو چکا تھا۔ اسے رشک آیا تھا یہاں اسے رات گزر جاتی تھی نیند نہیں آتی تھی اور کہاں وہ لیٹتے ہی نیند کی وادیوں میں کھو گیا تھا۔ اس نے اٹھ کر لائٹ آف کی اور ہمیشہ کی طرح کونے میں آکر لیٹ گئی۔

وہ صبح اسے ایک بار پھر دعوت کی یاددہانی کروا کر خود چلا گیا۔ دو گھنٹے تو اسے اپنے کپڑے منتخب کرنے میں لگے تھے۔ جتنا زید نے اس کے تیار ہونے پر زور دیا تھا اس سے اندازہ ہو گیا تھا یہ پارٹی خاص ہے۔ اس نے گلابی فراک نکالی۔ جس پر سفید موتیوں کا کام تھا۔ جیولری پہن کر اس نے اپنے بالوں میں برش کیا۔ میک اپ کے بعد اس نے غور سے آئینے میں خود کو دیکھا۔ تب ہی دروازے پر دستک دے کر بلقیس اندر داخل ہوئی تھی۔

"واہ باجی! آپ تو بہت پیاری لگ رہی ہیں بالکل شہزادیوں کی طرح۔" اسے دیکھتے ہی بلقیس بے ساختہ انداز میں بولی تو وہ جھینپ کر مسکرا دی۔

"میں آپ کو یہ بتانے آئی تھی آپ کی بہن کا فون ہے۔"

وہ حیران ہوئی اور تیزی سے باہر نکلی۔

"ہیلو کیسی ہو تعبیر۔"

"میں ٹھیک ہوں۔ سب خیریت ہے نا۔"

"ہاں سب ٹھیک ہے تم تو ایسے پریشان ہو رہی ہو جیسے میں خیریت کے بغیر فون نہیں کر سکتی۔ ایک گڈ نیوز تھی۔ فہد نے شادی کے لیے ہاں کر دی ہے اور خالہ اور انکل آج مجھے انگوٹھی پہنانے آرہے ہیں۔" ایک پل کے لیے تعبیر بول ہی نہیں سکی۔

"تعبیر!" اس کی خاموشی پر وہ زور سے بولی۔

"بہت بہت مبارک ہو ثمرین! ماموں ممانی کو بھی میری طرف سے مبارک باد دینا، میں بعد میں تمہیں فون کروں گی۔" اس نے اللہ حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔ پتا نہیں اسے دکھ کیوں ہوا تھا۔ حالانکہ یہ تو ہونا ہی تھا۔ اگر اس نے شادی کر لی تھی تو فہد بھی کر سکتا تھا۔ اسے پلٹتے ہی جھٹکا لگا۔ اس سے کچھ فاصلے پر ضرار کھڑا بہت غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ جب بھی پریشان ہوتی تھی، پتا نہیں پہلا سامنا اسی سے کیوں ہوتا، وہ اسے نظرانداز کر کے نکل جانا چاہتی تھی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" یقیناً اس کا مطلب اس کی تیاری سے تھا۔

"زید کے ساتھ ان کے دوست کے گھر پارٹی پر۔"

"زید کے ساتھ؟" وہ حیران ہو کر بڑبڑایا۔

"کہاں۔"

تعبیر نے چونک کر اسے دیکھا وہ اتنے سوال کیوں کر رہا ہے۔

"یہ انہوں نے نہیں بتایا۔" وہ مزید کوئی بات کہے بغیر تیزی سے مڑ گئی تھی۔ ابھی وہ کمرے میں داخل ہوئی تھی جب بلقیس دوبارہ اس کے پیچھے آئی۔

"باجی! زید بھائی باہر گاڑی میں آپ کو بلا رہے ہیں۔" اس نے سر ہلا کر تیزی سے سینڈل پہنی اور باہر نکلی۔

"بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔" کار میں بیٹھتے ہی زید نے اس کی تعریف کی۔ کچھ دیر پہلے جو فہد کی منگنی کا سن کر دل پر بوجھ تھا وہ کم ہوتا محسوس ہوا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا اسے اب زندگی زید کے ساتھ گزارنی ہے۔ اس سے تعاون کرے گی تو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ سارا راستہ یہی جوڑ توڑ کرتی رہی۔ اس نے محسوس نہیں کیا۔ زید نے سارا راستہ اس سے کوئی بات نہیں کی۔ کافی دیر بعد اس نے باہر دھیان دیا تو غور کیا علاقہ غیر آباد تھا۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں۔" تعبیر نے کچھ پریشان ہو کر زید سے پوچھا۔

"بتایا تو تھا میرے فرینڈ کے گھر پارٹی ہے۔"

"لیکن یہ علاقہ جنگل کی طرح لگ رہا ہے۔"

"ہاں اس کا ریسٹ ہاؤس شہر سے کافی دور ہے۔"

"اتنی رات کو ایسی جگہ پر نہیں آنا چاہیے۔" وہ اردگرد کی خاموشی اور اندھیرا دیکھ کر واقعی ڈر گئی تھی۔ کچھ فاصلے پر اسے ریسٹ ہاؤس نما جگہ نظر آئی۔ جہاں کافی روشنی تھی۔ اس کے دل کو کچھ تسلی ہوئی تھی۔

"آؤ۔" گاڑی سے اترتے ہی زید نے اس کی طرف کا دروازہ کھولا۔ اندر اسے کسی پارٹی کے آثار محسوس نہیں ہوئے تھے۔

"نجم کہاں ہو۔" زید نے شاید اپنے دوست کو آواز دی تھی اور سامنے کمرے سے جو شخص نکلا تھا وہ اسے پہلی نظر میں پہچان گئی تھی۔ یہ زید کا وہی دوست تھا جو کچھ دن پہلے گیس اسٹیشن پر ملا تھا۔

"ویلکم۔" اس نے مسکرا کر تعبیر کی طرف دیکھا، اس کی نظروں میں جانے کیا تھا کہ وہ سہم کر زید کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہاں پہنچنے میں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا۔" وہ پوچھ تو زید سے رہا تھا، لیکن دیکھ تعبیر کو رہا تھا۔

"کیا خدمت کریں آپ کی؟" اب اس نے ڈائریکٹ تعبیر کو مخاطب کیا تھا جو گھبرا کر زید کو دیکھنے لگی۔

"نجم پلیز! یہ ڈراما اب بند کرو۔ میری رقم اور میری چیزیں مجھے واپس دو مجھے جانا ہے۔" زید کی بات اور انداز دونوں عجیب تھے۔ تعبیر کے اردگرد جیسے خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

"تمہاری یہی جلد بازیاں تمہیں لے ڈوبتی ہیں۔ بیٹھو تھوڑی دیر بہت اچھا سیمپل منگوایا ہے وہ تو ٹرائی کرو۔" وہ ایک آنکھ دبا کر بولا۔

"نہیں ابھی نہیں۔ تم نے جو کہا تھا، میں لے آیا ہوں۔ مجھے میرے روپے دے دو۔" زید کھڑا ہو گیا۔ تعبیر بھی اس کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

"ارے۔" نجم نے مسکراتی نظروں سے تعبیر کو دیکھا۔

"آپ کہاں؟ آپ تو ہماری خاص مہمان ہیں۔ آج تو آپ کہیں نہیں جا سکتیں۔" تعبیر نے ایک دم زید کے قریب جا کر اس کا بازو تھام لیا۔ اس کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے۔

"رفیق۔" نجم نے دائیں طرف منہ کر کے کسی کو آواز دی۔

"وہ بریف کیس لے آؤ۔" کچھ لمحے بعد دائیں کمرے کا دروازہ کھول کر ایک دیوقامت شخص بریف کیس لے کر اندر داخل ہوا اور نجم کے صوفے کے قریب رکھ کر دوبارہ اسی کمرے میں چلا گیا۔ تعبیر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا یہ ہو کیا رہا ہے۔ نجم نے بریف کیس کھول کر ٹیبل پر رکھ دیا۔ اس میں پانچ ہزار اور ہزار کے بہت سے نوٹ تھے اور کچھ پیکٹس میں

کیپسولز اور سرنج تھیں۔

"یہ تمہاری امانت۔" نجم کے کہنے پر زید چیل کی طرح اس بریف کیس پر جھپٹا تھا جب کہ تعبیر کی آنکھیں پھٹنے کے قریب ہو گئی تھیں۔ زید نے اپنا بازو اس کے ہاتھ سے چھڑا لیا تھا۔

"زید!" اس کے آگے بڑھتے ہی وہ چیخ کر اس کے پیچھے گئی۔

"زید! تم نے انہیں بتایا نہیں۔" اپنے پیچھے نجم کی آواز سن کر وہ میکانکی انداز میں گھومی۔

"چہ چہ چہ۔" اس کے چہرے پر ڈر دیکھ کر نجم نے افسوس کا اظہار کیا تھا۔

"کتنی بری بات ہے زید! کوئی خوب صورت لڑکیوں کے ساتھ یوں بھی کرتا ہے۔ دیکھو یہ کتنا ڈری ہوئی ہے۔" اس کے قریب آکر اس کے گال کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی تھی۔ اس کے یوں ڈرنے پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"زید! پلیز چلیں یہاں سے۔" اس نے روتے ہوئے جیسے ساکت کھڑے زید کو جگانے کی کوشش کی تھی۔

"زید! تم نے اسے بتایا نہیں اب یہ یہیں رہے گی۔"

زید نے بریف کیس پکڑ کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"تعبیر! میں نے کہا نا تم بہت اچھی ہو، لیکن میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا مجھے خوب صورت چہروں سے نفرت ہے۔ کیوں کہ بے وفائی ان کی فطرت ہوتی ہے، میں نے مما کو منع کیا تھا مجھے شادی نہیں کرنی۔ مجھے تم میں کوئی انٹرسٹ نہیں۔"

"کیا پہیلیاں بجھوا رہے ہو زید!" نجم پھر بولا تھا۔

"بھئی سیدھی سی بات ہے مجھے تم میں دلچسپی نہیں، لیکن نجم کو تم بہت پسند آگئی ہو۔ میرے خیال میں تم میرے لیے بالکل بے کار تھیں، لیکن مجھے نہیں پتا تھا تم سے مجھے فائدہ بھی ہو سکتا ہے۔ میں جوئے میں چالیس لاکھ ہار گیا تھا۔ اب وہ لوگ مجھ سے ڈیمانڈ کر رہے تھے۔ رقم کا بندوبست نہیں ہو رہا تھا تب نجم نے مجھے آفر کی کہ اگر میں تمہیں ایک رات کے لیے اسے دے دوں تو وہ مجھے چالیس لاکھ کے ساتھ میری ڈرگز بھی مہیا کرے گا۔" بات اس کی سمجھ میں آئی تو اسے لگا آسمان اس کے سر پر نہیں اور زمین اس کے قدموں کے نیچے نہیں۔ اس کے ہاتھوں کی گرفت زید کے ہاتھوں پر ختم ہو گئی۔ اس کے رکھوالے نے اس کی عزت نیلام کر دی۔ اسے بیچ دیا۔ اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا۔

زید نے ایک نظر اس کے سفید پڑتے چہرے پر ڈالی اور دوسری نجم پر، جو دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے اسے دیکھ رہا تھا کہ "اب تم جاؤ۔"

زید نے دوبارہ نظر تعبیر پر نہیں ڈالی اور تیزی سے باہر کی طرف بڑھا تو تعبیر جیسے ہوش میں آئی۔

"زید۔" وہ چیختی ہوئی اس کی طرف بڑھی۔

"زید! آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔ خدا کے لیے زید۔" وہ اس کے قدموں سے لپٹ گئی تھی، لیکن وہ اسے ٹھوکر مار کر پیچھے کرتا ہوا باہر نکل گیا۔ جونہی دروازہ بند ہوا اس کی چیخوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ نجم نے اس کے منہ پر ہاتھ جما دیا تھا۔

تعبیر کو لگا اس کا سانس بند ہو جائے گا۔ اپنے بچاؤ کے لیے اس نے اپنے ناخن اس کے بازو میں گاڑ دیے، بلبلاتے ہوئے اس نے اس کے منہ سے ہاتھ ہٹالیا اور وہ اس کے نرغے سے چھوٹتے ہی دروازے کی طرف بھاگی، لیکن پریشانی میں دروازہ کھل ہی نہیں رہا تھا۔ تب تک وہ دوبارہ اس تک پہنچ گیا تھا وہ دوسری طرف بھاگی۔ اس کے دوپٹے کا کونا اس کے ہاتھ آگیا۔ جس کو کھینچنے پر اس کی گردن کو جھٹکا لگا تھا۔ وہ اس کے قریب آیا تو تعبیر نے اسے مارنے کے لیے کسی چیز کی تلاش کی۔ پاس پڑا اسٹیل کا گلدان اس نے اٹھا کر اس کی طرف اچھالا، لیکن اس کے جھکتے ہی وہ زوردار آواز کے ساتھ زمین پر گرا تھا اور اب کی بار اس کے منہ پر اتنی زور سے تھپڑ پڑا تھا کہ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ وہیں گر گئی۔ وہ اس کا بازو۔ پکڑ

کر گھسیٹنے لگا تب ہی دروازے پر تیز دستک سے وہ چونک کر رک گیا۔ اس نے ایک نظر نیم بے ہوش تعبیر پر ڈالی اور اسے صوفے کے پیچھے پھینک کر وہ اپنا حلیہ درست کرتا دروازے کی طرف بڑھا۔

"تم۔" دروازہ کھولتے ہی وہ حیران ہوا۔ اندر آکر متلاشی نظروں سے ارد گرد کا جائزہ لینے لگا۔ "زید تو کب کا چلا گیا۔"

ضرار نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تعبیر کہاں ہے؟؟"

"کون تعبیر۔" نجم نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔ ضرار نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"تعبیر۔" اس نے اونچی آواز میں اسے پکارا۔

"یہاں کوئی نہیں ضرار۔" نجم نے گھبرا کر صوفے کی طرف دیکھا۔ تعبیر نے آنکھیں کھولیں۔ اسے لگا کوئی اسے آواز دے رہا ہے۔ بچاؤ کا آخری راستہ۔ یہ خیال آتے ہی وہ پورا زور لگا کر اٹھی اور اٹھتے ہی اس کی پہلی نظر ضرار پر پڑی۔ اسے دیکھ کر پہلے وہ چونکا اور پھر تیر کی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"تعبیر تم ٹھیک ہو۔" وہ اسے دونوں بازوؤں سے تھام کر بے چینی سے پوچھنے لگا۔ اس کے چہرے پر انگلیوں کے نشان بہت واضح تھے۔ لیکن اس وقت اس سارا دھیان تعبیر کی ذہنی کیفیت کی طرف تھا جو اسے بھی اجنبیوں کی طرح دیکھ رہی تھی۔

"تعبیر!" اب کے اس نے زور سے اسے پکارا، تعبیر نے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا جو اس کا نجات دہندہ بن کر آیا تھا۔ وہ ایک دم روتے ہوئے اس کے ساتھ لگ گئی تھی۔ ضرار ایک پل کے لیے ساکت رہ گیا، پھر اسے بازو کے گھیرے میں لیے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

"ضرار تم اسے لے کر نہیں جا سکتے۔ میں نے زید کو اس کی قیمت ادا کی ہے۔" نجم نے ایک دم اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس کا راستہ روک لیا۔ اس کا وہ دراز قامت آدمی بھی باہر آگیا تھا۔

"نجم! میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ میں اپنے ساتھ پولیس لے کر آیا ہوں۔ اگر تم نے میرے راستے میں آنے کی کوشش کی تو بہت بری طرح پھنسو گے تم، تمہارے ریسٹ ہاؤس کے اندر جو ناجائز سامان ہے وہ پولیس کے ہاتھ لگا تو ساری عمر جیل میں گزارو گے۔"

نجم نے کھا جانے والی نظروں سے ضرار اور اس کے پہلو سے لگی تعبیر کو دیکھا ضرار مزید کوئی بات کیے بغیر تعبیر کو لے کر تیزی سے باہر نکلا۔

تعبیر کو فرنٹ سیٹ پر بٹھا کر اس نے تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

وہ جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔ کیوں کہ نجم سے بچنے کے لیے اس نے صرف پولیس کا نام استعمال کیا تھا، ورنہ جس بوکھلاہٹ میں وہ یہاں پہنچا تھا پولیس تو دور کی بات اسے اپنا بھی ہوش نہیں تھا۔ اسے زید کی پچھلے دنوں کی مشکوک حرکتوں نے چوکنا کر دیا تھا اور آج جب تعبیر اس کے ساتھ جا رہی تھی، نہ جانے کیوں اس کی چھٹی حس نے اسے کچھ غلط ہونے کا اشارہ کیا تھا۔ جوں جوں زید کی گاڑی سنسان علاقے کی طرف بڑھ رہی تھی ویسے ہی اس کی پریشانی بھی بڑھتی جا رہی تھی، لیکن تھوڑی دیر بعد جب زید تیزی سے اکیلا باہر نکلا تو اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا اور اندر آکر جو اس نے سنا اور دیکھا، وہ اس کے لیے ناقابل یقین تھا۔ زید نے تعبیر کو بیچ دیا ہے۔ وہ اس حد تک گر گیا تھا۔

کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔ اس نے کافی دور جا کر کار روکی اور اس کی طرف دیکھا جو بالکل ساکت بیٹھی تھی۔ وہ کار سے اتر کر سامنے دکان پر گیا۔ پانی کی بوتل لے کر جب وہ واپس آیا تو وہ کار میں نہیں تھی۔ ایک پل کے لیے وہ ہل ہی نہیں سکا، وہ تیزی سے سیدھا ہوا اور متلاشی نظروں سے ارد گرد دیکھنے لگا۔ سامنے جاتی لڑکی پر اسے تعبیر کا گمان ہوا تو اس نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا اور پھر بھاگنے کے انداز میں اس کے پیچھے گیا۔ اس کے قریب پہنچنے پر اس نے آواز دی وہ تب بھی رکی نہیں۔

اس نے اس کا بازو پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا

تھا۔ اس کا سارا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"ہاتھ چھوڑیں میرا۔" وہ جواب دینے کے بجائے ہاتھ چھڑانے لگی تھی۔

"میرے سوال کا جواب دو کہاں جا رہی ہو۔"

"مجھے نہیں پتا' لیکن مجھے آپ کے گھر نہیں جانا۔"

"پاگلوں جیسی بات مت کرو' چلو گاڑی میں بیٹھو۔" وہ اس کا بازو پکڑ کر بولا۔

"میں پاگل ہی ہوں میں پاگل خانے چلی جاؤں گی۔ چھوڑیں مجھے۔" وہ اب زیادہ زور سے اپنا بازو چھڑانے لگی۔ ضرار نے اردگرد نظر گھمائی۔ وہ سڑک پر کھڑے تھے۔ زیادہ رات کی وجہ سے اکا دکا گاڑیاں گزر رہی تھیں' لیکن جس طرح کی صورت حال میں وہ دونوں کھڑے تھے کوئی بھی تماشا بن سکتا ہے۔

"ٹھیک ہے تمہیں گھر نہیں جانا اوکے! میں تمہیں تمہارے ماموں کے گھر چھوڑ آتا ہوں۔"

"نہیں مجھے ماموں کے گھر بھی نہیں جانا۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔ میرا کوئی گھر نہیں۔ میرے لیے کہیں بھی کوئی جگہ نہیں مجھے مرنا ہے۔ خدا کے لیے مجھے جانے دیں۔" اب کے اس نے روتے ہوئے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

"تعبیر پلیز۔" اب کہ ضرار بے بسی سے بولا۔ "اس طرح سڑک پر کھڑے ہو کر یہ معاملہ سلجھ نہیں سکتا۔ ہم گھر چل کر آرام سے بات کرتے ہیں۔" تعبیر نے روتے ہوئے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔

"بات کرنے کو اب رہ کیا گیا ہے۔ پہلے دن سے یہ سب ہو رہا ہے۔ پہلے مجھے جانوروں کی طرح مارا گیا' لیکن کسی نے کچھ نہیں کہا۔ الٹا مجھے کہا گیا کہ میں بیوی ہوں' میرا فرض ہے کہ میں مار کھاؤں۔ اس نے کبھی مجھے بیوی کا درجہ نہیں دیا۔ گھر میں مجھے آنٹی تھرڈ پرسن کی طرح ٹریٹ کرتی ہیں اور آج۔۔۔ آج تو حد ہی ہو گئی مجھے بیچ دیا۔ میں کیا ہوں۔" اس نے انگلی سے اپنی طرف اشارہ دیا۔

"دنیا کی فالتو ترین چیز۔۔۔ ہر کوئی اپنے مطلب کے لیے مجھے استعمال کرتا ہے۔ کوئی مجھے کہیں بیچ دیتا ہے اور کوئی کہیں' کوئی کتنا بھی گرا ہوا ہو' اتنا پھر بھی کوئی نہیں گرتا۔" وہ غصے سے بولتے بولتے پھر رونے لگی۔ ضرار کے پاس کوئی جواب نہیں تھا' لیکن اس کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار تھے جیسے وہ بہت ضبط سے کام لے رہا ہو۔

"میری عزت اتنی معمولی ہے؟" وہ روتے ہوئے اس سے پوچھنے لگی۔ "بتائیں۔" اس کو خاموش دیکھ کر اس نے پھر پوچھا۔

"مجھے پتا ہے آپ کے پاس جواب نہیں ہو گا۔ آپ بھی اسی کے بھائی ہیں' مجھے اب وہاں نہیں جانا۔" اس نے ایک بار پھر اپنا بازو کھینچا' لیکن اب ضرار نے بات نہیں کی' اس کا بازو کھینچتا ہوا اسے گاڑی کی طرف لے آیا۔

"آپ ایسے میرے ساتھ نہیں کر سکتے۔ مجھے نہیں جانا مجھے اس شخص کے ساتھ نہیں رہنا۔" ضرار نے اسے اندر دھکیل کر دوسری طرف بیٹھتے ہی دروازہ لاک کر دیا۔

گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے اس نے اس کی طرف کا دروازہ کھولا' لیکن وہ یونہی پتھر کی طرح بیٹھی رہی۔ ضرار نے اسے بازو سے پکڑ کر باہر نکالا اور اسی طرح اسے کھینچتے ہوئے اندر لے آیا۔ اعجاز صاحب اور ناہید جیسے ان کے انتظار میں تھے۔ ان کو دیکھتے ہی وہ دونوں بے اختیار ان کی طرف بڑھے تھے۔

"بلقیس۔" خاموشی میں ضرار کی اونچی آواز بہت زیادہ محسوس ہوئی تھی۔ وہ گھبرائی ہوئی کچن سے نکلی۔

"پانی لے کر آؤ۔"

وہ وہیں سے واپس پلٹ گئی۔

ناہید نے اس کا بازو پکڑا تو وہ معمول کی طرح صوفے پر بیٹھ گئی۔ بلقیس نے حیرت سے تعبیر کا چہرہ دیکھا اور پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔ جب اس نے نہ تھاما تو وہ ضرار کا منہ دیکھنے لگیں۔

"پانی پیو۔" ضرار نے گلاس ان کے ہاتھ سے لے کر بڑھایا' لیکن جب وہ یونہی بیٹھی رہی تو اس نے زبردستی گلاس اس کے ہونٹوں سے لگایا۔ دو گھونٹ پی کر اس نے ہاتھ سے گلاس پرے ہٹایا۔

"زید کہاں ہے۔" ناہید نے ضرار سے پوچھا۔

"اسی کا انتظار ہے۔" ضرار کے انداز پر ناہید کو اپنے دل کی دھڑکن سست ہوتی محسوس ہوئی۔

"دیکھو ضرار! جو بھی بات کرنی ہے آرام سے کرنا۔"

"آرام سے۔" وہ پھٹ پڑا تھا۔

"آرام سے بات کرنے کے لیے بچا کیا ہے۔ کسی کی عزت داؤ پر لگا دی۔ کسی کی بھی نہیں اپنی بیوی کی۔ اگر اس کو کچھ ہو جاتا تو۔" اس نے تعبیر کی طرف اشارہ کیا۔

"کول ڈاؤن ضرار! اچھی بات تو یہ ہے کہ کچھ ہوا تو نہیں۔" اس کے ساتھ اعجاز صاحب نے بھی دکھ اور بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

"ویل ڈن مما ویل ڈن! تو آپ انتظار کر رہی تھیں کچھ ہو جاتا۔ اگر ہو جاتا تو کیا تلافی کر سکتی تھیں آپ اس کی عزت کی۔"

"اب ہو گیا نا ضرار! ہو گئی زید سے غلطی۔ میں سمجھاتی ہوں اسے۔"

"بس کرو ناہید۔" اعجاز صاحب نے ان کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔ "بس کرو! بچپن سے لے کر آج تک اس کی غلطیوں پر پردہ ڈال ڈال کر تم نے اسے عادی مجرم بنا دیا ہے۔ اس میں گناہ کا احساس تک باقی نہیں رہا۔ وہ اتنا گر چکا ہے کہ اپنی عزت کو اپنے دوست کے پاس چھوڑ آیا۔۔۔ تھو! میں سوچتا ہوں تو دل چاہتا ہے کہ موت آ جائے مجھے اتنے رزیل لڑکے کا باپ ہوں میں۔" اعجاز صاحب کا لہجہ درد سے چور تھا۔

ناہید نے ایک نظر خاموش بیٹھی تعبیر کو دیکھا اور دوسری نظر اپنے طیش میں کھڑے بیٹے اور تیسری نظر اپنے سر جھکائے بیٹھے شوہر پر ڈالی اور اٹھ کر تعبیر کے پاس آ گئیں۔

"دیکھو تعبیر! جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ تم بھول جاؤ سب۔" تعبیر نے دکھ سے ان کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن اگر کوئی آپ کی بیٹی کے ساتھ ایسا کرتا تو آپ بھول جاتیں؟" اس کے سوالیہ انداز پر ان کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"تم ڈائیورس چاہتی ہو؟" ناہید کے سوال پر ضرار اور اعجاز صاحب تعبیر کو دیکھنے لگے۔

"جی۔" اس کا لہجہ مستحکم تھا۔ ناہید طنزیہ انداز میں مسکرائی تھیں۔

"جانتی ہو ہمارے معاشرے میں طلاق یافتہ عورت کا کیا مقام ہے۔ دنیا پاؤں کی ٹھوکر پر رکھتی ہے ایسی عورت کو۔ زید سے طلاق لو گی تو کہاں جاؤ گی۔ یہاں کم از کم چھت اور روٹی تو میسر ہے۔ وہاں تو تمہارے گرد زندگی کا دائرہ تنگ ہو جائے گا۔ طعنے دے دے کر لوگ تمہارا جینا محال کر دیں گے۔ کیا فیوچر ہو گا تمہارا؟"

"زید کے ساتھ رہ کر میرا فیوچر کیا ہو گا۔ ایک شخص جو میرے منہ پر کہہ چکا ہے' وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ آج اس نے ایک رات کے لیے مجھے بیچا کل پھر بیچے گا۔ میں یتیم ہوں لیکن بد کردار نہیں ہوں۔" اعجاز صاحب نے بے ساختہ اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا تھا جبکہ ضرار کی مٹھیاں بھینچ گئی تھیں۔

"ٹھیک ہے تمہاری مرضی' لیکن زید بھی تمہیں طلاق نہیں دے گا لٹکتی رہو درمیان میں۔" ان کے لہجے کی رعونت پر وہ کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہی۔

رات کا جانے کون سا پہر تھا عجیب سے شور سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ وہ شاید صوفے پر بیٹھی بیٹھی سو گئی تھی۔ وہ گھبرا کر باہر نکلی۔ لاؤنج میں سے ناہید کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ نا سمجھنے والے انداز میں آگے بڑھی۔ ناہید کے علاوہ وہاں کچھ اور عورتیں بھی تھیں۔

"بلقیس! کیا ہوا ہے۔" اس کے سہمے ہوئے لہجے میں اندیشے صاف محسوس ہو رہے تھے۔

"باجی!" وہ اس کے گلے لگ گئی۔ "زید بھائی نہیں رہے۔" وہ اس سے الگ ہو کر یوں دیکھنے لگی جیسے اسے سننے میں غلطی ہوئی ہو۔

"وہ کیسے مر سکتا ہے۔ صرف چند گھنٹوں پہلے تو وہ اسے موت کے حوالے کر کے آیا تھا۔ وہ خود کیسے۔۔۔" اسے یوں ساکت دیکھ کر بلقیس کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔

"کسی نے گولی مار دی انہیں۔ سڑک پر کئی گھنٹوں تک ان کی لاش پڑی رہی' ضرار بھائی گئے ہیں پولیس اسٹیشن۔ کارروائی پوری ہونے کے بعد ان کی لاش ملے گی۔" وہ یونہی خشک آنکھوں کے ساتھ ساکت بیٹھی رہی۔ آہستہ آہستہ لوگوں کا ہجوم بڑھ رہا تھا۔ ماموں ممانی اور ثمرین بھی آگئے تھے۔ اس کی خاموشی تب بھی نہیں ٹوٹی تھی۔ اس گھر کا کوئی بھی فرد اس کے پاس نہیں آیا تھا۔ زید کی لاش کو غسل دے کر لان میں رکھا گیا تھا ثمرین اسے بھی لان میں لے آئی تھی۔

سب جوان موت پر افسوس کر رہے تھے اور اتنا ہی افسوس ایک مہینے کی نو بیاہتا بیوہ کے لیے بھی کر رہے تھے۔ اس کی پتھرائی آنکھوں کو لوگ صدمہ سمجھ رہے تھے۔ ثمرین اسے رُلانے کی کوشش کر رہی تھی' لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ رو رو کے تھک چکی ہے۔

"ماموں!"

"جی بیٹا!" زید کے مرنے کے تین دن بعد اس نے کسی سے بات کی تھی۔

"مجھے اپنے ساتھ لے جائیں۔"

"ہاں بیٹا! چلو وہ بھی تمہارا گھر ہے میں اعجاز صاحب سے بات کر لیتا ہوں۔" وہ اٹھ کر باہر نکل گئے۔ وہ جانتی تھی جب ممانی کو پتا چلے گا تو انہیں اچھا نہیں لگے گا لیکن وہ ان کی ناپسندیدگی برداشت کر سکتی تھی لیکن یہاں نہیں رہ سکتی تھی۔ تنویر صاحب کی بات سن کر اعجاز صاحب خاموش رہ گئے۔ ان کا چہرہ دیکھ کر تنویر صاحب خود شرمندہ ہو کر رہ گئے۔

"میں جانتا ہوں مجھے ابھی یہ بات نہیں کہنی چاہیے۔ ابھی تو آپ کا غم تازہ ہے لیکن تعبیر کی طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔ وہ ذہنی طور پر اپ سیٹ ہے۔"

"ٹھیک ہے آپ کچھ دن کے لیے اسے لے جائیں۔"

"پتا نہیں اعجاز صاحب! وہ کتنی دیر رہنا چاہتی ہے۔" اعجاز صاحب نے چونک کر تنویر صاحب کو دیکھا جو ان سے نظریں چُرا رہے تھے۔

"تنویر صاحب! تعبیر ہماری بیٹی ہے اگر زید نہیں رہا تو کیا تعبیر سے ہمارا رشتہ ختم ہو گیا؟" یہ کہتے ہوئے اعجاز صاحب کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ تنویر صاحب مزید شرمندہ ہو گئے۔

"میں آپ کا درد سمجھتا ہوں لیکن تعبیر کی ذہنی حالت بھی دیکھیں۔ اس کا بھی تو بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔ چھوٹی سی عمر میں جو روگ لگا ہے آپ سمجھ سکتے ہیں۔" ان کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔

وہ اٹھ کر تعبیر کے پاس آئے۔

"بیٹا! مجھے حق تو نہیں لیکن میں پھر بھی کہوں گا۔ اس گھر کے دروازے ہمیشہ تمہارے لیے کھلے رہیں گے۔ تمہیں جب بھی میری ضرورت ہو' مجھے آواز دینا تمہارا باپ حاضر ہو جائے گا۔

تعبیر! تم ہمیں معاف کر دینا اور کوئی بددعا مت دینا۔" انہوں نے ہاتھ جوڑ دیے تو اس نے روتے ہوئے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"میں کون ہوتی ہوں کسی کو بددعا دینے والی۔ میں نے سب کو معاف کیا' اللہ کی اس مہربانی کے لیے جو اس نے میری عزت بچا کر کی۔"

"جیتی رہو اللہ تمہیں با نصیب کرے۔" ان کی دعا پر اسے رونا آگیا۔ اس نے آنکھیں صاف کیں تو نظر سامنے کھڑے ضرار پر پڑی۔

"جانا ضروری ہے؟" اس کے سوال پر تعبیر کے ساتھ اعجاز صاحب نے بھی حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہاں کیونکہ میرا یہاں اب کچھ بھی نہیں۔" وہ اب کی بار کچھ نہیں بولا تھا۔

"میں آپ کی احسان مند ہوں۔ آپ کی وجہ سے

میں حرام موت مرنے سے بچ گئی۔"

☼ ☼ ☼

وقت کسی کے لیے نہیں ٹھہرتا گزر جاتا ہے۔ بس یہ ہے کہ اپنے نشان چھوڑ جاتا ہے کبھی اچھے کبھی برے۔ اس کی زندگی تو پہلے بھی اتنی خوشگوار نہیں تھی لیکن اب تو جیسے ہر آس ہی ٹوٹ گئی تھی۔

زید کی موت کے بعد ناہید بہت اپ سیٹ رہنے لگی تھیں اسی لیے وہ سب آسٹریلیا چلے گئے تھے۔ کبھی کبھی اعجاز صاحب اسے فون کرتے تھے۔ یہاں آئے اسے ایک سال ہونے کو تھا۔ وہ اکثر رات میں ڈر کر اٹھ جاتی تھی اور پھر ساری رات نیند اس پر مہربان نہیں ہوتی تھی۔

اس دن بھی ایسا ہوا تھا وہ ساری رات سو نہیں سکی۔ صبح اس کی آنکھ دیر سے کھلی۔ باہر سے باتوں اور قہقہوں کی آواز آرہی تھی۔ کسی مہمان کا سوچ کر اس نے باہر جانے کا ارادہ موقوف کر دیا۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا۔ وہ جانتی تھی کہ۔۔۔ ثمرین اسے بلانے آئی ہو گی' لیکن جونہی اس نے مڑ کر دیکھا' کتنی دیر تک اپنی جگہ سے ہل نہیں سکی۔ سامنے فہد کھڑا تھا۔

"جیسا میں نے سوچا تھا تم اس سے بھی زیادہ برے حال میں ہو۔" تعبیر نے گہرا سانس لے کر نظریں جھکا لیں۔

"سنا ہے تمہارے شوہر کو کسی نے گولی مار دی۔ چہ چہ۔۔۔ بڑا افسوس ہوا۔" طنزیہ انداز میں بولتے بولتے اس کے لہجے سے طیش جھلکنے لگا۔

"اچھا ہوا تم ہو ہی اس قابل۔ تم کیا سمجھتی تھیں' تم میرے ساتھ دھوکا کر کے خوش رہ سکو گی۔ دیکھو کتنی جلدی تمہیں سزا مل گئی۔"

"فہد پلیز۔"

"نام مت لو اپنی زبان سے میرا۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا تھا مگر دروازہ کھلنے پر ایک دم خاموش ہونا پڑا۔ آنے والی ثمرین تھی۔ اسے روتے دیکھ کر وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھی اور اسے ساتھ لگا لیا۔

"دیکھا تم نے فہد! کتنی کمزور ہو گئی ہے۔ اسی طرح ہر وقت روتی رہتی ہے۔"

"ہاں لگتا ہے بڑا پیار تھا دونوں میں۔"

"ہاں نیچرل سی بات ہے۔ شادی ہوئے ابھی دن ہی کتنے ہوئے تھے۔ وہ کہتے ہیں نا ابھی ہاتھوں سے مہندی کا رنگ بھی نہیں اترا تھا۔" ثمرین کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔

"دوسری شادی کروادو اس کی۔" فہد اس پر نظریں جما کر بولا۔

"ہاں یہی سوچا ہے پاپا نے۔"

"پلیز ثمرین. بند کرو یہ سب۔" وہ ایک دم اسے ٹوک کر تیزی سے باہر نکل گئی۔

"شادی کے موضوع سے یونہی بھاگتی ہے' لیکن زندگی ایسے تو نہیں گزرتی۔"

"تو کوئی ہے نظر میں۔"

"ابھی تو نہیں لیکن مل جائے گا۔"

"ہوں۔" وہ طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

"چلو باہر چلتے ہیں ذرا اپنی شادی بھی ڈسکس کر لیں۔" فہد کے کہنے پر وہ مسکراتی ہوئی اس کے ساتھ باہر آگئی اور پھر جیسے یہ فہد کا معمول بن گیا تھا۔ وہ روز کسی بھی وقت آجاتا اور پھر اس کے سامنے بیٹھ کر ثمرین سے ایسی باتیں کرتا کہ وہ سرخ چہرہ لیے وہاں سے اٹھ جاتی۔ کبھی کبھی اسے یقین نہیں آتا تھا یہ وہی فہد ہے جس نے کبھی اس سے محبت کا اظہار کیا تھا۔ جو اس کا سب سے زیادہ خیال رکھتا تھا۔

اس روز ثمرین فہد اور ممانی کے ساتھ شاپنگ پر گئی تھی۔ گھر میں صرف وہ اور تنویر صاحب تھے وہ ان کے لیے چائے بنا کر لائی۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم تھے۔

"ماموں چائے۔" اس کے پکارنے پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"تم اپنا خیال نہیں رکھتیں؟"

"خیال رکھ کر کیا کرنا ہے ماموں! آپ نے سنا نہیں کل ممانی کی بہن کیا کہہ رہی تھیں۔ طلاق یافتہ اور بیوہ کی زندگی کیا ہوتی ہے۔ ان کا کوئی حق نہیں کسی بھی

خوشی پر۔"

"جاہل لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں۔" وہ غصے سے بولے۔

زندگی کی ہر خوشی پر تمہارا حق ہے۔"

"چھوڑیں ماموں مجھے اس ٹاپک پر کوئی بات نہیں کرنی۔"

"گھر میں ثمرین کی شادی کی تیاریاں جتنے جوش و خروش سے ہو رہی ہیں تم سوچتی ہوگی ماموں مجھ میں اور اپنی بیٹی میں فرق کر گئے۔"

"نہیں ماموں! میں ایسا کچھ نہیں سوچتی۔"

اس نے سر جھٹکا۔ پھر گہری سانس لے کر بولی۔

"ماموں! مجھے آپ سے اجازت لینی تھی۔ ایک اسکول میں ویکنسی ہے میں وہاں انٹرویو دینے جانا چاہتی ہوں۔"

"ہوں۔" انہوں نے جیسے سمجھ کر سر ہلایا۔

برتن دھو کر جب وہ لاؤنج میں آئی تو وہاں ماموں کے علاوہ ممانی اور خالہ آنٹی بھی بیٹھی تھیں۔ وہ ان لوگوں کو دیکھ کر کمرے کی طرف بڑھنے لگی جب شاہدہ نے آواز دے کر اسے بلایا۔

"آپ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے تعبیر سے پوچھ لیں۔ اب وہ کوئی کنواری نہیں کہ اس کے فیصلے آپ کریں۔" شاہدہ کے تلخ انداز پر وہ سوالیہ نظروں سے تنویر صاحب کو دیکھنے لگی لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔

"پاپا! آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے تعبیر کے لیے سوچا' لیکن یہ رشتہ جو آپ نے بتایا ہے۔ مجھے یہ تعبیر کے لیے موزوں نہیں لگتا۔" تعبیر نے گہرا سانس لیا۔

"کیوں حرج کیا ہے کھاتے پیتے لوگ ہیں۔ اپنا کاروبار ہے۔"

"پاپا وہ آدمی تعبیر سے ڈبل عمر کا ہے۔ دو بچے ہیں وہ بھی دس' بارہ سال کے اور کاروبار کی خوب کہی۔ کپڑے کی چھوٹی سی دکان کو آپ کاروبار کہتی ہیں۔"

"یہ ساری باتیں اپنی جگہ۔ اب اس کو کسی کنوارے اور کروڑپتی کا رشتہ نہیں ملے گا۔ اگر اس کے نصیب میں کروڑپتی کی بیوی بننا ہوتا تو بیوہ نہ ہوتی۔" تعبیر کا چہرہ سفید پڑ گیا۔

"میری بھانجی مجھ پر بوجھ نہیں جو میں اسے دو بچوں کے باپ سے بیاہ دوں۔ آپ نے اتنا سوچا تعبیر کے لیے اس کے لیے شکریہ۔"

"بھلے کا تو زمانہ ہی نہیں۔" خالہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھ گئیں اور شاہدہ ان کے پیچھے گئیں۔

"تعبیر! جب تک میں زندہ ہوں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" انہوں نے اسے تسلی دی۔

"جی۔" وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

☼ ☼ ☼

اپنے کپڑے استری کر کے وہ باہر آئی تو فہد بیٹھا تھا' وہ گہرا سانس لے کر پلٹ گئی۔ لیکن اس نے شاید اس کو مڑتے دیکھ لیا تھا۔ اسی لیے اس کے پیچھے آگیا۔

"مبارک ہو۔ سنا ہے مس تعبیر کے لیے رشتہ آیا ہے اور اس سے زیادہ خوشی کی بات ہے کہ شادی میں دولہے کے ساتھ دو بچے گفٹ میں ملیں گے۔" کہہ کر اس نے زوردار قہقہہ لگایا تو تعبیر نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"لیکن تم نے انکار کر دیا۔ کیوں' کیا کسی اور سے تمہارا چکر چل رہا ہے جو اس رشتے سے منع کر دیا۔"

اس کا ضبط جواب دے گیا۔

"آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ آپ مجھ سے ایسے بات کریں۔"

"وہی تو پوچھ رہا ہوں' کس کو یہ حق دے رہی ہو۔" وہ اس کے قریب آکر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا تو وہ گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

"ایک طرف تم مجھے محبت کا جھانسا دیتی رہی اور دوسری طرف کہیں اور بھی چکر چل رہا تھا تمہارا۔"

"آپ کچھ نہیں جانتے۔"

"میں صرف یہ جانتا ہوں تم نے شادی کر لی۔"

"تو کیا آپ شادی نہیں کر رہے؟"

"میں یہ شادی اس لیے کر رہا ہوں کہ تمہیں تکلیف ہو۔"

"مجھے آپ کی اور ثمرین کی شادی سے تکلیف نہیں خوشی ہوگی۔" فہد نے ایک دم اسے دونوں بازوؤں سے تھام لیا۔

"وہی جاننا چاہتا ہوں میں' کیوں تمہیں تکلیف نہیں ہوتی۔" اس کی اتنی جرات پر وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"چھوڑیں مجھے۔" وہ چلائی۔ اس نے اس کے بازوؤں پر ہاتھ کی گرفت اور بڑھا دی۔

"میں ثمرین سے شادی کروں گا' لیکن چھوڑوں گا تمہیں بھی نہیں۔" وہ اس کی طرف جھکا تو اس نے زور سے اسے دھکا دیا۔

"پیچھے ہٹ جائیں۔ اگر آپ میرے قریب آئے تو میں چیخ کر سب کو بلا لوں گی۔"

"یہ بھی کر کے دیکھ لو۔" اس کا انداز چیلنج کرتا ہوا تھا۔ وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر باہر بھاگی۔

"یا اللہ اور کتنے روپ انسانوں کے دکھانے ہیں؟"

اس سے پہلے وہ کسی کمرے میں جا کر چھپتی لاؤنج کا دروازہ کھلا اس نے مڑ کر دیکھا اور سامنے نظر آنے والا چہرہ اسے اپنی آنکھوں کا دھوکا لگا تھا۔

وہ جب بھی پریشان ہوتی تھی وہ سب سے پہلے اس کے سامنے آجاتا اس نے آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو ہاتھوں سے صاف کر کے دوبارہ دیکھا۔ وہ چہرہ بدلا نہیں تھا بلکہ اور واضح ہو گیا تھا۔ اس کی حیرانی دیکھ کر وہ مسکرایا اور جب اس کے پیچھے اعجاز صاحب کا چہرہ نمودار ہوا تو پھر وہ رکی نہیں۔ ان کے گلے لگ کر رونے لگی تھی۔

"ارے مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا میری بیٹی اتنی اداس ہے' میں تو سمجھتا رہا بس میں ہی اداس ہوں۔" اعجاز صاحب اسے ساتھ لگائے ہوئے بولے۔

"ساری باتیں۔ یہیں کریں گے یا اندر بھی چلیں گے۔" ان کے پیچھے کھڑے تنویر صاحب نے کہا تو وہ لاؤنج میں آگئے۔ جہاں ثمرین اپنی شاپنگ پھیلائے بیٹھی تھی۔ باہر نکلتے فہد نے غور سے ضرار کو دیکھا تھا۔

"ثمرین! سمیٹو اپنی چیزیں یہاں سے۔" شاہدہ نے پھیلے ہوئے سامان کی طرف اشارہ کیا۔ ثمرین کی مدد کے خیال سے اس نے شاپر پکڑنے چاہے کہ شاہدہ بول اٹھیں۔

"تم ان کپڑوں کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ یہ شادی کے کپڑے ہیں" تنویر صاحب کا دل چاہا ایک تھپڑ مار کر اس عورت کا منہ بند کر دیں۔ تعبیر کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا۔ اس طرح کی باتیں وہ روز سنتی تھی' لیکن ضرار اور انکل کے سامنے اسے بہت سبکی محسوس ہوئی تھی۔ فہد نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا جبکہ ثمرین تو مہمانوں کے سامنے شرمندہ ہو کر رہ گئی۔

"پاپا! میرا خیال ہے چلنا چاہیے۔" ضرار کی سنجیدہ آواز سنائی دی تھی۔ اعجاز صاحب تعبیر کو دیکھ رہے تھے' جو ان کے جانے کا سن کر اداس ہو گئی تھی۔ وہ تو صرف اسے ایک نظر دیکھنے آئے تھے' لیکن اب ان کا ارادہ بدل گیا تھا۔

"تنویر صاحب! اگر آپ کی اجازت ہو تو میں کچھ دیر کے لیے تعبیر کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔" تنویر صاحب نے تعبیر کا چہرہ دیکھا جہاں صاف لکھا تھا وہ جانا چاہتی ہے۔

"جی آپ لے جائیں۔"

"چلو تعبیر۔" وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولے۔ وہ اسی طرح ان کے ساتھ نکل آئی تھی۔

"کمال کرتے ہیں آپ کیا ضرورت تھی تعبیر کو ان کے ساتھ بھیجنے کی۔" ان کے جانے کے بعد شاہدہ نے ناراضی سے تنویر صاحب سے کہا جواباً" انہوں نے بہت غصے سے ان کی طرف دیکھا تھا۔

"کیوں ضرورت نہیں تھی ان کا بھی رشتہ ہے اس سے۔"

"رشتہ ہے نہیں تھا۔ اتنا ہی رشتہ تھا تو رکھتے نا اسے' تیسرے ہی دن نکال دیا تھا اور اب سال بعد آگئے ہمدردی جتانے۔" تنویر صاحب کتنی دیر انہیں

دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ شرمندہ ہو کر نظریں چُرانے لگیں۔

"اللہ کے قہر سے ڈرو شاہدہ بیگم! اپنی زبان کے جوہر محدود رکھا کرو۔ یہ نہ ہو اس صابر بچی کی آہ لگ جائے تمہیں۔" کہہ کر وہ اٹھ گئے تھے جبکہ وہ ثمرین اور فہد کے ساتھ یوں بے عزتی پر پاؤں پٹختی ہوئی اندر مڑ گئیں۔

✡ ✡ ✡

"ضرار یہاں رکو، میں اور میری بیٹی یہاں کا برگر کھائیں گے۔"

"پاپا یہاں؟ کسی اچھی جگہ چلتے ہیں۔" وہ سڑک کے کنارے چھوٹی سی دکان کو حیرت سے دیکھ کر بولا۔

"تم وہاں سے کھالینا۔" وہ خود ہی کہہ کر ہنسے۔

"جاؤ آرڈر دے کر آؤ تب تک میں اپنی بیٹی سے کچھ پرائیویٹ باتیں کرلوں۔" وہ اتر کر چلا گیا۔

"خوش رہا کرو تعبیر! تمہیں خوش دیکھ کر تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔" تعبیر سر جھکا کر مسکرادی تھی۔

"آپ ماموں کے بعد دوسرے شخص ہیں انکل جن کو مجھے دیکھ کر خوشی ہوتی ہے ورنہ مجھے تو اپنا آپ بے کار لگتا ہے!"

"ایسا مت کہا کرو۔ تم جانتی ہو، میں نے تم سے حوصلہ صبر اور درگزر کرنا سیکھا ہے۔"

ضرار آیا تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر کچھ دیر بعد اسے گھر ڈراپ کر گئے۔

"ضرار اب میں تھک گئی ہوں۔ تم آخر میری بات مان کیوں نہیں لیتے۔ شادی کرلو ہم میاں بیوی بھی تمہاری خوشی دیکھ لیں۔" ضرار نے نظر اٹھا کر باری باری انہیں دیکھا۔

"ٹھیک ہے میں شادی کے لیے تیار ہوں۔"

"واقعی۔" وہ دونوں بے حد خوش ہو کر بولے۔

"میں ابھی اسمارہ کی ممی سے بات کرتی ہوں۔ یہ نہ ہو کل پھر تمہارا موڈ بدل جائے۔" ناہید بڑی خوشی سے کھڑی ہوئی تھیں۔

"مگر میں نے یہ کب کہا میں اسمارہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

ناہید کے ساتھ اعجاز صاحب بھی الجھ کر اسے دیکھنے لگے۔

"میں تعبیر سے شادی کروں گا۔" اس نے بڑے مطمئن انداز میں اپنا فیصلہ سنایا تھا۔ اعجاز صاحب اس کے چہرے سے اس کے فیصلے کی گہرائی کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے جبکہ ناہید کو اب تک اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

"کیا کہا تم نے؟"

"میں نے کہا میں تعبیر سے شادی کروں گا۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو۔" ناہید کی آواز کے ساتھ چہرے سے بھی طیش جھلکنے لگا تھا۔

"وہ تمہارے بھائی کی بیوی تھی۔"

"تھی۔" اس نے ان کے جملے کا آخری لفظ دہرایا۔

"تم اس بیوہ کے ساتھ شادی کرو گے۔ ساری دنیا کی لڑکیاں مرگئی ہیں۔"

"کم از کم میرے لیے مرگئی ہیں۔" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا تو وہ اعجاز صاحب کی طرف دیکھنے لگیں۔

اعجاز صاحب خود حیران تھے۔ ابھی کچھ دیر پہلے تو ایسا کچھ نہیں تھا۔ تعبیر سے ملاقات کے وقت بھی وہ نارمل تھا۔ ایسا کوئی لمحہ ان کی گرفت میں نہیں آیا جو اتنے بڑے فیصلے کی وجہ بنا ہو۔

"بھول جاؤ ضرار کہ ایسا ہوگا مجھے اس لڑکی سے نفرت ہے۔"

"لیکن مجھے اس سے محبت ہے۔" ناہید کا ہاتھ بے ساختہ اپنے ہونٹوں تک گیا تھا جبکہ اعجاز صاحب اپنے بیٹے کو یوں دیکھ رہے تھے جیسے پہلی بار دیکھ رہے ہوں۔

"ضرار ہوش میں تو ہو کیا کہہ رہے ہو۔ وہ تمہارے بھائی کی بیوی ہے۔"

"بیوی تھی وہ۔" اب وہ چیخ کر بولا۔

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تعبیر وہ لڑکی ہے جس سے میں نے پہلی نظر میں محبت کی تھی۔"

"ضرار۔" ناہید پیچھے سے چیخی تھیں۔

"پاپا! تعبیر ہی وہ لڑکی ہے جس سے میں ایئرپورٹ پر ملا تھا۔ تعبیر ہی وہ لڑکی ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

"کیسے بتاتا۔ دوسری مرتبہ جب میں نے اسے دیکھا تو وہ زید کی بیوی کے روپ میں تھی۔ وہ میرے لیے قابل احترام تھی، لیکن زید نے اسے قابل عزت نہیں سمجھا۔ اس کو اتنی تکلیف دی اور میں کچھ نہیں کرسکتا تھا سوائے صبر کے۔ میں اسے اپنا نام اپنی محبت اپنا سہارا دے کر اتنا مضبوط کردوں گا کہ لوگ اس کی طرف بری نظر سے دیکھ بھی نہیں سکیں گے۔"

"تم نے تو میرے دل سے بوجھ ہلکا کردیا۔ تعبیر کو اگر ہم عزت اور محبت کے ساتھ اس گھر میں لے کر آئے تو شاید اللہ اس گناہ کے لیے ہمیں معاف کردے، جو زید نے کیا ہے۔" اعجاز صاحب بہت تحمل سے مگر خوشی سے بولے۔

✡ ✡ ✡

کار ایک جھٹکے سے اس کے قریب آکر رکی۔ وہ جو اپنے دھیان میں چل رہی تھی ڈر کے مارے اچھل پڑی، لیکن ڈرائیونگ سیٹ پر نظر پڑتے ہی حیران رہ گئی۔

"آپ۔"

"آؤ بیٹھو مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" اس نے کوئی سوال نہیں کیا، بس حیران ہوتی ہوئی کار میں بیٹھ گئی۔

اس دن اس نے سرسری سا اپنے اسکول میں جاب کا ذکر کیا تھا، لیکن یہ بات اس کی یادداشت میں رہ گئی اور وہ یہاں پہنچ بھی جائے گا یہ اسے امید نہیں تھی۔ کافی دیر تک جب کار سڑک پر رواں دواں رہی اور اس نے بات بھی نہیں کی تو اسے پوچھنا پڑا۔

"آپ نے کچھ بات کرنی تھی۔"

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے کہہ کر نظریں اس کے چہرے پر گاڑ دیں جو حیرانی کے مارے اس کے چہرے سے نظریں ہی نہیں ہٹاسکی۔

"کیوں۔" کچھ دیر بعد جو لفظ اس کے منہ سے نکلا وہ اس کے لیے عجیب تھا۔

"کیوں کا کیا مطلب ہے۔" اب کہ وہ الجھ کر اسے دیکھنے لگا۔

"آپ مجھ پر ترس کھا کر ایسا کہہ رہے ہیں؟" اس کا چہرہ دہکا۔

"کافی عقل مند ہو۔"

"جو آپ کے بھائی نے میرے ساتھ کیا اس کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں؟ لیکن اس کی ضرورت نہیں کیوں کہ اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں تھا۔

میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں آپ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے مگر اس کے بدلے میں شادی نہیں کرسکتی۔" وہ سر جھکا کر بولی۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں۔" اب کہ تعبیر کو لگنے والا جھٹکا بہت شدید تھا۔

"میں نے پہلی بار تمہیں ایئرپورٹ پر دیکھا تھا تب سے صرف تم کو سوچا اور تمہیں چاہا ہے اور دوسری بار تمہیں دلہن کے روپ میں دیکھا لیکن زید کی۔ تم اندازہ نہیں کرسکتیں اس قیامت کا جو مجھ پر گزری تھی، میں نے امید چھوڑدی تھی کہ میں کبھی تمہیں پاسکوں گا، لیکن یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ تم نہیں تو کوئی نہیں۔" تعبیر کے ذہن میں جیسے دھماکے ہو رہے تھے۔ ہر بات پر اس کا ردعمل یاد آرہا تھا۔

"میں تمہیں جانے ہی نہ دیتا، لیکن اس وقت میرے پاس کوئی حق نہیں تھا اور عدت میں، میں تمہیں پروپوز نہیں کرسکتا تھا۔ اتنی دیر میں انتظار کر رہا تھا کہ تمہارا غصہ اور افسوس کم ہوجائے مجھے ڈر بھی تھا تم انکار نہ کردو۔"

"مجھے گھر چھوڑدیں دیر ہو رہی ہے۔" اس کا سنجیدہ

چہرہ دیکھ کر ضرار مزید کچھ کہہ نہیں سکا۔

"میں آج مما اور پاپا کو بھیجوں گا۔"

"میں نے ہاں تو نہیں کی۔"

"نہ بھی نہیں کی۔" اس نے گاڑی اسٹارٹ کردی۔

☆ ☆ ☆

"اللہ نے کیا قسمت بنائی ہے اس لڑکی کی، میں جتنا اس کا برا کرنے کی کوشش کرتی ہوں اس کے لیے اتنا ہی اچھا ہوتا ہے۔ فہد میرا بھانجا میری بیٹی کا بچپن کا ساتھی لیکن فہد کی محبت بن مانگے تعبیر کی جھولی میں جاگری۔ فہد کے دل میں اس کے لیے نفرت پیدا کرنے کے لیے کتنے جھوٹ بولنے پڑے۔ تعبیر پر کتنے الزام لگانے پڑے۔ زید سے شادی کرواتے ہوئے میرا مقصد اس کی تباہی تھا پھر جب زید مرگیا تو میں سمجھ رہی تھی میرا بدلہ پورا ہوگیا، لیکن اس زید کا بھائی جو شہزادوں کی سی آن بان رکھتا ہے اس کا رشتہ آگیا۔ وہ کنوارا اس بیوہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اتنی چاہت کے ساتھ ضرار کے باپ نے اس کا رشتہ مانگا ہے۔ اتنی عاجزی تو تب بھی نہ تھی جب وہ اپنے ایب نارمل بیٹے کے لیے تعبیر کا رشتہ مانگنے آئے تھے۔ میرا شوہر، میری بیٹی جشن منا رہے ہیں اس کی نئی زندگی کے لیے اور میں سوگ منا رہی ہوں اس کی کامیابی کا۔"

"چھوڑو شاہدہ! ان باتوں کو اب تم صرف فہد اور ثمرین کی فکر کرو۔ یہ بھی تو دیکھو فہد کا دھیان ہٹ گیا تعبیر سے۔" اور وہ جو اپنا موبائل لینے آیا تھا ہونٹ بھینچے کتنی دیر وہیں کھڑا رہا اور پھر تیزی سے اندر داخل ہوا۔ شاہدہ اور خالدہ اسے دیکھ کر چونک گئیں۔

"ویری گڈ خالہ!" اس نے تالی بجا کر انہیں داد دی۔

"آپ سے مجھے یہی امید تھی، لیکن امی! آپ کم از کم آپ میری خوشی کے بارے میں سوچ لیتیں۔ خالہ نے بھی تو اپنی بیٹی کا سوچا نا۔ یہ سب ڈراما آپ نے میری شادی ثمرین سے کروانے کے لیے کیا نا تو توڑ رہا ہوں میں یہ رشتہ، میں شادی تعبیر سے ہی کروں گا۔" وہ اپنا فیصلہ سنا کر چلا گیا تھا جبکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہیں۔

"میں کبھی تمہیں قبول نہیں کروں گی۔ اس لیے بہتر ہوگا تم خود ضرار کو منع کردو۔" وہ اپنے پرانے تیتے کے ساتھ تعبیر کے گھر میں تھیں۔ بہت دیر تک تعبیر کو برا بھلا بولنے کے بعد انہوں نے آخر میں یہ کہا۔ جس طرح غصے میں آئی تھیں اسی طرح باہر نکل گئیں۔ ثمرین نے افسوس سے تعبیر کو دیکھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ لوگ کتنے خوش تھے، کتنے عرصے بعد اس نے تعبیر کو اتنا خوش دیکھا تھا۔ پتا نہیں اس کی اتنے اچھے دل والی کزن کی زندگی میں اتنی آزمائشیں کیوں تھیں۔ تعبیر کے ساکت وجود میں جنبش ہوئی۔ وہ ثمرین کا ہاتھ ہٹا کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔ تنویر صاحب اور ثمرین نے ایک دوسرے کو دیکھا اور اس کے پیچھے بھاگے تھے۔ فہد بھی موقع کی نزاکت محسوس کرکے ان کے پیچھے گیا تھا۔

"تعبیر!" ثمرین نے چیختے ہوئے اس کے ہاتھ سے فنائل کی بوتل کھینچی تھی۔

"تعبیر میری بچی یہ کیا کررہی ہو تم۔" تنویر صاحب نے زور سے اسے بھینچ لیا۔

"ماموں پلیز! مجھے مرجانے دیں، میں تھک گئی ہوں۔" وہ بے چارگی سے بولی۔

"نہیں بیٹا تم تو میری بڑی بہادر بیٹی ہو۔"

"نہیں ماموں میں اتنی بہادر نہیں ہوں۔ انسان ہوں مجھے بھی درد ہوتا ہے۔ تھک گئی ہوں لوگوں کی باتیں سنتے سنتے۔ جب بھی کوئی خوشی میری طرف ہاتھ بڑھاتی ہے کوئی نہ کوئی اس ہاتھ کو کھینچ لیتا ہے۔" وہ زور زور سے رونے لگی۔

"فہد کہتے ہیں، میں نے ان کو دھوکا دیا۔ کیوں کہ میرا زید کے ساتھ چکر تھا۔ آپ کو پتا ہے، میں تو زید کو جانتی بھی نہیں تھی ساری دنیا کو لگتا ہے میں شادی کے بعد عیش کرتی رہی۔" وہ روتے روتے ہنس پڑی۔ تنویر صاحب اس کی بے وجہ ہنسی دیکھ کر ڈر گئے تھے۔

"آپ کو پتا ہے ماموں! زید ذہنی مریض تھا، وہ ڈرگز لیتا تھا ڈرنک کرتا تھا۔ شادی کی پہلی رات اس نے مار مار کر میرے جسم پر ہی نہیں میری روح کو بھی نیل و نیل کردیا تھا، اور ممانی جانتی تھیں کہ زید ڈرگز لیتا ہے، میں نے شادی کے اگلے دن ممانی کو فون کرکے بتایا تھا تو انہوں نے مجھے آپ سے بات کرنے سے منع کردیا تھا۔"

اب وہ اونچی آواز میں رونے لگی ثمرین دروازے میں کھڑی اپنی ماں کی سنگدلی کو سن رہی تھی۔

"ایک دن زید نے مجھے چالیس لاکھ کے لیے اپنے دوست کو بیچ دیا ایک رات کے لیے۔" تنویر صاحب بے ساختہ زمین پر بیٹھ گئے تھے۔ ثمرین نے مضبوطی سے اپنے ہاتھ ہونٹوں پر رکھ کر اپنی چیخ کو روکا تھا اور باہر کھڑے فہد کا رنگ بالکل سفید پڑ گیا تھا۔

"تب ضرار نے میری عزت بچائی تھی۔ جنہوں نے زید کو پیسے دیئے تھے انہوں نے ہی زید کو مارا اور آنٹی اس کا قصوروار مجھے ٹھہراتی ہیں۔ اس میں میرا کیا قصور ہے ماموں! کیا میں اپنی عزت نیلام کردیتی، میں نے بددعا بھی نہیں دی تھی یہ اللہ کا انصاف تھا۔ اب اگر اللہ نے ضرار کے دل میں میرا خیال ڈالا ہے تو یہ بھی میرا قصور ہوگیا؟" اس کا سر اچانک ایک طرف ڈھلک گیا۔

"تعبیر۔" ثمرین کے چیخنے پر تنویر صاحب نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تمہاری جیسی گھٹیا سوچ والی عورت میں نے زندگی میں نہیں دیکھی۔ اگر مجھے تمہارے بڑھاپے کا خیال نہ ہوتا تو ابھی تین لفظ کہہ کر تمہیں اس گھر سے ہی نہیں اپنی زندگی سے بھی نکال دیتا۔ تب تمہیں پتا چلتا منحوس کون ہوتا ہے۔" زندگی میں پہلی بار شاہدہ نے تنویر صاحب کو اتنے غصے میں دیکھا تھا۔

"تم نے میری تعبیر کو جانتے بوجھتے ایک کنویں میں پھینک دیا۔ ایک بیٹی کی ماں ہو کر بھی تم اتنی پتھر دل ہوسکتی ہو۔" شاہدہ سر جھکائے مسلسل رو رہی تھیں۔

"تعبیر کو کچھ ہوا تو میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔"

"اور مجھے تو آپ کو اپنی ماں کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے۔" ثمرین بھی ناراضی سے کہتی ہوئی باپ کے پیچھے بھاگی۔

☆ ☆ ☆

"السلام علیکم انکل! کیسے ہیں آپ۔" تنویر صاحب کی آواز سنتے ہی وہ بڑی خوشی سے بولا تھا ابھی اعجاز صاحب اسے یہی بتا رہے تھے کہ وہ بات کرکے آئے ہیں۔

"میں تو ٹھیک ہوں، لیکن تعبیر ٹھیک نہیں۔ وہ آئی سی یو میں ہے۔" ضرار کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔

"اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے اور اس کی وجہ تمہاری والدہ ہیں، تمہاری ماں نے ایسی باتیں کیں کہ میری اتنی صابر اور بہادر بچی برداشت نہیں کرسکی۔ کیا ہم تم لوگوں کے گھر اپنی بچی کے رشتے کی بھیک مانگنے آئے تھے۔ اگر آج تمہاری والدہ نہ آتیں تو مجھے پتا ہی نہ چلتا میری بیٹی کیا کیا چپ چاپ سہہ کر آئی ہے۔ وہ چاہتی ہیں کہ تعبیر کی شادی تم سے نہ ہو تو سن لو۔ میری بچی اتنی فالتو نہیں۔ یہی بتانے کے لیے فون کیا ہے اپنی والدہ کو بھی بتا دینا۔" فون بند ہوگیا تھا، لیکن وہ یونہی فون کان سے لگائے بیٹھا رہ گیا۔ اس کے چہرے پر کچھ ایسا تھا کہ اعجاز صاحب کے ساتھ خاموش بیٹھی ناہید بھی اسے دیکھنے لگیں۔

"ضرار خیریت ہے۔ کس کا فون تھا۔" اعجاز صاحب اٹھ کر اس کے پاس آگئے۔

"تعبیر کا نروس بریک ڈاؤن ہوگیا ہے۔"

"میرے خدا۔" اعجاز صاحب نے بے اختیار ضرار کا ہاتھ تھاما تھا۔

"کیسے ہوا۔" وہ جواب دینے کے بجائے ناہید کو دیکھنے لگا جو نظریں چرا رہی تھیں۔

"چلو اسپتال چلتے ہیں۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولے، لیکن اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

"کس منہ سے جائیں پاپا! مما نے اس قابل ہی نہیں چھوڑا۔" اس کی آنکھیں نم ہوئی تھیں تو ناہید نے تڑپ کر اسے دیکھا جبکہ اعجاز صاحب نے بے یقینی

سے ناہید کو دیکھا۔

"انہوں نے شادی سے منع کر دیا۔" اب کہ اس کا لہجہ بھر آگیا۔

"ضرار میرے بچے تم پریشان نہ ہو میں بات کرتا ہوں۔" اپنے جوان بیٹے کو یوں ٹوٹا دیکھ کر وہ خود بھی ٹوٹ گئے تھے۔

"پتا نہیں انہوں نے ایسا کیا کہا ہوگا جو وہ اس حال میں پہنچ گئی، لیکن اب اس گھر میں میری شادی کی بات نہیں ہوگی کیوں کہ دنیا میں کوئی لڑکی تعبیر کی جگہ نہیں لے سکتی اور میں اتنی ہمت نہیں رکھتا کہ اس کے سامنے جاؤں۔ اگر مما میں انسانیت باقی ہے اور انہیں میری ضرورت ہے تو وہ خود جا کر تعبیر کو لے کر آئیں گی ورنہ کچھ نہیں۔" وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔ اعجاز صاحب نے افسوس سے ناہید کو دیکھا۔

☼ ☼ ☼

"کیسی ہو؟" فہد نے کیے اس کے پاس رکھا تو اس نے ایک نظر اسے دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتا رہا پھر خود بول پڑا۔

"میں تم سے معافی مانگنے آیا ہوں۔ میں سب حقیقت جان گیا ہوں۔ امی نے مجھ سے غلط بیانی کی تھی تمہارے بارے میں، انہوں نے مجھ سے کہا تمہارا۔"

تعبیر نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا، وہ چہرے سے شرمندہ لگ رہا تھا۔

"میں اپنی غلطی کا ازالہ کروں گا۔ میں امی سے کہہ آیا ہوں میں ثمرین سے شادی نہیں کروں گا، میں تم سے شادی کروں گا۔ خالہ کو بھی ان کے کیے کی سزا ملنی چاہیے۔"

"آپ کو یہ غلط فہمی کیوں ہوئی کہ میں آپ سے شادی کروں گی۔"

"میں تم سے پیار کرتا ہوں۔"

"لیکن میں آپ سے پیار نہیں کرتی۔ عزت کرتی تھی، اب وہ بھی نہیں کرتی۔" شرمندگی کے مارے وہ کچھ بول ہی نہیں سکا۔

"آپ سے صرف میرا ایک ہی رشتہ ہے کہ آپ میری بہن کے ہونے والے شوہر ہیں بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس کی قدر نہیں کریں گے تو پچھتائیں گے۔" فہد نے آخری بار حسرت بھری نظروں سے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا اور کھڑا ہو گیا۔

"اپنے بارے میں کیا سوچا ہے تم نے؟"

"زندگی گزارنے کے لیے کسی کی محبت کا احساس ہی بہت ہے۔" وہ بند آنکھوں کے ساتھ بولی۔

"کیا وہ خوش قسمت ضرار ہے۔" وہ خاموش رہی لیکن بند آنکھوں کے دونوں کونوں سے قطرے نکل کر بالوں میں جذب ہو گئے۔ باہر کھڑی شاہدہ ندامت کے مارے رونے لگیں ان کا دل اس کی عظمت کے آگے جھک گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"تعبیر۔"

"جی ممانی۔"

"بیٹا! ایک دفعہ مہندی کے تھال دیکھ لو۔"

"جی۔" وہ تیزی سے باقی چوڑیاں پہن کر باہر صحن میں رکھی مہندی کی چیزوں کا جائزہ لینے لگی۔ تب ہی کوئی اس کے پیچھے آکر کھڑا ہوا تھا۔

اس نے مڑ کر دیکھا اور سامنے کھڑی شخصیت پر نظر پڑتے ہی ہاتھ میں پکڑی ٹوکری گر گئی۔

"یہاں کس کی شادی ہو رہی ہے؟" یہ سوال تعبیر کے لیے حیران کن تھا۔

"ثمرین کی۔" ناہید نے بے اختیار گہرا سانس لیا پھر وہ ہنس پڑیں اور ساتھ ہی ان کے آنسو نکل آئے تھے۔ تعبیر نے حیرت سے یہ منظر دیکھا۔

"یہاں شادی دیکھ کر میں ڈر گئی تھی کہ میں نے تمہیں کھو تو نہیں دیا۔ کیوں کہ اگر آج تم نہ ملتیں تو میں اپنے بیٹے کو کھو دیتی۔ میں زیادہ باتیں نہیں کروں گی تعبیر! بس یہ میرے جڑے ہوئے ہاتھوں کو دیکھو، میں نے تمہارے لیے جو الفاظ استعمال کیے، میں ان

کے لیے دل سے شرمندہ ہوں، میں اپنی غلطی پر پردہ ڈالنے کے لیے تمہیں الزام دیتی رہی، لیکن یقین کرو اگر میں نے تمہیں تکلیف دی تو خوش میں بھی نہیں رہی کیوں کہ میرا بیٹا تکلیف میں تھا۔" یہ کہتے ہوئے ان کے آنسوؤں میں روانی آگئی تھی۔

"میں تمہاری ماں تو نہیں بن سکی، جو یہ کہوں کہ ماں سمجھ کر مجھے معاف کر دو، لیکن اگر تمہارے دل میں ضرار کے لیے ذرا سی بھی جگہ ہے تو اس کی ماں سمجھ کر معاف کر دو۔" وہ جو بڑے ضبط کے ساتھ کھڑی تھی ان کے گلے لگ کر کھل کر رو پڑی۔

"میرے ضرار کی دلہن بن کر میری بیٹی بن کر اپنے گھر آجاؤ۔"

ثمرین فہد کے ساتھ ساتھ اس کا اور ضرار کا نکاح بھی ہو گیا تھا۔ وہ سب کے ساتھ بات کر رہی تھی سوائے ضرار کے، جو بہانے بہانے سے اس سے بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن وہ اس سے ناراض تھی اور اس ناراضی کا اظہار ضروری تھا۔ وہ مسلسل نظرانداز کیے جانے پر اٹھ کر چلا گیا تعبیر زیر لب مسکرا دی۔

تنویر صاحب کے بلانے پر وہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی۔

"ماموں۔" دروازے سے تھوڑا اندر جھانک کر اس نے آواز دی اور ابھی وہ ٹھیک سے سیدھی بھی نہیں ہوئی تھی کہ کسی نے اس کا بازو پکڑ کر اسے اندر کھینچ لیا۔ ضرار کے چہرے پر نظر پڑتے ہی چیخ کے لیے کھلا منہ کھلا رہ گیا۔ چند لمحوں کے لیے وہ نظر ہی نہیں ہٹا سکی۔ اس کی محویت دیکھ ضرار نے کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے مزید نزدیک کر لیا اور اب کی بار اتنی قربت پر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"یہ کیا طریقہ ہے۔" وہ ناراضی سے بولی۔

"جب تم بات نہیں کرو گی تو یہی طریقہ اپنانا پڑے گا۔"

"بڑی جلدی خیال آگیا آپ کو میرا۔" اس کی آنکھ سے نکلنے والے آنسو بے ساختہ تھے۔ ضرار کی مسکراہٹ دھیمی پڑ گئی تھی۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے اس کے آنسو صاف کیے۔

"میں تم سے بے خبر نہیں تھا۔ ہر پل کی خبر تھی مجھے، لیکن یہ دوری ضروری تھی۔ نہیں تو آج مما جو تمہیں اتنے دل سے اپنانے کو تیار ہوئی ہیں، نہ ہوتیں اور یہ جو چند گھنٹوں میں ہمارا نکاح ہو گیا تو بس۔ اگر میں اتنی ناراضی نہ دکھاتا تو۔"

"کیا آپ مجھے نہیں بتا سکتے تھے اگر میں غصے میں کسی اور سے شادی کر لیتی تو؟" اس نے روٹھے انداز میں اسے دیکھا۔

"ہو ہی نہیں سکتا تھا کیوں کہ مجھے اپنی محبت پر یقین تھا اور مجھے تم پر یقین تھا۔" اس نے مسکرا کر اس کی ناک دبائی تو وہ سر جھکا کر مسکرا دی۔ دونوں کچھ دیر یونہی خاموش کھڑے رہے۔ تعبیر نے ہی سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"باہر چلنا چاہیے سب ڈھونڈ رہے ہوں گے۔" اس نے جیسے سنا ہی نہیں تھا۔

"تعبیر!" اس کی بوجھل آواز پر اس نے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

ضرار کے خوب صورت چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ اس کی ہر تکلیف کا ازالہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو اس کا شریک حیات بنا کر کر دیا تھا۔ اب اسے زندگی سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔

"اب میں ان آنکھوں میں آنسو نہ دیکھوں۔" وہ اس کے آنسو صاف کرتا ہوا بولا تو وہ مسکرا دی۔

"آپ مجھے رونے نہیں دیجیے گا۔"

"کبھی نہیں۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا اور وہ جانتی تھی ایسا ہی ہوگا۔ وہ اسے رونے نہیں دے گا۔ باہر کسی ہی رونق تھی۔ شادیانے بج رہے تھے اور ویسے ہی شادیانے اس کے دل میں بھی بج رہے تھے۔